یَاایُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّی وَ عَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ

دوستی اور دشمنی

قرآن وسنت اور علماء کی توضیحات کی روشنی میں

تالیف:

فضیلۃ الشیخ ابوعمروعبدالحکیم حسان حفظہ اللہ

تفہیم وتعلیق:

ابوسیاف اعجازتنویر

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

فہرست ابواب

فہرست مضامین

باب:۳

مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی واجب ہے

باب ٤

''کافروں سے دوستی کرنے والے کے کافر ہونے'' کے دلائل

باب:۵

جید علماء دین کی توضیحات

(کفار سے دوستی کرنے کے بارے میں)

باب:٦

مسلمانوں سے جنگ کرنے والے گروہ کا معاملہ ایک جیسا ہے

ایک جیسا ہے (خواہ وہ حکمران اور لیڈر رہو یا عام فوجی اور کارکن)

باب:۷

جنگ زبان سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی

باب:۸

کسی شرعی ضرورت کے تحت کفار کا ساتھ دینا

باب:۹

مجبور کیے جانے والے شخص کا بیان

باب:۱۰

دو مفید بحثیں



ابتدائے نگارش

(ازابوسیاف اعجازتنویر)

ایمان اوراسلام کی بنیادعقیدہ توحید پر ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے۔
سیدناعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:
((بُنِـيَ الِاسْلَامُ عَـلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)..................))
''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودنہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں......''

عقیدۂ توحیدمیں سب سے زیادہ اہم اور بنیادی بات ''اَلْـحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ '' ہے (یعنی اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے دشمنی ہو)اللہ تعالیٰ سے تعلق، پیاراور محبت کا ایسا سلسلہ قائم ہوجائے کہ روز بروز پختہ ہی ہوتا جائے ۔اس کے بعد مخلوق میں سے ہر ایک کے ساتھ تعلق اللہ کی محبت اور پیار کے تابع ہے۔اگر اللہ تعالیٰ اجازت دیتے ہیں تو بس اس سے تعلق ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ جتنی اجازت دیتے ہیں بس اتنا ہی تعلق ہونا چاہیے ۔یہ مطلب ہے کہ ''اللہ ہی کے لیے دوستی ہواور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہی دشمنی ہو''لہٰذا سارے اسلام کی بنیادعقیدۂ توحید ہے اورعقیدۂ توحیدکی بنیاد''اَلْـحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ '' ہے۔نظریہ''اَلْـحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی الـلّٰــهِ '' کے لیے ہی شریعت اسلامیہ میں دوسری مشہوراصطلاح''الْــوَلَاءُ وَالْبَـرَءُ فِــی الِاسْلَام'' ہے۔

عقیدۂ توحیداور اللہ پر ایمان کے بعد دوسرا سب سے افضل عمل''الجہاد فی سبیل اللہ'' ہے

۔جہاد اسلام کی چوٹی اور کوہان ہے۔نماز اور روزے کی طرح ’’جہاد فی سبیل اللہ‘‘ بھی فرض ہے۔جہاد کو چھوڑنا۔جہاد سے پیچھے رہنا، جہادی مشن کو رول بیک کرنا (Roll back) کرنا اور جہاد سے (U-Turn) لینا اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی میں ڈالنا ہے۔

اس وقت جو حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ان کے باعث مسلمان کافروں سے سخت خوفزدہ نظر آتے ہیں۔اس کی بنیادی وجہ جہاد سے گریز اور اجتناب ہے۔اور جہاد نہ کرنے کے درج ذیل دو اسباب زیادہ اہم معلوم ہوتے ہیں:

1. عام مسلمان کے عقیدۂ توحید میں بگاڑ آچکا ہے۔مسلمانوں نے زمین وآسمان اور انسان کو پیدا کرنے والی ہستی کو بھول کر غیر اللہ کو اپنا رب اور اختیارات کا مالک ماننا شروع کر دیا ہے۔غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی ہے۔جب تک کلمہ پڑھنے والے یہ مسلمان اپنی جبینوں اور پیشانیوں کو ایک اللہ کے سامنے نہیں جھکاتے ہم اس وقت تک نہ تو کافروں سے جہاد کر سکتے ہیں اور نہ اس وقت تک مسلمانوں کو عزت وفلاح ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

2. مسلمانوں کے ان نامساعد اور ناگفتہ بہ حالات کا دوسرا سبب ’’کفار سے دوستی‘‘ ہے جب تک کافروں سے دوستی اور محبت کی پینگیں بڑھاتے رہیں گے،ان کی تہذیب وتمدن کو،عقائد ونظریات کو،رہن سہن کو، چلنے پھرنے کو،لباس وحجامت کو اور سیاست ومعیشت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے رہیں گے۔تو وہ اس وقت تک کافروں سے کیونکر جنگ کر سکیں گے؟ پھر ہماری کوشش ہو گی کہ ہم ان جیسا لباس پہنیں،ان کی طرح کاروبار کریں۔ان سے جنگ کرنے کا پھر کوئی مطلب ہی باقی نہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ’’یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔‘‘ جب مسلمانوں سے عقیدۂ توحید

گیا تو اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کا عقیدہ بھی رخت سفر باندھ گیا۔ان دونوں کے رخصت ہونے سے مسلمان جہاد چھوڑ بیٹھے۔یہ ایک کھلی حقیقت ہے اور قرآن وحدیث کے بہت سارے دلائل سے ثابت ہے کہ توحید کے بغیر موت شرک والی ہے اور جہاد کے بغیر موت منافقت والی موت ہے۔

جب مسلمانوں کے دل میں یہ عقیدہ پختہ ہوگا کہ اللہ کی خاطر ہی دوستی اور دشمنی ہونی چاہیے تو عقیدہ توحید میں کمال درجے کا نکھار پیدا ہوگا اور مسلمانوں میں جذبہ جہاد بھی بیدار ہوگا۔تو اس گفتگو سے عقیدہ ''الولاء والبراء'' کی اہمیت وضرورت واضح ہوگی کہ اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کا نظریہ کس قدر اہم اور ضروری ہے۔یہ عقیدہ ہی ایک مسلمان کو صحیح معنی میں مؤحد بنا کر شرک کی موت سے اور مجاہد بنا کر منافقت کی موت سے محفوظ رکھتا ہے۔

قارئین کرام! آپ کے ہاتھوں میں موجودہ کتاب اسی عقیدہ کو ایک مدلل اور منفرد انداز میں پیش کرتی ہے۔اس کو پڑھنے والے کچھ لوگ شاید یہ کہیں کہ اس میں بڑا سخت مؤقف اختیار کیا گیا ہے مگر بقول شخصے:

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
زہر بھی کرتا ہے کبھی کارِ تریاق

اگر کسی آگ کے الاؤ کو بجھانا مقصود ہو تو جس شدت کی آگ جل رہی ہو اور شعلے بلند ہو رہے ہوں اسی مناسبت سے اگر اس پر پانی کا بہاؤ ہوگا تو آگے بجھے گی۔ویسے بھی انٹی بائیٹک ادویات (Anti Biotics Medicines) زیادہ تر کڑوی کسیلی، ترش اور تلخ ہی ہوتی ہیں۔

لیکن اس کتاب میں جو کچھ بھی ہے وہ مضبوط دلائل پر مبنی ہے۔زیادہ تر اس میں چمنستان قرآن ہی سے پھول چنے گئے ہیں اور قرآنی آیات کو سب سے زیادہ کتاب میں جگہ دی گئی ہے

۔اس کے بعد احادیث رسول ﷺ کو سب سے بڑا ماٴ خذ بنایا گیا ہے۔تیسرے نمبر پر علماء امت ،سلف صالحین کے اقوال ،اقتباسات اور توضیحات کو پیش خدمت کیا گیا ہے۔علماء امت کے اقوال کو محض اس لیے پیش کیا گیا ہے تاکہ یہ بتایا جاسکے کہ اس موضوع سے متعلق آیات و احادیث کی شکل میں من وعن پیش کر دیا گیا ہے۔لہٰذا اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ بلاشبہ مضبوط اور مستحکم دلائل پر مشتمل ہے۔کچی پکّی باتوں، من گھڑت روایتوں اور جھوٹے قصے کہانیوں کو اس کتاب میں کوئی جگہ نہیں دی گئی۔یہ کتاب محترم ومکرم الشیخ ابوعمروعبدالحکیم حسان حفظہ اللہ کی ترتیب دی ہوئی ہے ۔فاضل مؤلف نے اس میں اختصار اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دس عنوانات قائم کئے ہیں۔یہ دس عنوانات دراصل دس مسائل ہیں اور شروع میں فاضل مؤلف نے ایک طویل مگر مفید مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

یہ بھی ایک سچ ہے کہ راقم الحروف نے اس کتاب کا ترجمہ نہیں، بلکہ ترجمانی کی ہے،مؤلف جو بات سمجھانا چاہتا ہے۔بندۂ ناچیز نے پہلے پوری محنت اور جانفشانی سے پہلے اسے خود سمجھا ہے، پھر وہی بات اس کتاب کے قابل صد احترام قارئین کو سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے۔ترجمانی کرتے وقت ’’لکیر کا فقیر‘‘ تو بنا جا سکتا ہی نہیں۔مگر ایسا بھی نہیں کہ میں نے اصل کتاب کا معنی ومفہوم ہی بدل ڈالا ہو، ایسا ہر گز نہیں ہے۔

چند باتوں کو اس کتاب کی تیاری میں عاجز نے ملحوظ رکھا ہے، جو درج ذیل ہیں:

❶ کتاب میں اگر کوئی آیت ،حدیث یا صحیح سند سے ثابت شدہ واقعہ نامکمل تھا تو اصل کتاب کی طرف مراجعت کر کے اس کو مکمل کر دیا گیا ہے۔

❷ اگر کسی جگہ بات مبہم تھی تو ربط قائم رکھتے ہوئے آگے پیچھے کچھ توضیحی جملے استعمال کر کے اس کو واضح کر دیا ہے۔

❸ اگر کہیں کسی واقعہ کی طرف محض اشارہ کیا گیا تھا تو اس کو دیگر کتابوں سے تتبع اور تلاش کے بعد مفصل ذکر کر دیا گیا ہے تا کہ قارئین کرام کسی قسم کی کنفیوژن (Confusion) کا شکار نہ ہوں۔

❹ قرآنی آیات، احادیث رسول ﷺ اور علماء امت کے اقتباسات کو ہو بہو عربی عبارت میں درج کیا گیا ہے۔ بعدازاں ان کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔اس سے اگرچہ کتاب کے صفحات میں اضافہ تو ہو جاتا ہے مگر علمی ذوق رکھنے والوں کی صحیح تشفی اس وقت ہوتی ہے جب وہ عربی عبارت کو ملاحظہ کرتے ہیں۔

❺ قرآنی آیات ،احادیث رسول ﷺ اور علمائے امت کے اقتباسات کے علاوہ دیگر عربی عبارات اور الفاظ کو بھی اعراب لگا دیے گئے ہیں تا کہ عوام الناس میں سے عام پڑھے لکھے لوگ بھی عربی عبارات کو پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔

❻ آیات کے حوالہ جات تو کتاب کے متن ہی میں سورتوں کے ناموں کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں۔ان میں پہلی سورت کا نام، پھر سورت کا نمبر اور بعدازاں سورت کا آیت نمبر ذکر کیا گیا ہے۔

❼ کتب احادیث کے حوالہ جات میں پہلے تصنیف کا نام پھر کتاب کا بیان ،اور باب کا بیان آخر میں حدیث کا نمبر ذکر کیا گیا ہے۔

❽ بعض مقامات پر ضروری توضیحات اور تصریحات پر مشتمل حواشی ذکر کیے گئے ہیں۔

محترم بھائی یوسف سراج صاحب نے بنظر غائر اس کی آخری پروف ریڈنگ کی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔پوری کوشش کے باوجود یہ ایک انسانی کاوش ہے جس میں غلطی کا امکان بہرحال موجود ہے۔اگر کسی بھائی کو کوئی سقم نظر آئے تو وہ اطلاع دے کر عنداللہ

ماجور ہو۔

اوّلاً وآخیراً اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے حقیر و بے مایہ شخص سے دین کا یہ معمولی سا کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنے ہاں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے میر نامۂ اعمال اور کھاتے میں جمع کر لے۔

اس کتاب کو اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف اور دیگران تمام احباب کے لیے بھی باعث اجر وثواب بنائے جنہوں نے کسی بھی طرح اس میں سِرًّا یا عَلَانِیَۃً تعاون فرمایا ہے۔

العَبدُ الفَقِیرُ رَحمَةَ رَبِّهِ القَدِیُر

ابوسیاف اعجاز احمد تنویر

۲۱-جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ الموافق ۲۰۰٤/۷/۸)

عرض ناشر

(از محمد سیف اللہ خالد ''مدیر دارالاندلس'')

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔
اَمَّا بَعْد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص دین سے پھر جائے، تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی، وہ لوگ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کفار پر سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔(المائدہ=۵:۵۴)

اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے عداوت ایک ایسا وصف ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو عطا فرمایا تب تک پھر انبیاء کے علاوہ نیکوکار لوگ بھی اسی راہ پر چلے ،عقیدۂ توحید کا حق ادا نہیں ہوسکتا اور کوئی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں معرکہ آراء نہیں ہوسکتا جب ''اَلْوَلَاء وَالْبَرَاء'' کا مضبوط عقیدہ حرز جاں نہ بن جائے۔

زیر نظر کتاب ''دوستی اور دشمنی'' (کتاب وسنت اور علماء امت کی توضیحات کی روشنی میں) انہی حقیقتوں پر مبنی ہے۔

فضیلۃ الشیخ ابوعمرو عبدالحکیم حسان حفظہ اللہ کی یہ مایۂ ناز کتاب جس کی تفہیم وتعلیق کے فرائض محترم بھائی ابوسیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ نے ادا کیے ہیں۔ اپنے موضوع پر نہایت جامع اور منفرد کتاب ہے۔ جس میں خود اپنی طرف سے تشریحات وتوضیحات پیش کرنے کی بجائے کتاب وسنت کے

محکم دلائل اور علماء سلف کی توضیحات پر انحصار کیا گیا ہے۔عصر حاضر میں امت مسلمہ کی ذلت وپستی کا ایک بنیادی سبب عقیدہ ''الولاء والبراء'' میں کمزوری کو قرار دیا گیا ہے۔

آج جبکہ ہر طرف کفر کا عروج ہے۔ بڑے بڑے مسلم حکمران بھی کفار ومشرکین کی محبت کے اسیر نظر آتے ہیں۔عوام کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی تہذیب وثقافت، رسم ورواج اور شکل وشباہت میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت سے انحراف کر کے یہود ونصاریٰ کی نقالی میں مشغول ہے۔

ایسے حالات میں یہ کتاب عوام وخواص کے لیے ایک راہنما تحریر ہے۔اسے پڑھ کر ہم اپنی سیرت وکردار کو کتاب وسنت اور اسلاف امت کے نمونہ کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف اور اعجاز احمد تنویر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی بھرپور کاوش سے ادارہ دارالاندلس یہ اہم کتاب احباب کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے سب کے لیے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے۔(آمین)

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ''دارالاندلس''

٤-جمادی الأخری ١٣٢٥/بمطابق ٢٢ جولائی ٢٠٠٤ء

مقدمۃ الکتاب

(از محترم ابوعمرو عبدالحکیم حسان حفظہ اللہ)

((اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَهْدِيْهِ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ـ مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ ـ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ حْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ـ قَالَ تَعَالٰى :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ ﴾

[آل عمران=۳:۱۰۲]

وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النّساء=۴:۱]

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾[الاحزاب:۳۳:۷۰،۷۱]

أَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَ شَرَّالْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ

كُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ))

خطبہ مسنونہ کے بعد!

یہ حقیقت ہے کہ آج امت مسلمہ بہت ہی نازک دور سے گزر رہی ہے۔انسانی تاریخ کا انتہائی خطرناک اور تشویشناک موڑ اس وقت امت مسلمہ پر آیا ہوا ہے۔ہم جب ماضی کے دریچوں سے جھانک کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کا ماضی انتہائی درخشندہ اور تابناک تھا۔جب اللہ رب العزت نے سید الاولین والآخرین،امام الأنبیاء والمرسلین،امام اعظم ،قائد اعظم،سید دوعالم اور سرور کونین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے نسخۂ رشد و ہدایت دے کر مبعوث فرمایا تھا۔اس وقت نسل انسانی عام طور پر اور اہل عرب خاص طور پر ذلت اور پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوئے تھے۔دنیا کی دیگر اقوام میں اہل عرب کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا۔اہل عرب بتوں کے پجاری تھے۔ان کی دوستیاں پتھروں کی مورتیوں اور بے جان دیوتاؤں سے تھیں،جن پتھروں کو وہ اللہ رب العالمین کی بجائے عبادت کیا کرتے تھے۔ان کی دوستیاں ان جاہلی تصورات کا شکار ہو چکی تھیں کہ جن کے متعلق اللہ رب العزت نے اپنے کسی کلام میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔کوئی اپنے ملک اور علاقے سے محبت کرتا تھا۔کوئی اپنی برادری اور خاندان سے محبت کا دم بھرتا تھا اور کسی کی محبت کا معیار فقط لسانی تعصب تھا۔

رفتہ رفتہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور دعوت کی بدولت انسانوں کے اس بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کر دیا۔سب انسانوں کو ایک محبت کے تابع کر دیا۔دشمنیوں اور عداوتوں کے لیے ایک معیار مقرر کر دیا۔سب انسانوں کو ایک محبت کے تابع کر دیا۔دشمنیوں اور عداوتوں کے لیے ایک معیار مقرر کر دیا۔محبت اور عداوت کا وہ معیار صرف اور صرف اللہ رب العزت کی رضا قرار پایا۔یعنی صرف اللہ کی خاطر کسی سے محبت ہو اور صرف اللہ ہی کی خاطر کسی

سے عداوت ہو۔اس معیار سے یہ خوشگوار نتیجہ سامنے آیا کہ باشندگان سرزمین عرب ذلت ورسوائی سے عزت وفلاح کی طرف پھر گئے ،غربت وافلاس اور فقر وفاقہ کے خوشحالی اور تونگری نے ان کے قدم چومے ۔کمزوری اور بےبسی کے قوت وطاقت ان کو نصیب ہوئی ۔ان کے دوستانہ مراسم قومی ۔علاقائی اور لسانی عصبیتوں سے منقطع ہوکر اللہ واحد،احد اور رب ارض وسما کے ساتھ جڑ گئے ۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے اللہ رب العزت نے مشرق ومغرب کی طرف ان کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیے ۔ابھی پچاس برس بھی نہ گزرے تھے کہ وہ دور کی تمام امتوں ،ملتوں ،قومیتوں اور تہذیبوں پر غالب ہوگئے ۔ بڑے بڑے سرکش ،بپھرے ہوئے اور طاقت کے نشے میں چور مما لک ،روم وایران جیسی سلطنتیں ان کے سامنے عاجز ودر ماندہ اور بےبس ونا چار ہو چکی تھیں ۔مسلمانوں نے اقوام عالم پر واضح کر دیا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ اور رب العالمین کے لیے دوستی اور دشمنی کا کیا مفہوم ومطلب ہے۔بنونوع انسان نے غلامی اور ذلت سے نجات پائی ،وہ غلامی اور ذلت جو انہیں رب ارض وسماء اس کے مجبور وبےبس بندوں کے سامنے کرنی پڑ رہی تھی ۔مسلمانوں نے اقوام عالم پر یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ گردنیں جو غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی تھیں انہیں صرف اور صرف اس بزرگ وبرتر ہستی کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہیے جو ان کی گردنوں کا خالق ،مالک اور بغیر کسی نقشے اور سیمپل (Sample) کے بنانے والا ہے۔

مسلمانانِ عالم اسی طرح عزت وآزادی کی زندگی گزار رہے تھے کہ ان کے درمیان خود انہی کی غفلت کی بنا پر ایسی نسل پیدا ہوگئی جو یورپ کے دسترخوانوں پر جا بیٹھی اور اہل مغرب کے نظریات اور افکار اپنے اندر سمونے لگی ۔شیطان نے انہیں خوب بہکایا اور لمبی لمبی امیدیں دلائیں ۔یہاں تک کہ ایسے لوگ امت مسلمہ کے بے داغ اور صاف وشفاف جسم پر ایک بدنما دھبے کی صورت اختیار کر گئے ۔اس کا بڑا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اپنے خالق ومالک اللہ تبارک وتعالیٰ

کو چھوڑ کر باغیوں اورمشرکوں سے دوستی رچائی۔جس کے بدلے میں ان کافروں نے مسلم غداروں اوراپنے یاروں کواسلامی مما لک کی بڑی بڑی پوسٹوں اوراعلیٰ مناصب پر فائز کیا۔ان بلندعہدوں کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے لیڈرو قائد بن بیٹھے۔انہوں نے مسلمانوں کی عزت وناموس،غیرت وحمیت،جائیدادوں اورقومی املاک کو بڑی ہی تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کرڈالا۔انھوں نے کفار ومشرکین کومسلمانوں کے علاقہ جات میں متسلط کرتے ہوئے مسلمانوں کی باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں دے ڈالی۔دل وجان سے مخلص ہوکر انہوں نے کافروں سے دوستی نبھائی۔کافروں کے ساتھ ایسے ایسے معاہدے(Agreements)کیے جن میں مسلمانوں کے لیے ذلت ورسوائی اورغلامی وناکامی کے سوا کچھ نہ تھا۔اہل زمانہ نے یہ انجام بداپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا کہ مسلمان مشرق ومغرب کے کافروں کواپنے آقاوسردارمان کران کے نوکروغلام بن گئے۔کافروں سے کسی بھی معاملہ میں حکم عدولی کرنے کی ان کے اندر جرأت نہ تھی۔نہ کافروں کے کسی آرڈرکومستردکرنے کی ان کے اندرسکت تھی۔ذلت وغلامی یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمانوں کے علاقے اورمما لک ہرکافروملحد کے لیے''ذاتی چراگاہ''اور''خالہ جی کا داڑا''بن گئے۔مسلمانوں کی ذاتی املاک،موروثی جائیدادیں،بینک بیلنس،فیکٹریاں اور کارخانے،تعلیمی ادارےاورصنعتی مراکزغرضیکہ سب کچھ کافروں کے لیے''جائزلوٹ مار''قرار دے دیا گیا۔جبکہ ایک وقت وہ تھا کہ جب مسلمان غالب وفاتح تھے۔یہودی اورعیسائی مسلمانوں کے علاقہ جات اورمما لک میں ذلیل ورسوا ہوکر رہتے تھے۔اپنے ہاتھوں سے اپنے زندہ رہنے کاٹیکس جزیہ کی شکل میں ادا کرتے تھے۔اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارتے اور برانگیختہ کرتے ہوئے جہاد کا ایک اہم مقصدیہی بیان فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّ ھُمْ صَاغِرُوْنَ۝﴾ [التّوبۃ=۹:۲۹]

''ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حرام کردہ چیز کو حرام نہیں سمجھتے۔ نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں۝''

ایک وقت وہ تھا جب مسلمان عیسائی اور یہودی کافروں سے جزیہ وصول کرتے تھے۔ ایک یہ وقت ہے کہ مسلمانوں کے بزدل، غلام اور کٹھ پتلی حکمرانوں کی غیرت وحمیت سے خالی پالیسیوں کی وجہ سے آج مسلمان زندہ رہنے کے لیے اپنی زندگی کا ٹیکس ادا کرنے پر مجبور ہیں وہ ٹیکس جو مسلمان ہر سال مارک اپ (Mark Up) یا انٹرسٹ (Interest) کے نام پر وہ ورلڈ بینک یا آئی ایم ایف کے ہاں ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

ایک وہ وقت تھا کہ جب مسلمانوں کے ہاتھ میں اقوام عالم کی قیادت وسیادت تھی۔ مسلمان مشرق ومغرب کے سیاہ وسفید کے مالک تھے کوئی اپنے اندر اتنی ہمت نہیں رکھتا تھا کہ مسلمانوں کے آگے سر اٹھا سکے۔ مسلمانوں کا خلیفہ (ہارون الرشید) فلک پر تیرتی ہوئی بدلی سے یوں مخاطب ہوا کرتا تھا:

''آسمان پر نمودار ہونے والی اے بدلی! تو جہاں کہیں بھی برسے گی تیرا خراج (ریونیو) ہمارے پاس ضرور آئے گا۔''

لیکن آج وہی امت ذلیل اور رسوا ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کے ممالک میں نافذ ہونے والی

تمام پالیسیاں مشرق اور مغرب میں بسنے والے کافر وملحد آقاؤں کی طرف سے امپورٹ (Import) کی جاتی ہیں۔صرف نظریات اورنصابی پالیسیاں ہی نہیں بلکہ نوالۂ حیات (زندگی گزارنے کے لیے روٹی کا لقمہ) کے لیے بھی ہم ان کے دستِ نگر بن چکے ہیں۔آج ہم اپنے قوانین بنانے میں،اپنے اخلاق اوراپنی عادات اختیار کرنے میں اوراپنی زندگی کے تمام شعبوں میں ان کے طرز حیات کو اپنانے پر مجبور کیے جاتے ہیں۔آج امت مسلمہ عضو معطل اور بے قیمت ہوچکی ہے۔

مسلمانوں کی اس کسمپرسی اور بدحالی کا تذکرہ ایک عربی شاعر نے بڑے ہی دردمندانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کرتے ہوئے کھوجانے والی عزت وغیرت پرافسوس کا اظہار کیاہے۔وہ عزت وغیرت جس کی ہمارے اسلاف نے بنیادرکھی تھی۔شاعرمسلمانوں کے درخشاں ماضی کو یاد کرتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ بےبسی کا اظہار یوں کرتاہے:

مَلکنَا هَذِهِ الدُّنیَا الْـقُـرُوْنَـا
وَ أُخْضَعَهَا جُدُوْدُ خَـالِـدُوْنَا

’’کئی صدیاں ہم اس دنیاکے مالک رہے ہیں۔ہمارے آباءواجداد نے اس دنیا کوسر تسلیم خم کرنے پر مجبور کردیا تھا۔وہ آباء واجداد جن کا نام تاریخ انسانی کے اوراق میں ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

وَ سَـــطَـــرْنَـــا صَـحَـــائِفُ مِـنْ ضِیَـــاءِ
فَـــمَـــا نَسِـیَ الـــزَّمَـــانُ وَ مَـــا نَسِیْـنَـــا

’’ہم نے روشنی سے بڑے بڑے دیوان اورصحیفے تحریر کیے۔ہمارے یہ کارنامے نہ تو زمانے نے بھلائے ہیں نہ ہی ہم نے ان کوفراموش کیاہے۔‘‘

بَنِيْنَا حِقْبَةً فِى الْأَرْضِ مُلْكًا
يَدُعَمُهُ رِجَالٌ صَالِحُونَا

''کرۂ ارضی پر ہم نے ایک لمبا زمانہ بادشاہت اور حکومت کی بنیاد رکھی پھر اس حکومت واقتدار کو ہمارے نیک، پارسا، متقی اور پرہیز گار مردوں نے سہارا دیا اور تقویت پہنچائی۔

رِجَالٌ ذَلَّلُوا سُبُلَ الْمَعَالِى
وَمَا عَرَفُوْا سِوى الِاسْلَامِ دِيْنَا

''وہ ایسے مرد تھے کہ جنہوں نے بڑی بڑی قد آور اور بلند چوٹیوں کی طرف جانے والے راستوں کو قدموں تلے روند ڈالا تھا اور وہ اپنے دین اور مذہب پر اتنے پختہ اور کاربند تھے کہ کسی اور دین کا اختیار کرنا تو درکنار وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو پہچانتے تک نہ تھے۔''

تَعَهَّدَهُمْ وَ أَنْبَتَهُمْ نَبَاتًا
كَرِيْمًا طَابَ فِى الدُّنْيَا غُصُوْنَا

''دین اسلام نے بھی ان کی بہت اچھی دیکھ بھال کی اور بڑی عزت ووقار کے ساتھ ان کو پروان چڑھایا۔عزت ووقار کا یہ درخت جب پروان چڑھا تو ساری دنیا میں اس کی شاخیں اور ٹہنیاں بڑی خوشنما اور دیدہ زیب بن کر پھیلیں۔''

اِذَا شَهِدُوْا الوَغٰى كَانُوا كُمَاةً
يُدُكُّوْنَ الْمَعَاقِلَ وَ الْحُصُوْنَا

''اسلامی دنیا کے وہ نیک، پارسا اور متقی مرد جب میدان جنگ میں کودتے ہیں تو اس وقت بڑے بڑے بہادر سپہ سالار اور زر پوش مجاہدوں اور زرہ پوش مجاہدوں کا روپ

دھار لیتے۔غلامی کی رسیوں اورطوقوں کوانھوں نے کاٹ ڈالا تھااور بڑے بڑے سر بلند قلعوں کوانھوں نے پائمال کرڈالا تھا۔

شَبَابٌ لَمْ تَحْطِمْهُ اللَّيَالِی
وَلَمْ يُسْلِمْ اِلَی الْخَصْمِ الْعَرِيْنَا

''وہ ایسے نوجوان مرد تھے کہ راتوں (کے گزرنے) نے انہیں بوڑھا نہیں کیا تھا۔یعنی لمبا زمانہ بیت جانے کے باوجود وہ بوڑھے اور ضعیف نہیں ہوئے تھے۔پھر وہ ایسے خوددار تھے کہ اپنے آپ کو کسی غرّانے ولے اور خونخوار دشمن کے حوالے بھی نہیں کیا کرتے تھے۔''

وَاِنْ جَنَّ الْمَسَاءُ فَلَا تَرَاهُمْ
مِنَ الْاِشْفَاقِ اِلَّا سَاجِدِيْنَ

''اوراگر دن کے بعد شام اپنے سائے گہرے کرلیتی تو پھر وہ نوجوان اللہ کا ذکر اور خوف دل میں رکھتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدہ ریز دکھائی دیتے۔

كَذَالِكَ أخْرَجَ الِاسْلَامُ قَوْمِی
شَبَابًا مُخْلِصًا حُرًّا أمِيْنًا

''اسی طرح دین اسلام نے میری قوم سے ایسے ایسے گھبرو جوان نکالے جو پورے عہد شباب میں تھے،مخلص تھے،آزاد تھے اورامانت دار۔''

وَعَلَّمَهُ الْكَرَامَةَ كَيْفَ تَبْنٰی
فَيَأْبٰی أن يُقَيَّدَ أوْ يَهُوْنَا

''اسلام نے میری قوم کے نوجوانوں کوعزت وآزادی اور فلاح وکامرانی کا ایسا انداز

سکھایا کہ ہمارے نوجوان گرفتاری پیش کر کے قید و بند والی زندگی گزارنے کی بجائے سینے پر تیر کھا کر شہادت کی موت کو پسند کرتے تھے۔ذلت و رسوائی کی بجائے عزت کے ساتھ سر اٹھا کر جینے کو ترجیح دیتے تھے۔

وَمَا فَتأ الزَّمانُ يَدُورُ حَتّى
مَضٰى بِالمَجدِ قَومٌ آخَرُونَا

''زمانہ اسی طرح گھومتا اور چکر لگاتا رہا۔مسلمان اپنی اپنی بد عملیوں میں کھو کر، جہاد چھوڑ کر اور دنیا داری میں پڑ کر عزت و آزادی کھو بیٹھے۔وہی عزت اور آزادی، رعب و وقار جو مسلمانوں کے پاس تھی اب یہ چیزیں دوسری اقوام کے پاس چلی گئیں۔''

وَ أَصبَحَ لَا يُرٰى فِي الرَّكبِ قَومِيُ
وَ قَدْ عَاشُوا أئِمَّتُهُ سَنِينَا

''آج دنیا کے اندر صف اوّل کی باعزت قوم میں مسلمانوں کا نام و نشان تک نہیں۔جبکہ مسلم حکمرانوں اور خلفاء نے عرصۂ دراز تک حکومت و خلافت کی داغ بیل ڈالے رکھی۔

وَ آلَمَنِي وَ آلَمَ كُلُّ حُرٍّ
سُؤالَ الدَّهرِ أَينَ المُسلِمُونَ ؟

''آزادی کے ہر متوالے کی طرح مجھے بھی یہ سوال بہت تکلیف پہنچاتا ہے جب زمانہ سوال کرتا ہے کہ آج مسلمان کدھر چلے گئے ہیں؟''

جی ہاں......! آج کچھ لوگ یہ سوال بھی کرتے ہیں: مسلمانوں کی آج یہ بدترین حالت کیوں ہے؟ پوری دنیا کے اندر مسلمان افرادی قوت، معاشی استحکام اور قدرتی وسائل میں سب سے آگے ہیں۔اس کے باوجود مسلمان سب سے زیادہ مجبور ومقہور، ناچار و بے بس، ابتر وبدتر اور ذلیل ورسوا کیوں ہیں ؟جب کوئی شخص اس صورت حال کا حقیقت پسندانی تجزیہ (Analysis) کرتا ہے اور غور وفکر سے کام لیتا ہے تو اسے اس کا سب سے زیادہ واضح جواب وہی سمجھ میں آتا ہے جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کردیا ہے اس جواب میں گویا یوں سمجھئے کہ اللہ رب العزت نے اس سوال کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرکے رکھ دیا ہے۔ جواب اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ ذی شان میں یوں مرقوم ہے:

﴿ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا وَّ يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ وَ لَا تَضُرُّوۡهُ شَيۡـئًا وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ۝﴾ [التّوبة=۹:۳۹]

"اگر تم اللہ کے راستہ میں نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائے گا اور تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

غور کیجیے! آج وہی عذاب ہی ہے جو ذلت، بے بسی اور رسوائی کی شکل میں دنیا میں ہم پر اپنا مہیب سایہ ڈالے ہوئے ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے عذاب ہی ہے کہ مسلمانوں کی قوت اور طاقت ختم ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کا رعب ودبدبہ کے غبارے سے ہوا نکل چکی ہے۔ اور کافر طاقتیں آج مسلمانوں پر مسلط ہو چکی ہیں۔

اللہ کی طرف سے ہم پر سزا کے طور پر مسلط ہونے والے عذاب کا بقیہ حصہ آخرت میں ہمارا منتظر ہے۔ جو ہمیں، اپنی روش نہ بدلنے کی صورت میں آخرت میں سہنا ہوگا۔ اسی "عذاب الیم

’’کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اور مقام پر ان الفاظ سے بھی فرمایا ہے:

﴿ قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَ اَبۡنَآؤُكُمۡ وَ اِخۡوَانُكُمۡ وَ اَزۡوَاجُكُمۡ وَ عَشِيۡرَتُكُمۡ وَ اَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَ تِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ جِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ۝﴾ [التّوبة=٩:٢٤]

’’(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جن کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب آنے کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

’’جہاد کو ترک کر کے دنیا داری کو اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل مقام پر مسلمانوں کو سخت سست کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَـكُمۡ اِذَا قِيۡلَ لَـكُمُ انْفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَى الۡاَرۡضِ‌ ؕ اَرَضِيۡتُمۡ بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ‌ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيۡلٌ‏۝﴾ [التّوبة=٩:٣٨]

’’اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے نکل پڑو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر ہی ریجھ گئے ہو۔ سنو! دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے۔‘‘

ان آیات قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ موجودہ ابتر و بدتر صورت حال کا سب سے بڑا سبب یہ ہے

کہ اپنے اہل وعیال، خاندان و برادری، اَعِزَّ واقارب اور دوست واحباب کی محبت کومسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت سے، اس کے رسول ﷺ کی محبت سے اور دنیا بھر کے اہل ایمان کی محبت سے مقدم کیا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں پر آج صرف دنیا اور دنیا کے ساز وسامان کی محبت سوار ہے۔ پیٹ اور پلیٹ کی خاطر آج مسلمان دنیا کے سوکھے ٹکڑوں کے ساتھ چمٹے اور جھکے ہوئے ہیں۔ آج کا مسلمان موت سے کراہت اور نفرت کرتا ہے۔ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت ہی کو رسول اللہ ﷺ نے ''وہن'' قرار دیا ہے۔ یہ ''وہن'' ہی ترک جہاد کا سبب ہے اور ترک جہاد امت مسلمہ کی ذلت ورسوائی اور اللہ رب العزت کی آنکھ سے گر جانے کا واحد سبب ہے۔ اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان، ختم الرسل، سید ولد آدم جناب محمد ﷺ نے ایک طبیب حاذق کی طرح مرض کی تشخیص بھی فرمائی اور اس کا تیر بہدف علاج بھی بتادیا۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِذَا تَبَایَعْتُمْ بِالْعِینَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ ، وَرَضِیتُمْ بِالزَّرْعِ وَ تَرَکْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ ذُلًّا لَا یَنْزِعُهُ عَنْکُمْ حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ)) ❶

---

❶ صَحِیح أَبِی دَاوُد= کِتَابُ الْجِهَادِ : بَابٌ فِی النَّهْیِ عَنِ الْعِینَةِ ، الحدیث:٢٩٥٦ ، سِلْسِلَةُ أَحَادِیثِ الصَّحِیحَةِ ، اَلْحَدِیث : ١١. اس حدیث کو تین اسناد سے بیان کیا گیا ہے:

(ا) **پہلی سند:** مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔ علامہ منذری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے اس کو ''الترغیب والترہیب'' میں نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اس کو ''المسند'' میں ذکر کیا ہے۔ اس روایت کی سند کچھ یوں ہے:

((عَنْ یَزِیْد بْنِ هَارُوْنَ عنْ أَبِی حُبابٍ عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)) اس سند کے ساتھ درج ذیل تین روایات محدثین نے نقل کی ہیں:

ا۔ ((لَئِنْ تَرَکْتُمُ الْجِهَادَ وَ أَخَذْتُمْ بِأُذْنَابِ الْبَقَرِ وَ تَبَایَعْتُمْ بِالْعِینَةِ لَیَلْزَمَنَّکُمُ اللّٰهُ مَذَلَّةً فِی رِقَابِکُمْ لَا تَنْفَكُّ عَنْکُمْ حَتّٰی تَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ وَتَرْجِعُوْا عَلٰی مَا کُنْتُمْ عَلَیْهِ))

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) البتہ اگر تم جہاد ترک کردو گے، گائے کی دمیں پکڑ لو گے۔ سودی کاروبار شروع کردو گے تو اللہ تمہاری گردنوں میں ذلت ورسوائی کا ہار ڈال دے گا۔ ذلت ورسوائی کا ہار مسلسل تمہاری گردنوں میں لٹکتا رہے گا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

''جب تم سودی کاروبار شروع کردو گے۔گائے کی دمیں پکڑلوگے،کھیتی باڑی پر تکیہ کر بیٹھو گے اور تم جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کردے گا اور اسے اس وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک تم اپنے دین (جہاد) کی طرف واپس نہ پلٹ آؤ۔''

اسی لیے ہمارے پروردگار،اللہ رب العالمین نے ہمیں اس بات سے ڈرایا ہے کہ جب تم ہمارے پسندیدہ دین ''اسلام'' کو بدل ڈالو گے۔ہماری نازل کردہ شریعت سے منہ موڑ لو گے تو میں تمہیں دنیا سے مٹا کر نئی قوم زمین پر آباد کردوں گا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اس ذلت کو اس وقت تک ان سے نہیں ہٹائے گا جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہ پلٹ آئیں۔''

۳۔ اسی سند سے اس روایت کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی تالیف لطیف ''الطبرانی الکبیر'' میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

((اِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّیْنَارِ وَ الدِّرْهَمِ وَ تَرَکُوا الْجِهَادَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَزِمُوا أَذْنَابَ البَقَرِ وَ تَبَایَعُوا بِالْعِیْنَةِ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَیْهِم بَلَاءً لَمْ یَرْفَعهُ حَتّٰی یُرَاجِعُوا دِیْنَهُمْ))

''جب لوگ درہم ودینار کے بارے میں کنجوسی کا مظاہرہ کریں گے۔جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ بیٹھیں گے،گائے کی دمیں پکڑ بیٹھیں گی۔سودی کاروبار شروع کردیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت آزمائش مسلط کردے گا۔پھر اس آزمائش کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا (یعنی اس وقت تک دور نہیں کرے گا) جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہیں پلٹ آتے۔''

(۲) **دوسری سند:** امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے وہ صحیح سند یوں ہے:

((عَنْ حَیوَةِ بْنِ شُرَیْحِ الْمِصْرِیُ عَنْ اِسْحَاق أبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الخَرَاسَانِیُ أنَّ عَطَاءَ الخُرَاسَانِیَّ حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ))

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دونوں سندیں ہی حسن درجے کی ہیں،دونوں ایک دوسرے کو مضبوط اور قوی کرتی ہیں۔پہلی سند کے تمام ہی راوی بڑے بڑے مشہور امام ہیں۔اس میں یہ خدشہ ہوسکتا ہے کہ امام اعمش نے امام عطا سے سنا ہو یا نہ سنا ہو۔اسی طرح یہ اندیشہ بھی موجود ہے کہ امام عطا نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہو یا نہ سنا ہو۔لیکن دوسری سند جو پہلی سند کو پختہ کرتی ہے وہ اس اندیشہ کو دور کردیتی ہے۔کیونکہ دوسری سند سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس حدیث کا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بہر حال ایک محفوظ اصل ضرور ہے۔یہ حدیث بالکل بغیر اصل کے نہیں ہے۔امام عطا خراسانی مشہور ثقہ راوی ہیں۔اسی طرح حیوۃ بن شریح المصری بھی ثقہ راوی ہے۔امام ابوعبدالرحمٰن اسحاق محدثین کے مشہور استاد ہیں مصر کے بہت زیادہ ائمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔مثلاً حیوۃ بن شریح۔لیث اور یحییٰ بن ایوب وغیرہ نے۔

۳۔ **تیسری سند:** اس حدیث کی ایک تیسری سند بھی ہے۔جو اس طرح ہے:

((رَوَاهُ السُّرِیُّ بْنُ سَهلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ رَشِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحمٰنِ بنِ مُحَمَّدِ عَن لَیْثٍ عَنْ عِطَاءٍ عَن ابنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَن رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیهِ وَسَلَّمَ))

یہ تیسری سند بھی واضح کرتی ہے کہ بہرحال اس حدیث کا ''محفوظ اصل'' ضرور ہے۔اس پوری تفصیل کے لیے دیکھیے۔حاشیہ ابن قیم علی سنن ابی داؤد:۹/۲۴۵

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کو محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی۔ وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کفار پر سخت اور تیز ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے'' [المائدة=٥:٥٤]

یہ وہ بہترین صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیں ہیں کہ میں ایسی قوم کو آباد کروں گا جن کے اندر درج ذیل صفات حمیدہ ہوں گی:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی محبّ اور محبوب
۲۔ مسلمانوں پر رحم دل اور نرم
۳۔ کافروں پر سخت گیر اور گرم
۴۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والی
۵۔ ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ کھانے والی

ایک عام شخص جب اپنے دائیں، بائیں، آگے پیچھے نظریں گھماتا ہے تو اس کو ہر طرف مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اور تنظیمیں نظر آتی ہیں۔ برساتی مینڈکوں کی طرح آج یہ اتنی کثرت سے وجود میں آچکی ہیں کہ ان کو احاطۂ شمار میں لانا مشکل ہے۔ ہر جماعت خدمت اسلام کے دعوے کرتی ہے۔ غلبۂ اسلام کے نعرے لگاتی ہے۔ قرآن وسنت کو ماننے کا اقرار کرتی ہے۔ مگر جب ایک عام شخص ان پر سرسری سی نظر ڈالتا ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے دل ایک

دوسرے کی نفرت سے بھرے ہوئے ہیں ۔جسم ایک دوسرے سے کوسوں دور ہیں ۔افکار ونظریات میں بُعدُ المَشرِقَینِ وَالمَغرِبَین ہے۔عقائدواعمال ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں بعض جماعتیں تو درپردہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سنگین دسیسہ کاریوں اور سازشوں کا جال بنے ہوئے ہیں۔جبکہ بعض اپنی ڈھٹائی اور بے حمیتی میں اس قدر آگے نکل چکی ہیں کہ علی الاعلان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہی ہیں۔

بعض جماعتوں کی ضمیر فروشی کا یہ عالم ہے کہ سب سے آگے نکل جانے کے شوق میں انھوں نے ملت اسلامیہ کے دشمنوں ،یہودیوں ،عیسائیوں ،عالمی طاغوتی اور مرتدوں کے سامنے اپنی محبت اور وفاداریوں کی یقین دہانیاں کرائی ہوئی ہیں۔کفار کے عالمی ایجنڈوں کو تقویت پہنچانے اور نافذ کرنے میں مدد فراہم کرنے کے لیے ان کے پاس کفار کے حق میں فتوے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔وہ کفار کے کفریہ اور اسلام دشمنی پر مبنی اقدامات کو جواز فراہم کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار بیٹھے ہیں۔

ان ضمیر فروش ،ملت فروش اور دین فروش مولویوں ،سیاستدانوں ،صحافیوں اور نام نہاد دانشوروں کی زبانیں اور فتوے مجاہدین کے خلاف تلواروں سے زیادہ کاری ضربیں لگا رہے ہیں ۔بعض جماعتوں کے موقف اور منشور ایسے بودے ہیں کہ بیان کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں ۔مسلمانوں کی موجودہ صورت ان تمام جماعتوں،تنظیموں اور تحریکوں کو نظر آرہی ہے۔امت مسلمہ کا وجود آج زخموں سے چور ہے،یہودیوں اور عیسائیوں کے فوجی دستے اپنی عسکری کاروائیوں کے ساتھ شریعت اسلامیہ کو ختم کرنا اور شمع اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں ۔مسلمانوں کے مخلص جہادی لیڈروں اور روحانی پیشواؤں پر وہ بے دھڑک دہشت گردی اور غنڈہ گردی کی دن دیہاڑے کاروائیاں کررہے ہیں ۔پوری دنیا کے نام نہاد مسلم حکمران اور ہمارے چہار سو پھیلی ہوئی یہ

جماعتیں خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں ۔عوام الناس کے اندر پائے جانے والے ان مولویوں ،مذہبی لیڈروں اور اصحاب جبہ ودستارسرکاری علماء کامقصود ومطلوب روٹی کے چندٹکڑے ہیں یا پھرلمبی اورگہری نیند کے مزے۔

ذرا سوچیے ! بھلامسلمانوں کی یہ جماعتیں ،یہ مذہبی لیڈراور یہ تنظیمیں اورتحریکیں کب دین اسلام کی غیرت اورلاج کے لیےاٹھیں گی ؟ کب عزت وآزادی ان کونصیب ہوگی ؟اورکب کرۂ ارضی پران کواستقلال ،استحکام ،غلبہ اورتفوق حاصل ہوگا ؟

اللہ رب العزت ،مالک الملک ،خالق حقیقی ،معبود برحق ،شہنشاہِ کون ومکان کاایک اٹل اصول ہے ۔وہ اصول اس کے آخری پیغمبر سیدالاوّلین والآخرین ،امام الانبیاء والمرسلین جناب محمد ﷺ نے بیان فرمایاہے۔آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ہر دور میں ایک جماعت ایسی ضرور باقی رکھے گا جوحق پرقائم رہے گی ،حق کی خاطر جہادکرتی رہے گی ،قیامت تک اپنے مخالفین پرغالب رہے گی ،ان کے دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑسکیں گے۔

اسی اصول وضابطے کے تحت اللہ کے فضل وکرم سے انسانوں کے جم غفیر میں سے ایک جماعت نکل کھڑی ہوئی ۔جس نے ذلت اوررسوائی ،غلامی اور بےبسی کی زندگی قبول کرنے سے انکارکردیا۔انہوں نے اللہ کے دین کوسربلند کرنے کے لیےاپنے آپ کوخواب غفلت سے بیدار کیا۔یہ لوگ جہادفی سبیل اللہ کا جذبہ عالیہ اپنے دل ودماغ میں لےکرمیدانِ کارزار میں اترے ۔اللہ کے دین کی حرمتوں کی بےحرمتی اورعزتوں کی پائمالی کے خلاف وہ ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے ۔جہادکی خاطر رب کےراستہ میں انہوں نے اپنی معمولی متاع حیات سے لے کراپنی زندگی کاعزیز ترین ساز وسامان بھی لٹادیا۔اپنی دوستی اوردشمنی کی بنیادانہوں نے فقط اپنے خالق ومالک اللہ رب العالمین کوقرار دیا ۔انہوں نے اپنی پرتعیش زندگیاں ترک کرکے ،ائیر

کنڈیشنڈ کوٹھیوں ،دفتروں اور گاڑیوں کو خیر باد کہہ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر آ کر ڈیرے ڈالے ۔جنھوں نے دل میں یہ بات پختہ کر لی تھی کہ

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

دنیا اور دنیا کی سج دھج قربان کرنے کا مقصد کسی دنیوی مفاد کا حصول نہیں تھا بلکہ اپنے اللہ کی ابدی اور ازلی نعمتوں کا حصول ہے۔وہ کوئی بھی عمل کرتے ہیں (چھوٹا یا بڑا) اس کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد ''جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا حصول'' ہے۔جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام اپنے اللہ سے ملاقات کے لیے کوہ طور پر جا رہے تھے۔ان کے ساتھ ان کی قوم کے ستر (۷۰) افراد بھی تھے ۔جب وہ مقام قریب آیا جہاں اللہ رب العزت سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا تھا تو وہ اپنے قدم تیز تیز اٹھانے لگے۔باقی افراد کچھ پیچھے رہ گئے ۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: اے موسیٰ ! تو نے یہاں قریب آ کر اپنی چال میں تیزی کیوں پیدا کی ہے؟ تو انہوں نے وہ جواب دیا جو سورۂ طٰہٰ کی آیت:۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ عَجِلۡتُ اِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی﴾ [طٰہٰ:۲۰:۸۴]

''اور میں نے اے میرے رب! تیری طرف جلدی اس لیے کی کہ تو راضی ہو جائے''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اپنی رفتار میں تیزی پیدا کرنا بظاہر معمولی سا اور عام سا عمل ہے مگر اس معمولی عمل کے پیچھے بھی موسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر فقط اللہ کی رضا مقصود ہے۔

آدمیوں کے ہجوم میں سے نکلنے والی یہ ایک چھوٹی سی جماعت وہ تھی جس نے اسلام کے صاف اور شفاف دسترخوان پر نشوونما پائی تھی ۔قرآن کی تعلیم سے خود کو آراستہ کیا تھا۔عزت و شرف کے حامل اپنے اسلاف کی سیرت پر غور وفکر کیا تھا ۔انہوں نے اپنی ''دوستی اور دشمنی کا

معیار'' دین اسلام کو بنایا تھا۔اپنی دوستی اور دشمنی کو انھوں نے زمین و آسمان کے پروردگار کے لیے خالص کر لیا تھا۔انھوں نے صاف صاف اور علی الاعلان کہہ دیا:

''اے ہماری قوم کے لوگو! ہم تم سے بیزار ہیں، مشرق ومغرب میں تم جن عالمی طاقتوں کی عبادت کرتے ہو اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوتے ہو ہم ان سے بھی بے زار ہیں ۔ہم تمہارے باطل معبودوں گندے اور گناہ آلودہ ایجنڈوں اور عادات فاسدہ ومفسدہ سے لاتعلق ہیں ۔ہم اللہ رب العالمین کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ،وہ اللہ جو پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کا معبود برحق ہے، جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا واحد پروردگار ہے۔ہم اپنے چہروں کا رخ نہ کسی وائٹ ہاؤس کی طرف کرنا چاہتے ہیں نہ ماسکو نہ لندن کی طرف ۔عالمی طاقتوں کی لونڈی ''اقوام متحدہ'' ہمارا قبلہ ہے اور نہ نام نہاد ''سلامتی کونسل''۔ہمارا کعبہ وقبلہ صرف ''البیت العتیق ''یعنی خانہ کعبہ ہے۔عالمی طاغوتی طاقتوں کے ورلڈ آرڈر کو ہم تسلیم کرنے والے نہیں ہیں ۔ہمارے سامنے سَیِّدُ الحُنَفَاءِ وَالْمُحِبِّین جناب ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی ملت اور سیرت موجود ہے۔'' انسانوں کے بہت بڑے ہجوم میں سے کفار کے سامنے اسٹینڈ (Stand) لینے والے چند نوجوانوں کی جماعت نے اپنی قوم کے سامنے یہ اعلان براءت اس لیے کیا کہ قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ کی آیت :۴ ان کے دلوں کی تختیوں پر منقش تھی ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾

''(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود

ہے۔جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ہم تمہارے عقائد ونظریات کا انکار کرنے والے ہیں۔جب تک تم اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان نہ لے آؤ۔''

چند مخلص نوجوانوں کی یہ جماعت ایسے اجلے اور روشن چہروں والوں کی جماعت ہے۔جن کی پیشانیوں پر بددیانتی ،خیانت ،لوٹ مار اور کرپشن کا کوئی داغ اور دھبہ بفضل اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔یہ بے داغ ماضی کے حامل نوجوان تھے۔

ان کے ہاتھ ہر معاملے میں صاف تھے۔اللہ کے دشمنوں اور اسلام کے مخالفوں کے ساتھ انہوں نے کبھی کوئی ساز باز نہیں کی۔اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کافروں سے کوئی گندہ معاہدہ نہیں کیا۔مسلمانوں کی جائیداد اور املاک کو کفار کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا۔انھوں نے مسلم علاقوں میں کافروں کو من مانیاں کرنے اور کھل کھیلنے کا کوئی موقع فراہم نہیں کیا۔یہ خوددار، غیرت مند اور باحمیت نوجوان دین کی سربلندی اور شریعت اسلامیہ کے احیاء اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی ترویج کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔

ہر وہ شخص جو قرآن وسنت پر تدبر وتفکر کرتا ہے،ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو چکھ لیتا ہے اور سلف صالحین کی سیرت وکردار پر غور وفکر کرتا ہے تو وہ شخص لازماً جان جاتا ہے کہ ''مسئلہ الولاء والبراء'' کی اسلام میں کیا اہمیت اور ضرورت ہے۔''دوستی اور دشمنی کا معیار'' یہ وہ موضوع ہے کہ جو دین کا ستون اور دین کی بنیاد ہے۔یہ وہ ستون ہے کہ جس پر اس دین کی عمارت کھڑی ہے ۔''دوستی اور دشمنی'' کے مسئلہ کا دین اسلام میں وہی مقام ہے جو انسانی جسم میں ''سر'' کو حاصل ہے ۔اگر سر کو جسم سے جدا کر دیا جائے تو سارا جسم بے حس وحرکت اور بے جان ہو جاتا ہے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحت ایمان کے لیے

''الکُفرُ بِالطَّوَاغِیت'' کو شرط قرار دیا ہے۔ یعنی جب تک کوئی شخص تمام طاغوتوں کا انکار نہ کرے اس شخص کا عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ایمان واسلام کبھی درست ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ''طاغوتوں کے انکار'' کا حکم پہلے دیا ہے اور ایمان باللہ کا حکم بعد میں دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی﴾

''پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔'' [البقرۃ:۲:۲۵۶]

اس آیت میں ''الۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی'' سے دینِ اسلام اور شہادتِ توحید مراد ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ طاغوت کا انکار اس وقت تک کیسے ممکن ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے سوا تمام زندہ اور مردہ معبودوں اور ان کے عبادت گزاروں سے اعلان براءت اور اظہار نفرت نہ کیا جائے۔ اس صورت حال میں دنیا کے تمام طاغوتوں، اسلام کے مخالفوں اور زندہ مردہ معبودوں سے بیزاری اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب مبین میں امام المؤحدین، سیّد المُحِبّین جناب ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کا حکم بھی دیا ہے۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ملتِ ابراہیمی کی بنیاد ہی مسئلہ ''الولاء والبراء'' پر قائم ہے کہ ''دوستی اور دشمنی'' کا معیار فقط اللہ رب العالمین کی ذات بابرکات ہے۔ اللہ تعالیٰ ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝﴾ [النَّحل=۱۶:۱۲۳]

''پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں۔ جو

مشرکین میں سے نہ تھے''۔

جی ہاں......! ایک وہ وقت تھا جب ''الوَلَاء وَالبراء '' کا معنی اور مفہوم ابتدائی مسلمانوں کے دلوں میں موجود تھا۔ وہ اللہ کی خاطر محبت کرتے تھے اور اللہ کی خاطر ہی نفرت کرتے تھے۔ دنیا بھر کے کلمہ گو مسلمان ان کے بھائی اور دوست تھے اور دنیا بھر کے کافر اور مشرک ان کے مخالف اور دشمن تھے۔ اسی عقیدہ و نظریہ کی بنیاد پر وہ جنگیں کرتے تھے، جہاد کے لیے نکلتے تھے۔ اسی عقیدہ کی بنیاد پر ہونے والے جہاد کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو ساری دنیا میں قوت و شوکت اور عزت و آزادی سے سرفراز کیا تھا۔

مسلمانوں کے دلوں سے جب ''الولاء والبراء'' کا معنی مفقود و معدوم ہوا ''الولاء والبراء'' کے احکام دماغوں سے غائب ہوئے۔ یہ عقیدہ آ جا کر صرف اور صرف بڑی بڑی لائبریریوں اور مکتبوں ہی میں لکھا ہوا رہ گیا۔ یہ عقیدہ صرف اور صرف علماء کے دروس، مواعظ اور خطبات ہی کا حصہ بن کر رہ گیا۔ عملاً اس سے بے رخی اور بے اعتنائی برتی گئی تو امت اس حالت کو پہنچ گئی جو آج سب مسلمانوں کو نظر آ رہی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو وہ درخشندہ اور تابناک ماضی اس وقت تک نصیب نہیں ہوسکتا جب تک ہم اس سابقہ حالت میں نہیں لوٹتے جس پر ہمارے اسلاف اور السابقون الاولون گامزن تھے۔ وہ خوشگوار ماضی ہمیں اس وقت تک دوبارہ دیکھنا نصیب نہیں ہوسکتا جب تک ہم سچے دل سے اسلام کے احکام اور شریعت اسلامیہ کی طرف نہیں پلٹتے۔ دین اسلام اور شریعت اسلامیہ کی طرف پلٹنے کا سب سے بڑا ثبوت عقیدہ ''الولاء والبراء'' کی طرف پلٹنا ہے اللہ کی خاطر مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کا عقیدہ ہی بندۂ مومن کو میدان جہاد کا راستہ دکھاتا ہے ۔جب وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ظلم کی چکی میں پیستا ہوا اور مسلم عزتوں کو پائمال اور نیلام ہوتا ہوا

دیکھتا ہے تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں بے خطر کود پڑتا ہے۔ بڑی سے بڑی رکاوٹ اور خوف بھی اس کے راستہ میں حائل نہیں ہوسکتا۔ جب الولاء والبراء کے عقیدہ پر مبنی جہاد فی سبیل اللہ معرضِ وجود میں آتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام باطل اور منسوخ دینوں پر غلبہ وسربلندی بھی عطا فرماتا ہے۔ مسلمانوں کو کافروں کے پنجۂ استبداد سے چھٹکارا بھی حاصل ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی کوئی مذہبی جماعت ہو،کوئی اسلامی تنظیم ہو یا کوئی اسلامی ریاست اور مملکت ،جس کا اصل منہج اور بنیاد اسلام کا شرعی عقیدہ ''الولاء والبراء'' نہیں وہ جماعت ، تنظیم اور مملکت بالکل مردہ اور بے جان ہے ۔لازم ہے کہ اس پر چار تکبیرات (نماز جنازہ) پڑھ دی جائیں ۔ایسی جماعت ، تنظیم اور مملکت کو اللہ رب العالمین کی طرف سے کبھی استحکام ،پختگی اور قوت حاصل ہوسکتی ہی نہیں ۔ان کی مثال انتہائی گرمی کے موسم میں چٹیل میدان میں دکھائی دینے والے ''سراب'' کی سی ہے۔جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاءً حَتّٰى اِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا﴾

''(کافروں کے اعمال) چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت (سراب) کی طرح ہیں ،جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے۔لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا۔''

میرے مؤحد ومومن بھائیو! اس قسم کی جماعتیں اہل توحید اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگوں کی جماعتیں نہیں ہیں ۔نہ ان کو مسلمانوں ،مجاہدوں اور مؤحدوں کی جماعتیں سمجھنا اور شمار کرنا چاہیے۔ یہ مذہبی جماعتیں اور اسلامی ریاستیں محض کٹھ پتلیاں ہیں ۔جس طرح ان کو کفار کی انگلیاں حرکت میں لاتی ہیں یہ اسی طرح حرکت کرتی ہیں ۔کافر طاقتیں ،عالمی قوتیں ،بین

الاقوامی طاغوتی تنظیمیں (اقوام متحدہ، دولت مشترکہ، سلامتی کونسل، اور آئی ایم ایف وغیرہ) جس طرح کے مفادات ان سے حاصل کرنا چاہیں یہ ان کے سامنے دست بستہ ہو کر مجسمۂ تسلیم ورضا بنی ہوتی ہیں۔

ان جماعتوں، تنظیموں، ریاستوں اور ان کے کارکنوں اور افراد کی کثرت تعداد کی وجہ سے کبھی دھوکہ نہ کھایئے۔ جہنم کا ایندھن بننے والے لوگوں کی بلاشبہ کثرت ہی ہوگی۔ اس کے برعکس اسلام کی خاطر جہاد کرنے والے مخلص اور مؤحد افراد کی قلت کی وجہ سے بھی پریشان نہ ہوں کیونکہ یہی لوگ اسلام کی اصل قوت اور طاقت ہیں۔ لسی کے مقابلے میں اوپر نمودار ہونے والا مکھن تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ یہی چند مخلص، مؤحد اور مجاہد افراد ہی حقیقی معنی میں اللہ کی جماعت اور اللہ کا گروہ ہیں۔ یہی لوگ اللہ کی دوستی اور محبت کے اصل حقدار ہیں۔ ہر دور اور زمانہ میں یہ بالکل تھوڑے، اجنبی اور پردیسی بن کر ہی نمایاں ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَدَأَ الإِسْلَامُ غَرِيبًا وَ سَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ)) [1]

''اسلام کا جب آغاز ہوا تھا تو اسلام اجنبی تھا۔ اس پر پھر وہی حالت آجائے گی کہ یہ اجنبی ہو جائے گا۔ (اس وقت جو دین پر چلیں گے وہ بھی اجنبی ہوں گے) پس ان اجنبیوں کو میری طرف سے مبارک باد ہو۔''

ان اجنبیوں کو آج کے زمانہ میں دیکھنا ہو تو آپ کو قبائلی علاقہ جات میں پھیلے ہوئے وہ مجاہدین نظر آئیں گے جن کی ''دوستی اور دشمنی کا معیار'' فقط اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ وطن، قوم، خاندان، علاقائی اور لسانی تعصب ان کی دوستی اور دشمنی کا معیار نہیں ہے۔ آج وہ اس دور کی

[1] صحیح مسلم=كتَابُ الإِيمَانِ : بَابُ بَيَانِ أَنَّ الإِسْلَامِ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا وَ إِنَّهُ يَأرِزُ بَيْنَ المَسْجِدَيْنِ، الحديث:١٤٥

یاد تازہ کررہے ہیں جو ہمارے اسلاف کی اصل میراث تھا۔دین کے جو عقائد،نظریات اور جذبات راکھ کے نیچے دب چکے تھے وہ ان کو از سرنو زندہ کررہے ہیں۔

آخر میں ہم اللہ رب العزت کے ہاں دعا گو ہیں۔اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات حمیدہ کا واسطہ اور وسیلہ پیش کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ:

- اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مجاہد اور مؤحد بندوں میں شامل کرلے۔ہمیں ان اجنبیوں میں شامل کرلے جو ہر دور میں قلیل ہی رہے ہیں۔کل روز محشر اللہ تعالیٰ ہمیں قبروں سے زندہ کرکے ان کے ساتھ ہی شامل کرے۔
- ہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو ایسی سیدھی شاہراہ پر چلادے کہ جس پر چل کر اہل توحید اور اہل اطاعت کو عزت وفلاح نصیب ہو۔اہل شرک وکفر کو ذلت ورسوائی اور شکست وریخت کا چہرہ دیکھنا پڑے۔توحید وسنت کا علم ہر سو لہرا جائے۔شرک وبدعت کا قبیح جھنڈا ذلت وپستی کا شکار ہوکر سرنگوں ہوجائے۔

ہم اپنے پروردگار سے یہ بھی التجائیں کرتے ہیں کہ

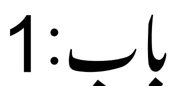
- یااللہ! جو دین تو نے بنی نوع انسان کے لیے پسند فرمایا ہے اس کو اپنی زمین پر قوت وطاقت عطا فرما۔مسلمانوں کے درمیان خوف وہراس کو امن وسلامتی سے بدل دے۔اور مسلمانوں کی ناگفتہ بہ ذلت وخواری کو عزت وشوکت میں تبدیل کردے۔
- یااللہ تو اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرما۔کفر اور اہل کفر کو ذلیل ورسوا اور تباہ وبرباد فرما۔یااللہ! تو ہر چیز پر قادر ہے اور ہماری دعا کو شرفِ قبولیت بخشنے پر بھی قادر ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَ سَلَّمَ عَلٰی عَبْدِہٖ وَ رَسُوْلِہٖ

مُـحَـمَّـدٍ وَّ عَـلٰـی آلِـہٖ وَصَـحَبِـہٖ أَجْـمَعِیْنَ وَ عَلٰی مَنْ تَبَعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اَلْعَبْدُ الْفَقِیْر اِلٰی رَحْمَةِ رَبِّہٖ وَ مَوْلَاہُ

ابوعمرو عبدالحکیم حسان



''مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے۔اور ایک ایسی امتیازی خوبی ہے جس سے دین اسلام بقیہ تمام ادیان و مذاہب سے ممتاز قرار پاتا ہے۔

چند ابتدائی باتیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کے آخر میں رسول اکرم، نبی رحمت، پیغمبر جہاد، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ان کی طرف قرآن وسنت کی صورت میں اپنی شریعت اور اپنا منہج وحی کر دیا تاکہ اس وحی الٰہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر اجالوں کی طرف لے آئے یعنی گمراہی وضلالت سے نکال کر ہدایت اور صراط مستقیم کی طرف لائے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ شریعت اسلامیہ اور دعوت الٰہیہ کی ایک بنیاد ضرور ہے۔ جس پر شریعت ودعوت کی عمارت کھڑی ہے۔ جس بنیاد پر یہ عمارت قائم ہے وہ بنیاد ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

''مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے۔ اور ایک ایسی امتیازی خوبی ہے جس سے دین اسلام بقیہ تمام ادیان ومذاہب سے ممتاز قرار پاتا ہے۔

پیغمبر آخرالزمان کو اسوۂ براہیمی کی پیروی کا حکم:

اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ اور تمام اہل ایمان کے لیے امام الموٴحدین جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام کا نمونہ پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ: موٴمنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی'' کا بیڑا اٹھانے والوں میں سب سے قدآور شخصیت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے آخرالزماں پیغمبر امام الانبیاء والمرسلین جناب محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ بھی ملتِ ابراہیمی کی پیروی کریں''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۝﴾[الممتحنة ٦٠:٤]

(مسلمانو!)تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے۔جبکہ ان سب نے اپنی قوم والوں سے برملا کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار (متنفر) ہیں ہم تمہارے (عقائد ونظریات) کے منکر ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہ لے آؤ۔ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہو چکی ہے۔لیکن ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ سے کہی ہوئی اتنی بات (نمونہ نہیں ہے) کہ میں تمہارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں ہے۔اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے''

ایک اور مقام پر بھی یہی حکم دیا گیا۔اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝﴾

''پھر ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں ۔جو مشرکین میں سے نہ تھے''

انسانی تاریخ میں ایسا دور بھی آیا ہے کہ اللہ رب العالمین کی شریعت کی پاسداری میں ''اَلوَلَاء

وَالْبَــرَاء ''(اللہ کے لیے دوستی اور اللہ کے دشمنی) کی بڑی حیرت انگیز مثالیں منظر عام پر آئی ہیں۔ دین کی دشمنی کی بنیاد پر کبھی بیٹا اپنے باپ کو قتل کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو کبھی اسلام کی بیٹی دین کی بنیاد پر اپنے اہل خانہ اور برادری کو داغ مفارقت دیتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی دین اسلام کے وفا شعاروں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑا۔ جبکہ اس قادر وقدیر وحدہ لاشریک لہٗ ہستی نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو اپنے دشمنوں پر غلبہ بھی عطا فرمایا۔ [1]

---

[1] قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْآ اٰبَآئَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ [المجادلة=٥٨:٢٢]

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔''

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر وتشریح کے ضمن میں مفسرین کرام نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ:

- سیدنا ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے غزوۂ بدر کے روز میدانِ بدر میں اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا۔
- نیز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے بدر کے دن اپنے حقیقی بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔
- سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نازل ہوئی کیونکہ انھوں نے اپنے حقیقی بھائی عبید بن عمیر کو بدر کے دن ہی قتل کیا تھا۔
- اس آیت کا نزول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی تعلق رکھتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے ای قریبی رشتہ دار (اپنے سگے ماموں عاص بن ہشام) کو قتل کر دیا تھا۔
- یہ آیت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب، سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو بدر کے دن قتل کر دیا تھا۔
- یہ واقعہ بھی مندرجہ بالا مضمون ہی سے تعلق رکھتا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ اُن کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ پھر اس حاصل کیے ہوئے فدیے (تاوانِ جنگ) سے مسلمانوں کی قوت وطاقت (اسلحہ وغیرہ) کا سامان بنایا جائے آخر وہ ہمارے ہی چچیرے بھائی اور برادری والے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت کی دولت سے بھی نواز دے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! میری رائے اور مشورہ وہ نہیں ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا ہے، میں تو آپ سے عرض کروں گا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ قیدیوں میں سے جو فلاں شخص میرا قریبی رشتہ دار ہے وہ مجھے دیا جائے اور مجھے اس کی گردن کاٹنے کا اختیار حاصل ہوتا کہ میں اس کی گردن کاٹ ڈالوں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دنیا سے ٹوٹ کر محبت کرنے والوں کا انجام:

وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ بعد میں کچھ ایسے نالائق ، نااہل اور ناخلف پیدا ہوئے جو دنیا اور دنیا کی سج دھج کے ساتھ چمٹ گئے۔آخرت کو نظر انداز کر کے دنیا کی طرف ہی اپنا کلی میلان کر دیا اور جہاد فی سبیل اللہ کو بالآخر خیر باد کہہ دیا۔حالانکہ دین اسلام میں ''الولاء والبراء'' کا سب سے بڑا مظہر جہاد فی سبیل اللہ ہی تھا۔تو اس دنیا کی طرف میلان اور ترک جہاد کے جرم کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا اور پھر اللہ کے باغی اور دشمن ان نالائقوں ،نااہلوں ،دنیا کے لالچیوں اور جہاد سے پسپائی اختیار کرنے والوں کی عزتوں کو تار تار کرنے لگے اوران کے علاقوں اور ملکوں کو روندتے ہوئے ان کے گھروں میں آگھسے۔بعدازاں مسلمانوں کے درمیان سے ہی نئی روشنی کی دلدادہ ایسی پود پیدا ہوگئی جنھوں نے اللہ کے دشمنوں کی دوستی کو اوران کی فرمانبرداری کو سب سے زیادہ مقدم رکھا۔بجائے اس کے کہ وہ اللہ رب العزت سے مدد طلب کرتے ہوئے اوراللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو تھامتے ہوئے ان کافروں کے خلاف معرکہ آراء ہوتے۔بلکہ وہ تو دین اسلام سے دور ہوتے ہوتے بہت دور نکل گئے۔انہوں نے نہ صرف یہ کہ کافروں سے دوستیاں رچائیں بلکہ کافروں کی ایسے ایسے طریقے سے مدد کی کہ جس سے مسلمانوں کی قوت وشوکت ہی ختم ہو کر رہ گئی۔تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ایسے لوگ انسانی تاریخ کے کسی دور میں بھی صالح العقیدہ ،متقی اور پختہ ایمان والے نہ تھے۔بلکہ ایسے لوگوں کا تعلق یا تو کینہ پرور منافقین سے تھا جن کو نہ تو دین اسلام اچھا لگتا تھا نہ شریعت اسلامیہ کی سربلندی ان کو ایک نظر

۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کا قیدی حقیقی بھائی عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سپرد کیا جائے تاکہ وہ اس کی گردن کاٹ ڈالیں۔ علیٰ ھذا القیاس جس کا کوئی عزیز اور رشتہ دار قیدیوں میں ہے وہ اس کے حوالے کر دیا جائے اور اُس کو اختیار دیا جائے کہ وہ اس کا گلہ کاٹ ڈالے۔تاکہ اللہ تعالیٰ کو ہماری طرف سے پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کی کوئی محبت وموالات نہیں ہے۔[دیکھیے تفسیر ابن کثیر:٤/ ٣٣٠]

بھاتی تھی ۔سلفی العقیدہ مومنوں کے بارے میں کینہ وبغض اور شر وفساد یہ اپنے سینوں میں چھپائے رکھتے تھے ۔یا پھر ان کا تعلق ایسے گمراہ فرقوں اور مرتد قسم کے لوگوں سے تھا جو اپنے پاس سے گھڑا ہوا جھوٹ موٹ پر مبنی دین اور بے سروپا باتیں اسلام کی طرف منسوب کرتے رہتے تھے ۔مثلاً فرقہ باطنیہ اور فرقہ قرامطہ کے لوگوں کا یہی طرز عمل تھا۔

ماہ وسال اور لیل ونہار کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کے اور بھی بہت سے لوگ معرض وجود میں آئے ۔ایسے کینہ پرور منافقوں اور گمراہ مرتد فرقوں کی بددیانتی وخیانت کی وجہ سے ہی تو مسلمان بہت زیادہ مصائب وآلام سے دوچار ہوئے ۔

مسلمانوں کی ذلت وغلامی میں منافق حکمرانوں کا کردار:

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ایک صاحب بصیرت اور عقلمند شخص دائیں اور بائیں کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر خود محسوس کرسکتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ مجرم اور بدخواہ تمام اسلامی ممالک اور علاقوں میں موجود ہیں ۔انہوں نے مسلم علاقہ جات کو کافروں کے ہاتھوں فروخت کردیا اور مسلمانوں کی جائیدادیں اور املاک کو کافروں کے ہاں گروی رکھا ہوا ہے۔

بندروں اور خنزیروں کی اولاد ،یہود آج کل مسلمانوں کے آقا اور مالک بنے ہوئے ہیں ۔مسلمانوں کے خلاف کینہ وبغض اپنے سینوں میں پالنے والے صلیب کے پجاری آج مسلمانوں کے سیاہ وسفید کے مالک بنے ہوئے ہیں ۔یہود ونصارٰی کے علاوہ دیگر کافر بھی آج مسلمانوں کو غلام بنائے ہوئے ہیں ۔خواہ وہ کافروں کی کسی بھی جنس ،رنگ یا مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں ۔

مجاہدین اسلام کے خلاف علماء کے فتاوٰی جات:

منافق اور بے دین مسلمانوں نے اپنی اپنی کرسیوں اور عہدوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کافروں کے ساتھ ذلتوں اور رسوائیوں پر مبنی معاہدے کیے ہوئے ہیں اور اِن کرسیوں اور عہدوں پر وہ بزور شمشیر وسناں قابض ہوئے ہیں۔

پھر نہلے پر دہلا یہ کہ ان کو مسلمانوں ہی کی صفوں سے ایسے ایسے علماءِ سوء، درباری اور سرکاری مفتیان اور اصحاب جبہ ودستار مولوی ہاتھ لگ گئے جنہوں نے ضمیر فروشی اور دین فروشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے ایسے فتوے دے ڈالے جن فتوؤں سے ان مجرم حکمرانوں کے جرائم کو بھی نیک اعمال بنا کر پیش کیا گیا۔ کافروں کے ساتھ ذلتوں کے معاہدے (Pacts) کو جائز قرار دیا گیا۔ مسلمانوں کی مال ودولت اور جائیداد واملاک کافروں کے ہاتھوں بیچ دینے کو بھی درست کہا گیا۔ یہاں تک کہ ایسے ایسے قوانین بھی بنائے اور پاس کئے گئے کہ جن کی بدولت کافر وملحد قوتیں مسلمانوں کی گردنوں پر سوار ہوتی چلی گئیں۔

بلکہ معاملہ اس سے بھی کہیں آگے چلا گیا۔ ان دین فروش مفتیوں نے یہ فتوے بھی جاری کر دیے کہ اگر کوئی ان جیسے مجرم وملحد اور بے دین وسیکولر حکمرانوں کے خلاف خروج کرتے ہوئے کلمہ حق سر بلند کرتا تو ان لوگوں کو قتل کرنا اور ان پر گولی چلانا بھی جائز ومباح ہے۔ یہ بھی فتوے جاری کئے گئے کہ جو بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے اس کو (دہشت گرد کا نام دے کر) قتل کرنا واجب ہے۔ یہ بھی فتوے جاری ہوئے کہ اگر کوئی شخص اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے کسی دشمن کو قتل کر دے تو اس (مجاہد وغازی) کو قتل کرنا واجب ہے۔

خاص طور پر اگر کسی مجاہد کے ہاتھوں جہنم واصل ہونے والے کا تعلق کسی یہودی یا عیسائی لیڈر

سے ہوتو پھر ساری حکومتی مشینری حرکت میں آجاتی ہے اور دین اسلام سے محبت کرنے والے سلفی العقیدہ اور مذہبی لوگوں کا جینا حرام کر دیا جاتا ہے۔ایسی صورت میں تو ان دین فروش مفتیان، ضمیر فروش شیوخ، محکمہ اوقاف کی وزارتوں پر براجمان ارکان حکومت، ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں رکھنے والے درباری وسرکاری مذہبی پیشواؤں کے پاس تو ہر وقت فتوے تیار ہوتے ہیں کہ دین کا جذبہ رکھنے والوں، دینی سوچ رکھنے والوں، جہاد کی تڑپ رکھنے والوں اور جہاد کی تیاری کرنے والوں کی گردنیں اڑانا اشد ضروری ہے۔

اگرچہ اس مجاہد نے فقط اسلام کی لاج رکھتے ہوئے اللہ اور رسول ﷺ کی عزت وناموس پر غیرت کھاتے ہوئے اور اسلام کی بے حرمتی پر کبیدہ خاطر ہوتے ہوئے اللہ رب العزت کے کسی دشمن کے خلاف برسر پیکار کسی یہودی کافر یا مرتد کو قتل کیا ہو۔

صرف مجاہدین اسلام ہی امید کی روشن کرن ہیں:

اللہ رب العزت کا بھی یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جن ناگفتہ بہ اور بدترین حالات سے آج بے چارے مسلمان دوچار ہیں اس ذلت ورسوائی کو عزت وفلاح میں وہی لوگ تبدیل کریں گے جو اللہ رب العالمین کے لیے ''الولاء والبراء'' پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔یعنی ان کی دوستیاں بھی اللہ کے لیے ہیں اور اُن کی دشمنیاں بھی اللہ کے لیے ہیں، قادر وقدیر اللہ رب العالمین سے مدد طلب کرتے ہوئے وہ میدانوں میں کھڑے ہوتے ہیں، اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، کافروں اور ان کا تعاون کرنے والے مجرم اور ایجنٹوں سے جنگ کرتے ہیں ۔میدانوں میں ایک دوسرے کو تھامے رکھتے ہیں ۔قربانیاں پیش کرتے ہوئے دنیا کا کوئی مفاد ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اللہ ہی سے اجر وثواب کی امیدیں وابستہ کرتے ہیں ۔اُس وقت تک میدانوں

میں ڈٹے رہتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم اوراذن واجازت کے پسندیدہ اورمحبوب دین ''دین اسلام'' کو دنیا کے تمام باطل ومنسوخ دینوں پر غالب کر دیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ [النور=٢٤:٥٥]

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں۔اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا، جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا، جسے وہ ان لوگوں کے لیے پسند کر چکا ہے اور ان کے خوف وہراس کو وہ امن امان میں بدل دے گا۔وہ لوگ میری عبادت کریں گے۔میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں تو وہ لوگ فاسق ہیں۔''

جب مسلمان عزت وآزادی حاصل کریں گے تو:

جب مسلمان ذلت وپستی سے نکل کر عزت وفلاح کی طرف آئیں گے تو اس وقت مسلمانوں کے جذبات کیا ہوں گے؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

[الرُّوم=۳:۴-۶]

’’اوراس روز مسلمان شاداں وفرحان ہوں گے، وہ اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔اصل غالب اورمہربان وہی ہے، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے‘‘

جی ہاں! اس دن کافروں اورمشرکوں، بے دینوں اورملحدوں کی کیا حالت ہوگی؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ سَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ۝﴾ [الشُّعراء=۲۶:۲۲۷]

’’جنھوں نے ظلم کیے ہیں وہ بھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں‘‘

مجاہدین اسلام کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا:

اہل حق جو اپنے نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کوکومضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔قیامت تک ان کے مخالفین اورمعاندین کا کوئی حربہ اورکوئی چال ہرگز ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ ہر چند کے مخالفین ان اہل حق کی مخالفت میں انھیں بدنام اوررسوا کرنے کے لیے جیسے جیسے بھی (دہشت گرد،انتہاء پسند، بنیاد پرست اورشدت پسند جیسے)القابات سےنوازتے رہیں۔مگر شرط یہ ہے کہ وہ اہل حق قرآن وحدیث اورشریعتِ محمدیہ پر دل جمعی اوراستقامت کے ساتھ کاربندرہیں۔اللہ رب العزت کے مومن بندوں کےسواکسی کےساتھ دوستانہ مراسم قائم نہ کریں اوران کی دشمنی کارخ صرف اللہ کے دشمنوں کی طرف ہی رہے۔وہ اللہ کے دشمن خواہ کافر ہوں ،خواہ یہودی ہوں،خواہ عیسائی ہوں یادین اسلام سے پھر جانے والے مرتدین ہوں۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

﴿وَ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا لَا یَضُرُّکُمۡ کَیۡدُہُمۡ شَیۡئًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطٌ ﴿۱۲۰﴾﴾ [آل عمران=۳:۱۲۰]

''تم اگر صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو ان (کافروں) کی کوئی چال تمہیں ذرا نقصان نہیں دے گی''

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنۡ اُمَّتِیۡ یُقَاتِلُوۡنَ عَلَی الۡحَقِّ ظَاهِرِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ)) [1]

''میری امت میں سے ایک گروہ حق پر قائم رہتے ہوئے جنگ وقتال کرتا رہے گا اور وہ جہاد کرنے والے قیامت تک غالب رہیں گے۔''

ایک روایت کے الفاظ یوں مروی ہیں۔سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَاتَزَالُ عِصَابَةٌ مِنۡ اُمَّتِیۡ یُقَاتِلُوۡنَ عَلٰی اَمۡرِاللّٰهِ قَاهِرِیۡنَ لِعَدُوِّهِمۡ لَا یَضُرُّهُمۡ مَنۡ خَالَفَهُمۡ حَتّٰی تَاۡتِیَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمۡ عَلٰی ذٰلِكَ)) [2]

''میری امت کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم (پر عمل کرنے کی بناء) پر لڑتا رہے گا اور وہ اپنے دشمن پر غالب رہے گا ان کی مخالفت کرنے والا کوئی شخص ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا ۔یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے گی اور وہ اسی (غلبہ وکامرانی والی) حالت پر ہوں گے۔''

---

[1] تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم=کتاب الامارة:باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنۡ أُمَّتِیۡ ظَاهِرِیۡنَ عَلَی الۡحَقِّ لَا یَضُرُّهُم مَنۡ خَالَفَهُمۡ))، الحدیث:۱۹۲۳

[2] تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم=کتابُ الِامَارَةِ:بَابٌ قوله صلی اللہ علیہ وسلم ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنۡ أُمَّتِیۡ ظَاهِرِیۡنَ عَلَی الۡحَقِّ لَایَضُرُّهُمۡ مَنۡ خَالَفَهُمۡ)) ،الحدیث:۱۹۲۴

جبکہ رسول اللہ ﷺ کی اسی حدیث مبارکہ کو امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

((لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ)) ❶

''دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا اس کی خاطر مسلمانوں کا ایک گروہ یا جماعت قتال کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسی روایت کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔ اس روایت کے الفاظ یوں ہیں:

((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ قَائِمَةٌ بِأمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ)) ❷

✿✿✿✿✿

❶ تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم = کتاب الاِمارۃ: باب قولہ ﷺ ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ)) ، الحدیث: ۱۹۲۲

❷ تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم = کتاب الاِمارۃ: باب قولہ ﷺ: ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ))، الحدیث: ۱۰۳۷، (۴۹۵۵)

باب:2

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾[البقرة=٢:٢٥٧]

ایمان لانے والوں کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف خود لے جاتا ہے اور کافروں کے مددگار شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے''

''موالات'' کیا ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک عقیدۂ وتصور درست نہ ہو عمل کبھی درست نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہالت بہت سارے فاسد اعتقادات اور مخالفِ اسلام نظریات کا سبب ہے ۔اس بناء پر ہمارے لیے یہ چیز بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ ان اسماء والفاظ کو پہچانیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین قرآن مجید میں اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی سنت مطہرہ میں ذکر فرمائے ہیں ۔ہم جب ان اسماء والفاظ اور اصطلاحات کو پہچان لیں گے تو پھر ہم ان چیزوں کو بھی پہچان لیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے ۔قرآن وحدیث میں مذکور ان اسماء واصطلاحات میں سے ایک اہم ترین اصطلاح (Terminology)''الولاء والبراء '' بھی ہے ۔یہ دونوں الفاظ ①......الولاء ②......البراء بھی اللہ پاک کے کلام قرآن میں اور رسول اکرم ﷺ کی مبارک زبان سے نکلنے والی احادیث میں کئی مقامات پر مذکور ہیں۔

لفظ''الموالاۃ''(دوستی) کی مختصر وضاحت:

لفظ "الــمُــوَالَاــۃ" سے مشتق (نکلا) ہے۔أَلــوَلــیٰ کا معنی قربت اور نزدیکی ہے۔لفظ أَلــوَلیٰ (أَلــوَلیٰ میں لام ساکن ہے) نبی ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ میں بھی استعمال ہوا ہے ۔رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلے خاوند،سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹا عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔سیدنا عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں کھانا کھاتے ہوئے برتن میں چاروں طرف اپنا ہاتھ گھما رہا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

((یَاغُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ وَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ وَ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ)) [1]

"بیٹے! بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں، اپنے دائیں ہاتھ سے کھائیں اور اپنے آگے (یعنی قریب اور نزدیک) سے کھائیں۔"

اس حدیثِ رسول میں جو لفظ "یَلِیْكَ" استعمال ہوا ہے، اس کا معنی ہے کہ جو تیرے آگے ہے، قریب یا نزدیک ہے اور "یَلِیْكَ" کا تعلق لفظ الـوَلِیُ سے ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ الـوَلِیُ کا معنی نزدیک ہونا اور قریب ہونا ہے۔

اسی طرح عربی زبان میں یہ جملہ عام مستعمل ہے کہ "والی بَیْنَ شَیئَیْن" اس کا معنی ہے کہ اس (شخص) نے دو چیزوں کو بغیر کسی وقفہ اور خلا کے ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیا ہے۔"

علیٰ ہٰذا القیاس وضوء کے اعمال وارکان میں ایک عمل اور رکن "موالاۃ" بھی ہے جب یہ لفظ وضوء کے اعمال میں بیان ہوتا ہے تو پھر اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وضوء کے تمام اعمال وارکان اور فرائض ومستحبات کو پے درپے اور بغیر کسی وقفہ کے ایک دوسرے کے بعد بجالانا۔ [2]

مندرجہ بالا چند مثالوں سے ظاہر ہوا کہ "المُوَالَاۃ" اصل معنی "القُربُ" اور "اَلْمُتَابَعَةُ" ہے۔ الـقرب کا معنی نزدیکی اور قریب۔ جبکہ الـمتـابعۃ کا معنی ہے پیروی اور ایک دوسرے کے پیچھے لگنا یا لگانا۔ لفظ الـوَلی "الـعَدُوّ" کا متضاد (Opposite) ہے۔ الـوَلیُّ کے عربی

---

[1] صَحِيحُ الْبُخَارِيُ= كتَابُ الأطْعِمَة=بَابٌ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ وَالْأَكْلِ بِالْيَمِيْنِ، الحديث=٥٣٧٦، صَحِيحُ مسلم=كِتَابُ الْاَشْرِبَة:بَابُ آدَابِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ واحكامها، الحديث = ٢٠٢٢

[2] "الموالاۃ فی اعمال الوضوء" کا مطلب ہے کہ وضوء کے اعمال وارکان کو ایک دوسرے کے بعد پے درپے اور لگاتار (continuously) کرتے رہنا۔ یعنی وضوء کرتے ہوئے درمیان میں کوئی وقفہ اور تعطل نہ ہو۔ آدمی پہلے ہاتھ دھوئے، پھر کلی کرے، پھر ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑے، پھر چہرہ دھوئے اور کانوں کا مسح کرے، پھر سر کا مسح کرے پھر پاؤں دھوئے یہ سارے کام یکے بعد دیگرے کرتا جائے۔ اگر کوئی شخص مثلاً ہاتھ دھوئے، کلی کرے اور ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑنے کے بعد کسی اور کام کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اب جب وہ وضوء کرنے کے لیے آئے گا اور توجہ کرے گا تو اس کو وضوء کے اعمال نئے سرے سے شروع کرنا ہوں گے۔ کیونکہ درمیان میں وقفہ کرنے سے ترتیب اور موالات ختم ہوگئی ہے۔ اس کو "الموالاۃ فی اعمال الوضوء" کہا جاتا ہے۔

زبان میں چند دیگر معانی بھی ہیں۔مثلاً:

① النَّاصِرُ ...... مددگار

② المُعِيْنُ ...... تعاون کرنے والا

③ الحَلِيْفُ ...... جنگی معاہدوں میں ساتھ نبھانے والا۔

④ المُحِبُّ ...... محبت کرنے والا

⑤ الصَّدِيْقُ ...... سچا دوست

⑥ القَرِيْبُ فِي النَّسَبِ ...... قریبی عزیز

⑦ الْمُعْتَقُ ...... کسی غلام کو آزاد کرنے والا۔

⑧ العَبْدُ ...... غلام

⑩ ہر وہ شخص جو کسی اہم کام کا ذمہ دار ہو اور اس کا بیڑا اٹھانے والا ہو وہ اس کام کا ولی ہوتا ہے۔

جیسے حاکم اور امیر کو ولی الأمر کہا جاتا ہے کہ یہ شخص عنانِ حکومت سنبھالے ہوئے ہے اور ملکی انتظامات کا ذمہ دار ہے۔اسی طرح عورت کا بھی ولی ہوتا ہے جس کی اجازت کے ساتھ ہی نکاح کا انعقاد ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ الموالات کا اصل معنی اور سب سے زیادہ استعمال ہونے والا معنی ''محبت کرنا'' ہے۔اس کی دلیل رسول اکرم ﷺ کا وہ فرمان ہے جو آپ ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

((هٰذا وَلِيُّ مَن اَنَا مَوْلَاهُ ۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ ۔ أَللّٰهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ)) [1]

---

[1] مقدمة صحيح ابن ماجه=باب فى فضائل اصحاب رسول اللّٰه ، الحديث : ٩٤

’’(یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ) اس کا دوست ہے جس کا میں دوست ہوں۔ یا اللہ! تو بھی اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔ یا اللہ! تو اس سے دشمنی کر جو اس سے دشمنی کرے۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث میں (وَالِ مَنْ وَالَاہٗ) کے الفاظ کا مطلب ہے۔ "أُحْبُبْ مَنْ أَحَبَّهُ وَانْصُر مَنْ نَصَرَهٗ" جس کا اردو زبان میں معنی یہ ہے کہ (یا اللہ!) جو اس (علی رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس کی مدد کرتا ہے تو بھی اس کی مدد فرما۔‘‘

اس بحث سے معلوم ہوا کہ لفظ ’’الموالاۃ‘‘ کا معنی ہے ’’محبت کرنا‘‘ اور ’’مدد کرنا۔‘‘

لفظ ’’المعاداۃ‘‘ (دشمنی) کی مختصر وضاحت:

"اَلْمُوَالَاۃ" کا متضاد (opposite) "اَلْمُعَادَاۃ" ہے۔ اَلْمُعَادَاۃ کا معنی اَلْمُبَاعَدَۃُ اور اَلْمُخَالَفَۃُ ہے۔ اَلْمُبَاعَدَۃ کا معنی ایک دوسرے سے دوری اختیار کرنا ہے اور اَلْمُخَالَفَۃ کا معنی ایک دوسرے کی مخالفت کرنا ہے۔ اَلْمُعَادَاۃ کا ہم معنی اور مترادف (similar) ایک اور لفظ "اَلْبَرَاءُ" ہے۔

"اَلْبَرَاءُ" کا معنی گلوخاصی حاصل کرنا‘‘ اور ’’دوری اختیار کرنا‘‘ ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں کہتا ہے کہ "بَرِئَ فُلَانًا" تو اس کا معنی ہوگا:

① فلاں نے فلاں سے ’’جان چھڑالی‘‘ ہے۔

② فلاں نے فلاں سے بیزاری کا مظاہرہ کیا ہے۔

③ فلاں نے فلاں سے دوری اختیار کرلی ہے۔

ہر قمری مہینے کی پہلی رات کو عربی زبان میں "لَيْلَةُ الْبَرَاءِ" بھی اسی بنا پر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ

اس رات چاند سورج سے بہت دور چلا جاتا ہے اور چاند بہت چھوٹا سا نظر آتا ہے۔ ❶

موالات کی دو قسمیں ہیں:

لفظ ''الموالاۃ'' کے تحت ہونے والی سابقہ ساری بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ الموالاۃ کی دو قسمیں اور دو معنی ہیں:

① ......''موالاۃ کی پہلی قسم وہ ہے جس کا تعلق دل سے ہے، جیسے دوستی اور محبت۔

② ......''موالاۃ'' کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق انسانی اعمال وکردار سے ہے جیسے نزدیکی ،قربت مدد و نصرت اور پیروی۔

موالاۃ کے دونوں معانی اکثر و بیشترا کھٹے پائے جاتے ہیں۔یا پھر ایک معنی دوسرے معنی کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔یعنی اگر پہلا معنی دلی محبت کرنے والا ہوگا تو دوسرا معنی محبت کرنے والا ضرور ہوگا۔اگر کوئی شخص، کسی قوم اور گروہ سے اندرون محبت کرتا ہے۔تو ظاہری طور پر بھی وہ اس قوم کی پیروی کرے گا اور ان کا ساتھ نبھائے گا جہاں دلی محبت ہوگی ،وہاں ظاہری پیروی اور ساتھ لازماً ہوگا۔لہٰذا ایک چیز کا وجود دوسری چیز کے لیے ظاہری اور باطنی تعلق کے حوالے سے دلیل اور علامت ہوگا۔اگر اس کا تعلق ہوتو اس کو عربی زبان میں ''الموالات'' کہا جائے گا۔

الولاء والبراء کے چند معانی:

سب صورت حال یہ ہے کہ ہم نے ''الولاء والبراء'' کے معنی کو پہچان لیا کہ الولاء کا ایک معنی ''محبت اور دوستی ہے''---- دوسرا معنی''قربت'' ہے ----تیسرا معنی ''نزدیکی'' ہے

❶ دیکھیے لسان العرب لابن منظور:۱۵/۶-۴۱۵، النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر:۵/۲۲۷،۲۳۰، المفردات للراغب الاصفھانی:۵۳۳،۵۳۵

----چوتھا معنی ''تعاون کرنا'' ہے----پانچواں معنی ''مدد اور نصرت کرنا'' ہے۔اور ہم نے یہ بھی پہچان لیا کہ البراء کا ایک معنی ''دوری اختیار کرنا'' ہے----دوسرا معنی ''مخالفت کرنا'' ہے----تیسرا معنی ''گلوخاصی چاہنا''یعنی کسی سے جان چھڑانا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے والے شخص کا معاملہ:

اس کے ساتھ ہی ہمارے لیے یہ بات واضح ہوکر اور نکھر کر سامنے آ گئی ہے کہ جو شخص بزعم خویش یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے،اس کے دین کا مددگار ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا ہے۔پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے اور اللہ کے دوستوں سے دشمنی کرنے والا ہو؟ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے عقائد ونظریات سے ہم آہنگی رکھنے والا ہو؟ اپنے قول وعمل اور گفتار وکردار سے کافروں کے ایجنڈوں کو (اپنے علاقہ وملک میں) نافذ کرنے والا ہو اور اُن کے مفادات کو تحفظ فراہم کرنے والا ہو؟ مسلمانوں اور مومنوں کے خلاف برپا کی جانے والی جنگ میں وہ کافروں کے شانہ بشانہ کھڑا ہو؟ جس شخص کا یہ حال اور معاملہ ہوگا وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا حمایتی نہیں ہوسکتا بلکہ ایسا شخص تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے دشمنوں میں سے بدترین اور خطرناک ترین دشمن ہوگا اور اللہ رب العزت کا انکار کرنے والا ہوگا۔

دنیا کی زندگی میں بھی اور قیامت کے روز بھی وہ سزا کا مستحق قرار پائے گا وہ شخص شیطان کا دوست اور شیطان کی پارٹی کا کارکن ہوگا۔اللہ تعالیٰ،اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دین کے ساتھ دوستی کا ذرا برابر جذبہ بھی اُس کے دل میں موجود نہیں ہوگا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے الفاظ میں دوستی اور دشمنی کی حقیقت:

یہی تو وجہ ہے کہ الولایۃ اور العداوۃ (یعنی دوستی اور دشمنی) کی تشریح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اَلْوَلَایَۃُ ضِدُّ الْعَدَاوَۃِ وَ أَصْلُ الْوَلَایَۃِ الْمُحَبَّۃُ وَالْقُرْبُ ، وَ أَصْلُ الْعَدَاوَۃِ الْبُغْضُ وَالْبُعْدُ ۔ وَالْوَلِیُّ الْقَرِیْبُ ۔ یُقَالُ: ھَذَا یَلِیْ ھَذَا أَیْ یَقْرِبُ ھٰذَا۔ فَاِذَا کَانَ وَلِیَّ اللّٰہِ ھُوَالْمُوَافِقُ الْمُتَابِعُ لَہٗ فِیْمَا یُحِبُّہٗ وَ یَرْضَاہُ وَ یُبْغِضُہٗ وَیَسْخَطُہٗ وَیأْمُرُ بِہٖ وَ یَنْھٰی عَنْہُ ، کَانَ الْمُعَادِیْ لِوَلِیِّہٖ مُعَادِیًا لَہٗ ، قَالَ تَعَالٰی ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَ قَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾[الممتحنۃ:۶۰:۱] وَقَالَ تَعَالٰی اَیْضًا : ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْآ اٰبَآءَکُمْ وَ اِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ﴾ [التوبۃ=۹:۲۳][1]

''اَلوَلَایَۃُ'' (یعنی دوستی) ''العَدَاوَۃُ'' (یعنی دشمنی) کا متضاد ہے۔اَلوَلَایَۃُ کا اصل معنی ''محبت اور قربت'' ہے۔اس کے برعکس العداوۃ کا اصل معنی ''نفرت اور دوری'' ہے ۔الوَلِیُّ کا معنی القریب (یعنی قریبی) ہے۔عربی زبان میں کہا جاتا ہے کہ ''ھٰذَا یَلِی ھٰذَا'' اس عبارت کا مطلب ہے کہ یہ چیز اس چیز کے بالکل قریب ہے۔اس لحاظ سے اللہ کا ولی (دوست اور حمایتی) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی موافقت کرتا ہے اور اس کے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔جس سے اللہ کو محبت ہو وہ اس سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کو پسند کرتا ہے۔جس سے اللہ کو نفرت ہو وہ اس سے نفرت کرتا ہے،جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو وہ اس سے ناراض ہوتا ہے،جس چیز کا اللہ حکم دیتا ہے وہ بھی اس کا حکم

---

[1] الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطن لابن تیمیۃ:۷

دیتا ہے اور جس سے اللہ منع کرے وہ بھی اس سے (لوگوں کو) منع کرتا ہے وہ شخص جو اللہ سے دشمنی کرنے والا ہوگا وہ اللہ کے ولی کا بھی دشمن ہوگا۔اس لیے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔تم تو اُن کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔اور وہ اس (دین) حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس آ چکا ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کی نسبت زیادہ پسند کریں۔''

شیخ محمد نعیم یاسین کے ہاں دوستی اور دشمنی کی حقیقت:

"اِعْلَمْ أَنَّ الْوَلَايَةَ مُشْتَقٌ مِنَ الْوَلَاءِ وَ هُوَ الدُّنُوُّ وَالقَرْبُ ، وَ الْوَلَايَةُ ضِدُّ الْعَدَوَاةِ ، وَالْوَلِيُّ عَكْسَ الْعَدُوِّ وَالْمُؤْمِنُونَ أَوْلِيَاءُ الرَّحْمٰنِ ، وَالْكَافِرُوْنَ أَوْلِيَاءُ الطَّاغُوْتِ وَالشَّيْطَانَ وَ مِنْ هَذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ مُوَالَاةَ الْكُفَّارِ يَعْنِى التَّقَرُّبَ اِلَيْهِمْ وَ اِظْهَارَ الْوُدِّ لَهُمْ بِالْأَقْوَالِ وَ الْأَفْعَالِ وَلنَوَايَا......اِلٰى أَنْ قَالَ: وَيَدْخُلَ فِيْهِ مُعَاوَنَتُهُمْ وَالتَّآمُّرُ وَالتَّخْطِيْطُ مَعَهُمْ وَ تَنْفِيذُ مُخَطَّطَاتِهِمْ وَالدُّخُولُ فِى تَنْظِيْمَاتِهِمْ وَأَحْلَافِهِمْ وَالتَّجَسُّسُ مِنْ أَجْلِهِمْ وَنَقْلِ عَورَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَسْرَارِ الْأُمَّةِ اِلَيْهِمْ وَالْقِتَالُ فِىْ صَفِّهِمْ [1]

''خوب جان لیجیے! بلاشبہ لفظ "الْوَلَايَةُ" ، "الْوَلَاء" سے مشتق (نکلا ہوا) ہے۔الوَلاء کا معنیٰ ''نزدیکی اور قربت'' ہے۔یہ بھی جان لیجیے کہ لفظ "الْوَلَايَة"

[1] الایمان لمحمد نعیم بن یاسین: ۱۱۱

لفظ "العَدَاوَۃُ" کا متضاد ہے(opposite)اسی طرح لفظ اَلْوَلِیّ لفظ "العَدَاوَۃُ" کا متضاد اور برعکس ہے۔اہل ایمان رحمٰن کے دوست اور قریبی ہیں ۔جبکہ اہل کفر طاغوت اور شیطان کے دوست اور قریبی ہیں۔اس وضاحت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مَوَالَاۃُ الْکُفَّار (یعنی کافروں سے دوستی) کا مطلب یہ ہے کہ:

① کافروں کی قربت اور نزدیکی حاصل کی جائے۔

② کافروں کے لیے محبت کا اظہار کیا جائے وہ اظہار خواہ گفتار واقوال سے ہو،خواہ کردار واعمال سے ہو،خواہ نیت وعزائم سے ہو۔"

فضیلۃ الشیخ محمد نعیم یاسین صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ "مَوَالَاۃُ الْکُفَّار" میں یہ چیزیں بھی شامل وداخل ہیں:

③ کافروں کی معاونت کرنا۔

④ کافروں کے احکامات کی بے چون وچرا بجا آوری کرنا۔

⑤ کافروں کے ساتھ مل کر حکمتِ عملی طے کرنا اور منصوبہ بندی کرنا۔

⑥ کافروں کے منصوبوں اور پروگراموں میں شامل ہونا۔

⑦ کافروں کے ساتھ باہمی معاہدوں میں شمولیت اختیار کرنا۔

⑧ کافروں کی خاطر جاسوسی اور (مختلف افراد وشخصیات کی) تلاشی میں حصہ لینا۔

⑨ مسلمانوں کے درپردہ معاملات ان کے سپرد کردینا۔

⑩ مسلمانوں کے خفیہ جنگی راز اور معلومات کافروں کو فراہم کرنا اور

⑪ کافروں کے اتحاد میں شامل ہوکر مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شمولیت اور شرکت اختیار کرنا" (یہ تمام چیزیں اور شقیں کافروں سے دوستی کی مد میں آتی ہیں۔)

لفظ المُوالَاۃِ اور التَّوَلِّی میں ایک دقیق فرق:

یہاں ایک بڑا لطیف علمی نکتہ بھی سمجھنے کے قابل ہے۔وہ یہ کہ عربی زبان میں دوستی کے لیے ایک لفظ "الـمُـوَالَاۃ" استعمال ہوتا ہے اور ایک لفظ "التَّـوَلِّـی" مستعمل ہے۔لفظ الموالاۃ تو قربت،نزدیکی،پیروی،مدد،تعاون،محبت،دوستی اور غلامی وغیرہ کے معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔لیکن لفظ "التَّـوَلِّـی" بطور خاص صرف اور صرف دو معانی {1} پیروی اور {2} نصرت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہی وہ معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں وارد ہوا ہے،جو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝﴾

[الحج=٢٢:٤]

"اس (شیطان) پر (اللہ کا فیصلہ) لکھ دیا گیا ہے کہ جو کوئی اس کی پیروی کرے گا وہ اسے گمراہ کردے گا اور اسے آگ ک عذاب کی طرف لے جائے گا"

مذکورہ آیت کریمہ میں ﴿مَنْ تَوَلَّاهُ﴾ کا معنی یہ ہے کہ "جو اس کی پیروی کرے گا" لفظ "التَّوَلِّی" کا دوسرا مخصوص معنی "مدد و نصرت" اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے فرمان میں وارد ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾

[الممتحنة:٦٠:٩]

''اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی (مدد وتعاون) سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس نکالے دیے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی جو لوگ اس قسم کے کافروں کی مدد ونصرت کریں گے وہ (پکے ٹھکے) ظالم لوگ ہوں گے''

مذکورہ آیت کریمہ میں بھی ﴿اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝﴾ کا معنی یہ ہے کہ ''تم ان کی مدد ونصرت کرو اور جو شخص بھی ان کی مدد ونصرت کرے گا تو یہی لوگ ظالم ہوں گے''

اسی طرح قرآن مجید میں ایک مقام پر ''التَّوَلِّی''مدد ونصرت کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ......﴾ [الممتحنة=٦٠:١٣]

''(اے مسلمانو!) ایسی قوم کی مدد ونصرت نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے......''

مذکورہ آیت کریمہ میں ﴿لَا تَتَوَلَّوْا﴾ کا معنی ہے کہ تم دوستی نہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور فرقان حمید میں اپنا ایک خصوصی وصف بیان کیا ہے کہ میں مومنوں کا حامی ومددگار رہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝﴾ [البقرة=٢:٢٥٧]

ایمان لانے والوں کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف خود لے جاتا ہے اور کافروں کے مددگار شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر

اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے“

مذکورہ آیت میں بھی ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ان الفاظ کا معنی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں۔“لہٰذا اس آیت میں "وَلِيُّ" کا معنی مددگار ہے۔اس طرح مذکورہ آیت میں ﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ﴾ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ان الفاظ کا معنی ہے”وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے مددگار طاغوت ہیں۔“اس آیت میں اولیاء کا معنی (زیادہ تعداد میں)مددگار“ ہے۔علیٰ ہٰذا القیاس۔

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی یہ لفظ مددگار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾[التحریم=٦٦:٤]

”یقیناً اس (رسول اللہ ﷺ) کا مددگار اور کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے،جبریل علیہ السلام ہے اور نیک اہل ایمان ہیں اوران کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں“

مذکورہ آیت میں لفظ "مَولَاہُ" کا معنی ”اس کا مددگار“ ہے۔

نیز قرآن مجید کے ایک اور مقام پر بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور وہاں بھی یہ مددگار کے معنی میں ہی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾

[سورۂ محمد=١١:٤]

”(اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سزائیں دیں)اس لیے کہ ایمان والوں کا مددگار اور کارساز

خود اللہ تعالیٰ ہے اور کافروں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے''

مذکورہ آیت کریمہ میں بھی لفظ "مولیٰ" دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ دونوں جگہ اس کا معنی ومددگار اور کارساز ہے۔

یہ چند آیات بطور مثال ذکر کی گئی ہیں ان کے علاوہ جہاں جہاں بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے اکثر وبیشتر اِسی معنی میں ہے۔

مذکورہ بالا ساری گفتگو کا لب ولباب یہ ہے کہ لفظ "التَّوَلِّی" لفظ "المُوَالَاۃ" سے زیادہ خصوصیت کا حامل ہے۔ "التَّوَلِّی" کا مطلب یہ ہے کہ "عَلَی الاِطلَاق" (غیر مشروط طور پر) پیروی اور فرمانبرداری کرتے جانا اور پوری پوری مدد ونصرت کرنا۔'' مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ التَّوَلِّی اور المُوَالَاۃ کے درمیان عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔[1]

شیخ عبداللہ بن عبداللطیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"التَّوَلِّی" اور "المُوَالَاۃ" کے مابین بیان کیے گئے اِسی فرق کو ہی ملحوظ رکھتے ہوئے الشیخ عبداللہ بن عبداللطیف رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"التَّوَلِّی کُفرٌ یُخرِجُ مِنَ المِلَّۃِ وَ ھُوَ کَالذَّبِّ عَنھُمُ وَ اِعَانَتِھِمْ بِالْمَالِ وَالْبَدْنِ وَالرَّأْیِ ۔ وَالمُوَالَاۃُ کَبِیْرَۃٌ مِنَ الْکَبَائِرِ ۔ کَبَلِّ الدَّوَاۃِ وَ بَرِیِ

---

[1] ''دو چیزوں کے درمیان عموم اور خصوص کی نسبت'' کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز عام ہوتی ہے دوسری چیز اس عام میں سے ہی ہوتی ہے مگر وہ ایک خاص معنی ومفہوم اور مقام ومرتبہ رکھتی ہے۔ مثلاً نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔ ان کے درمیان بھی گویا عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔ ہر نبی، رسول نہیں ہوتا مگر ہر رسول، نبی ضرور ہوتا ہے۔ اسکی عام فہم یہ مثال بھی بن سکتی ہے کہ پاکستانی ہونا ایک عام نسبت ہے۔ مگر پاکستان کے چار صوبوں میں سے ایک صوبہ، پنجاب کی طرف نسبت کر کے پنجابی ہونا ایک خاص نسبت ہے۔ ہر پاکستانی پنجابی نہیں ہوتا مگر ہر پنجابی پاکستانی ضرور ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس المُوَالَاۃ ایک وسیع معنی کا حامل لفظ ہے اور التَّوَلِّی اس عام معنی میں سے ہی ایک مخصوص معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا المُوَالَاۃ میں ''التَّوَلِّی'' کا معنی موجود ہے۔ لیکن ''التَّوَلِّی'' میں المُوَالَاۃ کا سارا مفہوم اور معنی موجود نہیں۔ اس لیے ان دونوں میں بھی عموم وخصوص کی نسبت ہے۔

الْقَلَمِ وَالتَّبَشُّشِ أَوْ رَفْعِ السَّوْطِ لَهُم۔" ❶

''کافروں کے ساتھ التولی والاتعلق واضح کفر ہے جوملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے ۔مثلاً کافروں کا بھرپور دفاع کرنا۔نیز دامے،درہمے،سخنے اورقدمے ان کا پورا تعاون کرنا۔جبکہ کافروں سے المُوَالَاۃ جیسا دوستانہ تعلق اگرچہ ملتِ اسلامیہ سے نکالنے والا کفرنہیں مگروہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔''مثلاً

① کافروں کی خاطر اپنے قلم وقرطاس کوحرکت میں لانا اوران کی پالیسیوں کی حمایت میں مضامین(Articles)تحریرکرنا۔

② کافروں کوخوش کرنے کے لیےان کی خاطر بچھ بچھ جانااورصدقے واری جانا۔

③ مسلمانوں کے خلاف پولیس وفوج کوحرکت میں لے آنا اورگولی وبندوق کارخ مسلمانوں کی طرف کردینا۔یہ سب اعمال کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔''



❶ الدررالسنیة:۷/۲۰۱

مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی واجب ہے

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے درمیان باہمی الفت کو واجب ٹھہرایا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ مومنوں کی آپس میں محبت اور دوستی ایمان کے لوازمات اور اساسیات میں سے ہے۔اس کے ساتھ ساتھ کافروں اور مشرکوں سے محبت اور دوستی سے منع فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے یہ قطعاً حرام اور شجر ممنوعہ ہے۔یہ بھی واضح فرمایا کہ کافروں سے دوستی رچانا اور ان کی نصرت وحمایت اور کسی طرح کی سپورٹ (support) کرنا ساری دنیا کے مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کے بالکل منافی ہے۔

مومنوں سے دوستی کے وجوب کی پہلی دلیل:

مومنوں کے درمیان باہمی محبت ومودت واجب ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾ [المائدة=٥:٥٥،٥٦]

”تمہارا دوست تو اللہ تعالیٰ،اس کا رسول اور اہل ایمان ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (اپنے اللہ کے آگے) جھکتے ہیں، جو شخص بھی اللہ تعالیٰ،اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت اور پارٹی میں داخل ہوجائے گا) اور اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے“

مومنوں سے دوستی کے وجوب کی دوسری دلیل:

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اسی حقیقت اور حکم کو یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝﴾ [الأنفال=٨:٧٢-٧٥]

”جو لوگ ایمان لائے اور (اپنے وطنوں سے) ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ، اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی۔ تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی دوستی سے کوئی سروکار نہیں اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد و تعاون طلب کریں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے۔ مگر ان لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو (تو مدد نہیں کرنی چاہیئے) اور اللہ رب العزت تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور جو لوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تو (مومنو!) اگر تم یہ (آپس میں دوستی کا کام) نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا

اور جولوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں جنگ کرتے رہے
۔اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی ۔یہی لوگ سچے
مومن ہیں ۔ان کے لیے (اللہ کے ہاں) مغفرت اور عزت کی روزی ہے اور جولوگ
بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہوکر جہاد کرتے رہے
وہ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب کی رُو سے ایک دوسرے کے زیادہ
حق دار ہیں کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے''

مذکورہ بالا دونوں مقاماتِ قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ مومنوں کا آپس میں ایک دوسرے سے
محبت واُلفت کا تعلق قائم کرنا واجب ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا واضح بیان:

اسی بناء پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اِنَّ أَصلَ الدِّينِ وَ كَمَالِهٖ أَنْ يَكُوْنَ الحُبُّ فِى اللّٰهِ وَ الْبُغْضُ فِى اللّٰهِ وَ الْمُوَالَاةُ فِى اللّٰهِ وَالْمُعَادَاةُ فِى اللّٰهِ وَالِاسْتِعَانَهُ بِاللّٰهِ وَالْخَوْفُ مِنَ اللّٰهِ وَالرَّجَاءُ لِلّٰهِ وَالاِعْطَاءُ لِلّٰهِ وَالمَنَعُ لِلّٰهِ۔" [1]

''دین کی اصل حقیقت اور اوجِ کمال یہی ہے کہ:

1. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت ہو۔
2. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے نفرت ہو۔
3. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آپس میں دوستانہ مراسم ہوں۔
4. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنیاں ہوں۔

---

[1] الدرر السنية:۷/۱۰۹

5. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہر قسم کی عبادت ہو
6. اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جائے
7. اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے۔
8. اللہ تعالیٰ ہی سے تمام امیدیں وابستہ کی جائیں۔
9. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عنایات اور سخاوتیں ہوں۔
10. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی جگہ سخاوت و بخشیش سے ہاتھ روکا جائے۔

کافروں سے دشمنی کے وجوب پر تیرہ قرآنی دلائل:

جی ہاں ! جس طرح مومنوں اور مسلمانوں سے دوستی اور محبت واجب ہے بعینہٖ اسی طرح کافروں اور مشرکوں سے دشمنی اور عدوات واجب ہے۔اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

پہلی آیت:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ يَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ

اِبْـرَاهِيْـمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَـفَـرْنَـا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْـدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۝﴾ [الممتحنة=٦٠:١-٤]

''اے اہل ایمان! اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی تلاش کرنے کے لیے (مکے سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان کی طرف دوستی کے پیغام روانہ کرتے ہو اور وہ (دینِ) حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے منکر ہیں ۔اور اس وجہ سے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہو وہ (تمہارے) پیغمبر کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں ۔تم اُن کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو کچھ علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے ۔اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا، اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہیں تکلیف پہنچانے کے لیے تم پر اپنے ہاتھ (بھی) چلائیں اور اپنی زبانیں (بھی)۔اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ، قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناتے کام آئیں گے نہ اولاد۔اس روز وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے، تحقیق تمہارے لیے جناب ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے ۔جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں ۔تمہارے (معبودوں کے) کبھی قائل نہیں (ہو سکتے) جب تک تم اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان نہیں لے آتے ہم میں اور تم میں ہمیشہ کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی ۔لیکن

(ابراہیم علیہ السلام کی) یہ بات (تمہارے لیے نمونہ نہیں) جو انہوں نے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں آپ کے لیے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور ہمیں لوٹ کر آنا ہے"

کافروں سے دشمنی کے بغیر مومنوں سے دوستی ناممکن ہے:

یہ اصول وضابطہ بھی ذہن نشین رہے کہ پوری طرح اور صحیح طور پر مومنوں سے دوستی اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک کافروں سے دشمنی اور نفرت نہ ہو۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید امام ابن قیم رحمہ اللہ اسی بات کی تائید میں یوں فرماتے ہیں:

"لَا تَصِحُّ الْمُوَالَاةُ اِلَّا بِالْمُعَادَاةِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى عَنْ اِمَامِ الْحُنَفَاءِ وَ الْمُحِبِّيْنَ قَالَ لِقَوْمِهٖ : ﴿اَفَرَئَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ [الشعراء=٢٦:٧٢-٧٥] فَلَمْ تَصِحَّ لِخَلِيْلِ اللّٰهِ هٰذِهِ الْمُوَالَاةُ وَالْخُلَّةُ اِلَّا بِتَحْقِيْقِ هٰذِهِ الْمُعَادَاةِ فَاِنَّهُ لَا وَلَاءَ اِلَّا لِلّٰهِ وَ لَا وَلَاءَ بِالْبَرَاءَةِ مِنْ كُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاهُ ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ [الزخرف=٤٣:٢٦-٢٨] أَيْ جَعَلَ هٰذِهِ الْمُوَلَاةَ لِلّٰهِ وَ الْبَرَاءَةَ لِلّٰهِ وَالْبَرَاءَةَ مِنْ كُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاهُ كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ يَتَوَارَثُهَا الْأَنْبِيَاءُ وَأَتْبَاعُهُمْ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ وَ هِيَ كَلِمَةُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ هِيَ الَّتِيْ وَرَّثَهَا اِمَامُ

الْحُنَفَاءِ لِأَتْبَاعِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ " ❶

''جب تک کافروں سے دشمنی نہ ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان سے صحیح طور پر دوستی ہو سکتی ہی نہیں۔ اس حقیقت کو اللہ رب العزت نے اِمَامِ الْحُنَفَاءِ وَ الْمُحِبِّیْنَ، امامُ الْمُؤَحِّدِین جناب ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے خوب واضح کیا ہے۔ انہوں نے جب اپنی قوم سے وہ بات کہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء میں نقل فرمائی ہے، ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں: ''کیا تم نے دیکھا جن کو تم پوج رہے ہو، تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی، اللہ رب العالمین کے سوا وہ سب میرے دشمن ہیں'' اس فرمان ذی شان سے معلوم ہوا کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اللہ سے یہ دوستی اور گہری محبت اس وقت تک نامکمل اور ادھوری ہوتی جب تک وہ کافروں اور معبودانِ باطلہ سے اعلانِ عداوت نہ کرتے۔ اس آیت سے یہ قاعدہ وکلیہ معلوم ہوا کہ: "لَا وَلَاءَ اِلَّا لِلّٰهِ وَ لَا وَلَاءَ بِالْبَرَاءَةِ مِنْ كُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاهُ" اس کا معنی یہ ہے کہ (دوستی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہو اور یہ صرف اس وقت تک ممکن ہے جب اللہ کے سوا ہر قسم کے معبود باطل سے اظہار لاتعلقی ہو) نیز اللہ رب العزت جناب ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہی سورۂ زخرف میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں، ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا وہی مجھ کو سیدھا راستہ دکھائے گا، اور یہی بات اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے۔ تا کہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کرتے رہیں'' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی اس دوٹوک اور واضح پالیسی کو

---

❶ الجواب الکافی: ۱۱۳

-----کہ صرف اللہ کے لیے ہی دوستی ہو، صرف اللہ کے لیے ہی دشمنی ہو اور اللہ کے سوا ہر معبود سے اظہار لاتعلقی ہو-----اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے زندہ وجاوید اور قیامت تک چلنے والی مستقل پالیسی کا درجہ عطا کر دیا۔یہی وہ واضح پالیسی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والے تمام انبیاء اور ان انبیاء کے پیروکاروں میں یکے بعد دیگرے منتقل (Transfer) ہوتی چلی آرہی ہے۔کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ کا بھی تو یہی معنی ومفہوم ہے۔اس کھری کھری بات اور حکمت عملی کا ہی امامُ الْمُوَحِّدِین اِمَام الْحُنَفَاء جناب ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک آنے والے پیروکاروں کو ورثہ عطا فرمایا ہے۔'' (امام ابن قیم رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

دوسری آیت:

کافروں سے دشمنی کرنا اس طرح واجب ہے جس طرح مسلمانوں سے دوستی کرنا۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس بارے میں ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۝﴾ [الممتحنة=٦٠:١٣]

''اے اہل ایمان! ان لوگوں سے، جن پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا ہے، دوستی نہ کرو (کیونکہ) جس طرح کافروں کو مردوں (کے زندہ ہونے) کی امید نہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی آخرت (کے آنے) کی امید نہیں''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن مسلمانوں کو کافروں سے دوستی کرنے سے منع کیا ہے یہ دراصل کچھ تنگ دست اور نادار مسلمان تھے۔وہ یہودیوں میں جا جا کر مسلمانوں کے حالات اور خفیہ راز بتایا کرتے تھے۔ان سے اپنے رابطے اور تعلقات پیدا کرتے تھے۔اسی ساری کدوکاوش

کے نتیجے میں وہ ان سے کچھ مفادات اور دنیاوی آسائش حاصل کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دراصل ان لوگوں کوان یہودیوں سے دوستی کرنے اوران سے میل جول کرنے سے منع فرمایااوراس بات سے بھی منع فرمایا کہ وہ اہل اسلام کے خلاف ان یہودیوں کی مدد کریں۔ [1]

تیسری آیت:

ایک مقام پراللہ تعالیٰ کافروں اورمشرکوں سے دشمنی کوواجب قرار دیتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰبَآءَكُمۡ وَ اِخۡوَانَكُمۡ اَوۡلِیَآءَ اِنِ اسۡتَحَبُّوا الۡكُفۡرَ عَلَى الۡاِیۡمَانِ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ [التوبة=٩:٢٣]

”اے اہل ایمان !اگرتمہارے(ماں)باپ اور(بہن)بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کوپسندکریں توان سے دوستی نہ رکھواور جوان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہوں گے“

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پرمومنوں کواس بات سے منع کیاہے کہ وہ کافروں سے دوستیاں رچائیں،کافروں کی کسی طور پربھی مدد کریں اور وہ اپنے باہمی معاملات کافروں کےسپرد(Hand over)کریں۔

کافرومشرک والدین کی نافرمانی کے باوجودنیک برتاؤ کاحکم:

علاوہ ازیں اس بات کوواجب ٹھہرایا کہ کافروں سے بائیکاٹ کیاجائے،اس بات کوبھی واجب ٹھہرایا کہ کافروں کی تعظیم وتکریم نہ کی جائے۔ہاں البتہ کافروں کے ساتھ بائیکاٹ کاحکم دینے اوران کی تعظیم وتکریم سے منع کرنے کے باوجوداللہ تعالیٰ نے یہ بھی

---

[1] احکام القرآن للجصاص:٤/٢٧٨

حکم دیا ہے کہ اگر وہ کافر تمہارے والدین ہوں تو تم نے اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا ہے۔اور دنیوی معاملات میں ان کی بہترین خدمت کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ وَہۡنًا عَلٰی وَہۡنٍ وَّ فِصٰلُہٗ فِیۡ عَامَیۡنِ اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡکَ اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ ۝ وَ اِنۡ جَاہَدٰکَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِکَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡہُمَا وَصَاحِبۡہُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا﴾ [سورۃ لقمان=۳۱:۱۴،۱۵]

''ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں نیک برتاؤ کی نصیحت کی ہے۔اس کی ماں اس کو تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے (پیٹ میں) اٹھائے پھرتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی رہتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔ہم نے (اپنے نیز) اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔تم کو میری طرف ہی لوٹنا ہے،اور اگر وہ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھ کو کچھ علم نہیں،تو پھر ان کا کہا نہ مان۔ہاں دنیا (کے امور و معاملات) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا۔''

اہل ایمان کو کافروں کے ساتھ دوستی سے منع کرنے کی ایک یہ بہت بڑی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس پالیسی سے مومنوں کی منافقوں سے چھانٹی اور تمیز ہو جاتی ہے۔کیونکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ منافق ہر دور اور زمانہ میں کافروں سے دوستیاں رچاتے آئے ہیں اور اب بھی منافق کافروں سے میل ملاپ کرتے ہیں ان کی عزت و تکریم بجا لاتے ہیں۔اسی طرح یہ کافروں سے دوستانہ تعلقات قائم کرتے چلے آرہے ہیں۔اسی بناء پر اللہ رب العزت نے سورۃ التوبہ کی مذکورہ بالا آیت:۲۳ میں ایک بہت بڑی علامت اور فرق کرنے والی نشانی کی نشان دہی کرتے

ہوئے کافروں سے دشمنی اور نفرت کا حکم دیا ہے۔تا کہ مومن اور منافق کے درمیان فرق اور تمیز ہو سکے۔ نیز یہ تنبیہ بھی کر دی کہ جو ایسی پالیسی کو اختیار نہیں کرے گا وہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی چلانے والا ظالم ہے اور اپنے پروردگار کی سزا کا حق دار قرار پائے گا۔ [1]

چوتھی آیت:

کافروں سے دشمنی کے واجب ہونے کے بارے میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

[المائدة=٥:٥١]

”اے اہل ایمان! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“

قرآن مجید کی یہ آیت واضح اور اٹل انداز میں اپنا حکم بیان کر رہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت قرآنیہ میں چند درج ذیل احکامات اور ہدایات ارشاد فرمائی ہیں:

① جو شخص بھی یہود و نصاریٰ کے کافروں اور ان کے علاوہ دیگر کافروں سے دوستی اور محبت کرے گا اور مومنوں کے خلاف ان کافروں کی مدد، سپورٹ اور حمایت کرے گا وہ بالکل ان ہی جیسا کافر ہوگا۔اس شخص کا انجام اور معاملہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بالکل وہی ہوگا جو ان کافروں کا ہوگا۔

[1] احکام القرآن للجصاص:٤/٢٧٨

② اس آیت کریمہ میں یہ واضح رہنمائی موجود ہے کہ کافر کبھی کسی مسلمان کا دوست ہو ہی نہیں سکتا، نہ ہی وہ کسی انتظامی امور میں حقِ دوستی پورا کرے گا اور نہ ہی مدد و حمایت میں۔

③ علاوہ ازیں اس بات کی راہنمائی موجود ہے کہ تمام کافروں سے بائیکاٹ اور عداوت واجب ہے ۔اس لیے کہ لفظ ''الولایۃ''(دوستی)لفظ''العداوۃ'' کا مدمقابل اور متضاد (opposite) ہے۔جب اللہ رب العزت نے ہمیں یہودیوں اور عیسائیوں سے ان کے کافر ہونے کی بناء پر دشمنی کرنے کا حکم دیا ہے تو یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ جو کافر ہیں ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا جو یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہوگا۔

④ اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ((اِنَّ الْکُفْرَ کُلَّہٗ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ)) (ساری دنیا کا کفر ایک ملت اور ایک جماعت ہے)اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ﴾(وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں)[1]

پانچویں آیت:

کافروں سے دشمنی کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ

[1] احکام القرآن للجصاص:٤/٢٧٨

الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَ الۡکُفَّارَ اَوۡلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۵۷﴾ [المائدة=٥:٥٤-٥٧]

''اے اہل ایمان !اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ رب العزت ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے ۔وہ لوگ مومنوں کے حق میں نرمی کرنے والے اور کافروں کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے ہوں گے ۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہ ہوں گے ۔یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔اور اللہ تعالیٰ بڑی فراخی والا (اور) علم رکھنے والا ہے،تمہارے دوست تو صرف اللہ تعالیٰ ،اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں ،زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (اللہ کے آگے)جُھکتے ہیں ،اور جو شخص اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت اور پارٹی کا رکن ہوگا اور)اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے،اے ایمان والو!جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور (دیگر)کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ،دوست نہ بناؤ اور اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو''

مذکورہ بالا آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے نرمی اور کافروں سے سختی برتنے ،نیز مومنوں سے دوستی کرنے اور دنیا بھر کے تمام کافروں بالخصوص یہود و نصاریٰ سے دشمنی اور نفرت کرنے کا حکم دیا ہے۔

چھٹی آیت:

کافروں سے دشمنی اور نفرت کے واجب ہونے کے بارے میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ یوں

حکم دیتے ہیں:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء=٤:١٤٤]

''اے اہل ایمان! مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنے دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا صریح الزام لو۔''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مومن بندوں کو واضح طور پر منع کیا گیا ہے کہ وہ منافقوں والی عادات واطوار اور اخلاق وکردار اختیار نہ کریں۔ وہ منافق جو مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں وہ پھر انہیں کی طرح کفر کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کردار کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع کیا ہے۔ اللہ اس بات سے منع کرتا ہے کہ میرے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھاؤ اور ان کافروں سے دوستیاں کرو۔ ملت اسلامیہ کو چھوڑ کر ان کا کافروں کو کسی طرح کا تعاون اور سہارے مت فراہم کرو۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے اہل ایمان! اگر تم نے یہ رویہ اور کردار اختیار کیا تو تم ان منافقوں کی طرح ہو جاؤ گے جن پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو لازم قرار دے دیا ہے۔

ساتویں آیت:

پھر اللہ عزوجل واعلیٰ ایسے شخص کو خوب ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی مومنوں میں سے کافروں کو اپنا دوست بنائے گا، مومنوں کو اپنی دوستی اور محبت کا حق دار نہیں سمجھے گا۔ اگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا۔ اپنی اس روش کو نہ چھوڑا، اللہ کی اس ڈانٹ سے وہ نہ کانپا، جو ڈانٹ اس نے کافروں سے دوستی کرنے اور کافروں کے ساتھ گہرے مراسم قائم کرنے پر پلائی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو منافقوں کے زمرے میں ہی شامل کر دے گا جن کے بارے میں اللہ نے اپنے نبی

جناب محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبریاں سنا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ منافقوں کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَھُمْ اَنْفُسُھُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَ فِی الْعَذَابِ ھُمْ خٰلِدُوْن ۝ وَ لَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَا اتَّخَذُوْھُمْ اَوْلِیَآءَ وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ۝﴾

”(اے اہل ایمان! ان منافقوں میں سے) بہت زیادہ کو تم دیکھو گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں انھوں نے کچھ آگے بھیجا ہے وہ بہت ہی بُرا ہے (وہ یہ کہ) اللہ تعالیٰ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر، نبی پر اور اس کتاب پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان اور یقین رکھتے تو ان (کافر) لوگوں کو دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں سے اکثر بدکردار ہیں۔“ [المائدۃ=۸۰-۸۱]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو ان اہل کتاب (یہود ونصارٰی) سے دوستی قائم کرتا ہے جن کو ہم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں۔ نیز یہ بات بھی واضح فرمائی کہ یہ رویہ صحیح عقیدہ وایمان کے منافی ہے۔ جو شخص بھی یہ کردار اور پالیسی اختیار کرے گا وہ منافقین کے گروہ سے ہوگا۔ جن کو ہمیشہ ہمیشہ کے جہنم میں رہنے کی ڈانٹ پلائی گئی ہے اور جہنم میں بھی بُرا ٹھکانہ اور ٹارچر سیل (Torture cell) ہے۔

آٹھویں آیت:

کافروں سے دوستی کرنے والے منافقوں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۝ نِ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ

دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝﴾

[النساء=٤:١٣٨،١٣٩]

''(اے پیغمبر ﷺ)، منافقوں (دورُخے لوگوں) کو بشارت سنادو کہ ان کے لیے تکلیف دہ عذاب تیار ہے۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں (کیونکہ) یہ ان سے عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو عزت تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔''

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں سے دوستی کرنے کا اصل مقصد منافقوں کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ اپنی ویلیو(Value) اور اہمیت کافروں کے ہاں پیدا کی جائے۔ ان سے اپنے لیے اچھا پروٹوکول حاصل کیا جائے۔ اس خبیث اور گندے مقصد کا ردّ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مومن اور مخلص بندے کی ہے اور اصل پروٹوکول وہ ہے جو قیامت کے دن اللہ کی تیار کی ہوئی جنتوں میں سے ایک بندۂ مومن کو عطا کیا جائے گا۔

نویں آیت:

کافروں سے دشمنی واجب ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک بڑا ہی دوٹوک فرمان صادر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [المجادلة=٥٨:٢٢]

''جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول (ﷺ) کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ (کیوں نہ) ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نیا یمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح (جبریل علیہ السلام) کے ساتھ ان کی مدد کی ہے۔ اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، داخل کرے گا۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہیں یہی گروہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے (اور) سن رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا ہی لشکر کامیابی حاصل کرنے والا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گویا بیان فرمایا ہے کہ آپ کو روئے زمین پر کوئی ایسا مومن نہیں ملے گا جو اللہ کے دشمنوں (کافروں اور مشرکوں) سے محبت کرتا ہو۔ اگر چہ وہ کافر اس مومن کا انتہائی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت ومودّت کا تعلق اللہ کے دشمنوں سے محبت کی لازماً نفی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت: یہ دونوں محبتیں ایک دوسرے کی متقابل اور متضاد ہیں۔ یہ دونوں محبتیں ایک مومن شخص کے دل میں کبھی بھی اکھٹی نہیں ہوسکتیں۔ قرآن مجید کی یہ آیت کافروں سے دشمنی اور اظہار نفرت کے واجب اور فرض ہونے کی ایک واضح دلیل اور نص ہے۔ چاہے جونسا بھی موقع ہو۔ چاہے جونسا بھی رشتہ وتعلق داری ہو، کافروں سے دشمنی بہر حال عقیدہ وایمان کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

''کافروں سے دشمنی واجب ہے'' تین علماء کا فیصلہ:

یہی تو وجہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن حسن، علی بن حسین، ابراہیم بن سیف رحمہم اللہ نے اپنے بعض بھائیوں کی طرف جو خط روانہ کیے تھے ان میں یہ بات بھی نقل فرمائی:

''اِنَّ التَّوۡحِیۡدَ ھُوَ اِفۡرَادُ اللّٰہِ تَعَالٰی بِالۡعِبَادَۃِ وَ لَا یَحۡصُلُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالۡبَرَاءَ

ـةِ مِـنَ الْـمُشْرِكِيْنَ بَاطِنًا وَ ظَاهِرًا" ......وَبَعْدَ أَنْ سَاقُوا الآيَاتِ فِى ذٰلِكَ قَالُوْا : "ثُمَّ انْظُرْ كَيْفَ أَكَّدَ الْبَارِى جَلَّ وَ عَلَا عَلٰى رُسُلِهٖ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاثْنَتَىْ عَشَرَةَ آيَةً فِى الْبَرَاءَ ةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ مَدحِهِمْ بِتِلْكَ الصِّفَةِ ـ وَهٰذَا كُلُّهٗ يَدُلُّ بَلَا رَيْبٍ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ أَوْجَبَ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ الْبَرَاءَ ةَ مِنْ كُلِّ مُشْرِكٍ وَ أَمَرَ بِاِظْهَارِ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ لِلْكُفَّارِ عَامَّةً وَ لِلْمُحَارِبِيْنَ خَاصَّةً وَ حَرَّمَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مُوَالَاتَهِمْ وَالرُّكُونَ اِلَيْهِمْ" [1]

''یادرکھئے! عقیدہ توحید یہ ہے کہ عبادت کی تمام اقسام وانواع میں صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کو واحد معبود تسلیم کیا جائے۔ یہ عقیدہ اس وقت تک حاصل ہوسکتا ہی نہیں جب تک مشرکین سے ظاہری اور باطنی طور پر اظہار نفرت اور مکمل بائیکاٹ نہ کیا جائے۔'' مذکورہ بالا تینوں علماءسلف نے اس کے بعد قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات ذکر کی ہیں۔ پھر آخر میں یہ نتیجہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ارے مسلم! دیکھ کس طرح تاکید کے ساتھ اللہ جل وعلاء نے اپنے رسولوں کو اور مومن بندوں کو بارہ آیات قرآنیہ میں مشرکوں سے اظہار نفرت کا حکم دیا ہے۔ کافروں اور مشرکوں سے اظہار نفرت کرنے والے مومنوں کی تعریف وتوصیف بھی بیان فرمائی ہے ۔ یہ ساری بحث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بلاشک وشبہ (without any doubt) اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ ہر قسم کے مشرک سے اظہار نفرت ہو۔ نیز دنیا بھر کے کافروں کے بارے میں عام طور پر اور جن کافروں سے مسلمانوں کی باقاعدہ جنگ جاری ہو ان کے بارے میں خاص طور پر بغض وعداوت اور نفرت ودشمنی کے اظہار کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس کے ساتھ مومنوں پر یہ حرام ٹھہرایا

کہ کافروں سے دوستی اوران کی طرف کسی قسم کا جھکاؤ اور میلان ہو۔''

دسویں آیت:

کافروں سے دشمنی کے واجب ہونے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝﴾ [سورۂ محمد=٤٧: ٢٥، ٢٦]

''جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہو چکی یقیناً شیطان نے ان کے لیے مزین کر دیا ہے اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے، یہ اس لیے کہ انھوں نے ان لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا، یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اسلام سے مرتد ہونے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہونے کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ وہ وحی الٰہی کو ناپسند کرنے والے کافروں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم چند کاموں اور معاملات میں تمہاری بات مانیں گے۔ سارے کاموں اور تمام معاملات میں تمہاری اطاعت وفرمانبرداری نہیں کریں گے اگر کوئی شخص کافروں کی بعض کاموں میں اطاعت کرے اگرچہ ان کافروں سے باقاعدہ محبت اور دوستی والے تعلقات پیدا بھی نہ کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس بات سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو شخص باقاعدہ کافروں سے دوستیاں قائم کرے، کافروں کے ساتھ مل کر باقاعدہ مسلمانوں کے

خلاف جنگ میں شرکت کرے، کافروں کی قراردادیں اور معاہدوں میں باقاعدہ شمولیت اختیار کرے اور کافروں کے ایجنڈوں اور پرگراموں کے نفاذ میں عملی اقدامات کرے۔ کیا وہ پہلی قسم کے مرتد سے کہیں بڑا مرتد اور اللہ کا دنیا وآخرت میں کہیں زیادہ حق دار نہیں ٹھہرے گا؟[1]

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو کافروں سے نفرت اور احتیاط کے بارے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۝﴾ [آل عمران=۳:۱۱۸]

''اے اہل ایمان! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ۔ تم نہیں جانتے کہ وہ دوسرے لوگ (یعنی کافر ومشرک اور منافق) تمہاری تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو۔ ان کی عداوت تو خود ان کی زبانوں سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے تمہارے لیے آیات بیان کر دیں اگر عقل مند ہو (تو غور کرو)''

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستانہ تعلقات استوار کرنے اور ان کی عزت وتکریم کرنے سے منع کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس آیت میں ان کو ذلیل ورسوا کرنے کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کے وہ معاملات جن میں عزت اور سربلندی اور شرف ووقار کا پہلو موجود ہو۔ ان جیسے باہمی معاملات میں ان کافروں سے کسی قسم کا تعاون لینے سے بھی منع کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط روانہ کیا

[1] مجموع الفتاوی لابن تیمیة:۲۸/ ۱۹۰،۱۹۳

اور انھیں اس بات سے منع کیا کہ وہ لکھائی پڑھائی والے معاملات (یعنی دفتری معاملات) میں کسی مشرک سے کوئی تعاون اور خدمت نہ لیں۔اس خط میں یہ آیت کریمہ بھی تحریر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا﴾ [آل عمران=۳:۱۱۸]

''تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی اور کو نہ بناؤ، وہ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔''

ساتھ یہ بات بھی تحریر فرمائی:

(لَا تَرُدُّوهُمْ إِلَى الْعِزِّ بَعْدَ إِذْ أَذَلَّهُمُ اللّٰهُ)

''جب اللہ تعالیٰ نے ان کو (جہادی کارروائیوں کے ذریعہ شکست وریخت سے ہمکنار کرکے) ذلت ورسوائی سے دوچار کیا ہوا ہے تو اب تم ان کو دوبارہ جادۂ عزت وشرف پر متمکن اور براجمان نہ کرو۔[1]

بارہویں آیت:

یہ معاملہ تھا کافروں سے دوستی اور محبت کرنے کا۔کافروں اور مشرکوں سے دوستی وموالات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت اور منزل من اللہ ''کتاب ہدایت'' کی بجائے خودساختہ ادیان اور باطل مذاہب کو ترجیح اور فوقیت دی جائے۔اس طرح ادیان باطلہ کو ترجیح دینا بھی کفار ومشرکین سے دوستی کی ہی کی ایک شکل ہے۔اس بناء پر بھی اللہ نے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اور منافقین کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ کفار اور مشرکین کی بعض باتوں کو پسند کرتے ہیں اور کتاب اللہ کو چھوڑ کر ان کافروں اور مشرکوں کے پاس اپنے تنازعات کے مقدمات لے کر

---

[1] احکام القرآن للجصاص:۴/۲۹۳

جاتے ہیں۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۝﴾ [النساء=٤:٥١]

''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب (الٰہی) کا کچھ حصہ ملا ہے؟ جو بتوں اور باطل معبود (طاغوت) پر اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں (مسلمانوں) سے زیادہ راہِ راست پر ہیں''

کتب تفاسیر میں موجود ہے کہ مذکورہ آیت کعب بن اشرف (لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ) کے بارے میں نازل ہوئی تھی ،کعب بن اشرف ایک بہت بڑا یہودی سردار اور سرکردہ لیڈر تھا۔ایک دفعہ وہ مشرکین مکہ کے ہاں گیا۔مشرکین مکہ ان لوگوں کو مذہبی رجحان اور مذہبی پیشوائی کی بناء پر بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی بات کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔اگر چہ وہ بذاتِ خود یہودی مذہب میں داخل نہیں تھے ۔جب کعب بن اشرف مکہ پہنچا تو مشرکین نے ان سے یہ رائے دریافت کی کہ آپ کے خیال میں ہم (یعنی اہل مکہ بتوں کے پجاری) زیادہ راہِ راست پر ہیں یا کہ محمد ﷺ اور اس پر ایمان لانے والے اس کے پیروکار؟ کعب بن اشرف جانتا تھا کہ مشرکین مکہ گمراہی پر ہیں اور تورات وانجیل کی پیشین گوئیوں کی بناء پر محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔مگر اس نے بددیانتی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا مشرکین مکہ کا دین و مذہب ،طور وطریقہ،عقیدہ ولائن محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کے دین و مذہب ،طور وطریقہ اور عقیدہ و لائن سے زیادہ درست ہے۔

تیرہویں آیت:

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمانِ ذی شان کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان بھی

ہے۔ جو معنی اور مفہوم کے اعتبار سے سابقہ آیت سے ملتا جلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۝﴾ [البقرة=۲:۱۰۲،۱۰۳]

''جب کبھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا ،ان اہل کتاب کے ایک فرقہ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا، گویا جانتے ہی نہ تھے،اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین جناب سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ جناب سلیمان علیہ السلام نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اکثر یہودیوں کا ایک برا کردار یہ بھی تھا کہ اللہ کی کتاب، وحی الٰہی کو اور پیغمبر برحق کو چھوڑ کر جادو کے پیچھے لگ گئے۔ بالکل یہی طرز عمل اور کردار اسلام کی طرف نسبت کرنے والوں، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والوں اور خود امت محمدیہ کا ایک فرد شمار کرنے والوں کا بھی یہی ہے۔''❶،❷

---

❶ مجموع الفتاوٰی لابن تیمیة:۲۸/۹۹

❷ مذکورۃ الصدر بحث میں کفار سے دوستی سے دوستی کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں: ①......منزل من اللہ شریعت الٰہیہ کے بجائے رسالت وآخرت کے منکروں اور بتوں کے پجاریوں کے موقف ونظریات کو زیادہ ترجیح دینا اور پسندیدہ قرار دینا۔ ②......منزل من اللہ شریعت الٰہیہ کی بجائے غیر اسلامی طور طریقے اور کافرانہ روش اختیار کرنا۔ بدقسمتی اور حرمان نصیبی یہ کہ آج کلمہ پڑھنے والے مسلمان ان دونوں بیماریوں سے لت پت ہو چکے ہیں۔ آج اکثر و بیشتر مسلمان شریعت الٰہیہ، قرآن وسنت اور دین برحق کی بجائے کافرانہ تہذیب وتمدن کو، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

....

❀❀❀❀❀

کافرانہ معاشرت وطرزِ زندگی کو، کافرانہ معیشت وسیاست کو، کافرانہ بودوباش کو ترجیح دیتے اور پسند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج مسلمانوں کو خلافت وامارت کے نام سے چڑ ہے جبکہ بڑے بڑے مذہبی پیشوا اور ملت کے زعماء کافروں کے نظامِ حکومت ''جمہوریت'' کے دلدادہ، محافظ اور مؤید دکھائی دیتے ہیں۔ اسلامی لباس وحجامت سے گھن کھاتے ہیں کافروں کے ہیئر اسٹائل (Hairstyle) اور اسٹینڈرڈ آف لائف (Standard of life) کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے اور اختیار کرتے ہیں۔

علیٰ ہٰذا القیاس جس طرح یہود ونصاریٰ کتاب الٰہی کی بجائے جادو ٹونے کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح آج مسلمانوں میں سے عامۃ الناس کو اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو، کوئی دکھ درد یا پریشانی ہو تو قرآن وحدیث کے مسنون وظائف واذکار کرنے اور کتاب وسنت کے ماثور اعمال وافعال بجالانے کی بجائے نجومیوں اور عاملوں کے پاس بھاگے جاتے ہیں۔ شرکیہ تعویذ گنڈوں کا سہارا لیتے ہیں۔ الغرض کافروں سے دوستی کے یہ دونوں مظہر بدرجہ اتم واکمل آج کلمہ شریف پڑھنے والے مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ (فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی)

”کافروں سے دوستی کرنے والے کے کافر ہونے“ کے دلائل

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام کا ایک اقتباس مسئلہ :۲”موالات کیا ہے؟ میں گزر چکا ہے۔جس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ مومنوں سے دوستی کرنا اور مومنوں کی مدد کرنا واجب وفرض ہے ۔جبکہ کافروں سے دشمنی اورنفرت کرنا بھی واجب اور فرض ہے۔ یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کرنا ایمان کا ایک لازمی جزءاور حصہ ہے جس کے بغیر توحیداور اللہ پر ایمان کا عقیدہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بات بھی واضح کی گئی کہ یہ وہ نظریہ ہے جو ایک مومن کو منافق سے ممتاز وممیّز کرتا ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ جو کافروں سے دوستی کرتا ہے،مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد ومعاونت کرتا ہےاور کافروں کے ساتھ ہوکر مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال کرتا ہے وہ کافر ہے۔

اس موجودہ بحث وگفتگو میں ان شاء اللہ الرحمٰن اس موضوع پر قرآن مجید میں بیان کیے گئے دلائل کا ذکر کریں گے ۔ساتھ ساتھ علماء کرام اور مفسرین عظام کی اپنی اپنی کتب وتفاسیر میں ذکر کردہ مختصر تفسیر وتشریح بھی بیان کریں گے۔اگرچہ علماء تفسیر کے تفسیری مباحث کا بہت زیادہ حصہ ان شاءاللہ اس سے اگلی بحث میں آئے گا جس کا لب لباب یہ ہے کہ:

”جو مسلمانوں کی بجائے کافروں سے دوستی کرتا ہےاور مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے کمر بستہ ہوتا ہے اس کا قرآن وسنت میں کیا حکم ہے؟ اگرچہ وہ شخص مجبور و بے بس ہونے کا دعویدار ہو، نیز اگر وہ واقعۃً مجبور ہے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟

اللہ کی توفیق وعنایت سے ہم اس بحث میں صرف وہ قرآنی آیات بیان کرتے ہیں جو کافروں سے دوستی رچانے والے شخص کے متعلق ہیں۔

دلیل اوّل:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لَايَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۝ ﴾[سورۂ آل عمران=۳:۲۸]

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ کی حمایت میں نہیں، مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

کفار کا دوست مرتد ہو کر دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے:

مذکورۃ الصدر آیت کی تفسیر میں شَيْخُ التَّفْسِيْرِ وَالْمُفَسِّرِيْنِ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ بناؤ۔وہ اس طرح کہ ان کے دین ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ،مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہوجاؤ اور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور

معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ۔ جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ﴾ یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔ [1]

❀❀❀❀❀

---

[1] تفسیر الطبری:٦/٣١٣، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی :٥٧/٤

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یوں رقمطراز ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ کافروں سے دوستی کریں ۔اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ مومنوں کو چھوڑ کر ان سے چھپ چھپ کر دوستانہ مراسم قائم کریں ۔بعدازاں اس بات پر ڈانٹتے ڈپٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ﴾ یعنی جو کافروں سے دوستی کرکے اس جرم عظیم کا ارتکاب کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہوگا۔''

۞ اسی طرح سُورَةُ الْمُمْتَحِنَة کی آیت:۱میں بھی اللہ تعالیٰ کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ......﴾

''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تم تو دوستی کی وجہ سے ان کی طرف خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آچکا ہے......''

۞ پھر اللہ تعالیٰ نے سُورَةُ الْمُمْتَحِنَة کی آیت:۱کے آخر میں سورۂ آل عمران کی آیت:۲۸ کے طرز کلام سے ملتا جلتا انداز اختیار فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۝﴾

''تم میں سے جو بھی یہ کام کرے گا وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک جائے گا''

اسی طرح سورۃ النساء کی آیت:۱۴۴ میں بھی اللہ تعالیٰ کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾

''اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کرلو''[1]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ کی آیت:۵۱ میں کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

''اے ایمان والو! تم یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔ بلاشبہ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز ہدایت نہیں دیتا''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت:۷۳ میں مہاجرین، انصار اور دیہاتی مسلمانوں کی باہمی محبت ومودّت کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾

''سب کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم نے یہ کام (باہمی دوستی اور

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں کافروں کی دوستی سے منع فرمایا ہے۔ اب اگر تم ان سے دوستی کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کو خود یہ دلیل مہیا کر رہے ہو کہ وہ تمہیں بھی سزا دے (یعنی معصیت الٰہی اور حکم عدولی کرنے کی وجہ سے)

محبت والا) نہ کیا تو زمین (ملک) میں فتنہ برپا ہوگا اور زبردست فساد سر اٹھائے گا“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۂ آل عمران کی آیت: ۲۸ کی تائید میں مزید چند آیات قرآنیہ کا تذکرہ کرنے کے بعد اس آیت کے نصف آخر کے الفاظ ﴿اِلَّا تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات اگر کوئی شخص زمین کے کسی ایسے علاقے یا ملک میں ہو جہاں کافروں کی کسی شرارت یا خباثت کا خوف پیدا ہو جائے تو ایسے حالات میں جائز ہے کہ ظاہری طور پر اور وقتی طور پر ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے کچھ میل ملاپ ظاہر کر دے گا لیکن اندرونِ خانہ اور دل میں ان کی طرف رغبت اور محبت نہ رکھے۔

① جیسا کہ اَلْجَامِعُ الصَّحِيحُ الْبُخَارِی میں اِمَامُ الْمُحَدِّثِيْن محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ایک اثر نقل فرمایا ہے، سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِنَّا لَنَكْشِرُ فِیْ وُجُوْهِ اَقْوَامٍ وَ قُلُوْبُنَا تَلْعَنُهُمْ)) [1]

”بعض (ظالموفاسق قسم کے) لوگوں کے سامنے ہم ہنستے مسکراتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں مگر ہمارے دل ان پر لعنتیں برسا رہے ہوتے ہیں۔“

② امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے

((لَيْسَ التَّقِيَّةُ بِالْعَمَلِ اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ)) [2]

”(اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے) بظاہر دوستی کا اظہار کرنا پڑ ہی جائے تو وہ صرف قول و گفتار کی حد تک ہو کسی عمل و کردار سے نہ ہو۔“

---

[1] صحیح البخاری=کتاب الادب:باب المدارة مع الناس ، الحدیث:٦١٣١ سے پہلے۔

[2] تفیسیر ابن کثیر ٣٥٨/١ ، تفسیر أبی سعود:٢٣/٢

③ ایک مشہور تابعی جناب عوفی رحمہ اللہ بھی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کرتے ہیں:

((اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ)) [3]

''تقیہ (کافروں کے کے ساتھ بظاہر دوستی کا اظہار) صرف زبان کی حد تک جائز ہے۔ (نہ کہ عملی کاروائیوں سے)''

④ بالکل یہی موقف امام ابوعالیہ، امام ابوالشعثاء، امام ضحاک اور امام ربیع بن انس رحمہم اللہ کا بھی یہی ہے۔

⑤ مذکورہ بالا موقف کی تائید سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۶ بھی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝﴾

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کردے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن و برقرار ہو۔ مگر جو کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے''

⑥ سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ وَالْمُجْتَهِدِيْنَ امام بخاری رحمہ اللہ نے مشہور تابعی حسن بصری رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا:

"اَلتَّقِيَّةُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" [1]

''کافروں کے ساتھ تقیہ کرنے کا حکم قیامت تک باقی ہے۔'' (حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۳۵۸/۱، تفسیر القرطبی: ۵۷/۴

کفار کی حمایت و معاونت باعث ارتداد ہے:

فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں:

" مِنْ مَظَاهِرِ مُوَالَاةِ الْكُفَّارِ اِعَانَتُهُمْ وَ مَنَاصَرَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ مَدْحُهُمْ وَالذَّبُّ عَنْهُمْ وَ هٰذا مِنْ نَوَاقِضِ الْاِسْلَامِ وَ اَسْبَابِ الرِّدَّةِ " [1]

''کفار کی معاونت کرنا، مسلمانوں کے خلاف کفار کو اپنی مکمل حمایت اور سپورٹ فراہم کرنا، کفار کی مدح سرائی کرنا اور تعریفیں کرنا اور کافروں کی طرف سے مدافعت اور وکالت کرنا حقیقت میں کفار سے دوستی کے بڑے بڑے مظاہر اور علامتیں ہیں۔ دوستی کہ یہ مظاہر ایک بندۂ مسلم کے اسلام کو ختم کر دینے والے اور ارتداد کے اسباب میں سے بہت بڑے اسباب ہیں (یعنی مذکورہ بالا کاموں کے ارتکاب کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔) (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

دلیل دوم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾

[المائدة=٥:٥١]

''اے اہل ایمان! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں

[1] الولاء والبراء فی الاسلام لصالح الفوزان:٩

سے ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہرگز ہدایت عطا نہیں فرماتا''

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''درست بات یہی ہے کہ اس آیت کے حکم کو محکم اور غیر منسوخ ہی قرار دیا جائے اور اس آیت میں مسلمانوں کو جو عام حکم دیا گیا اس کو قیامت تک کے لیے عام ہی سمجھا جائے ......اگرچہ یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ یہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی تھی ۔وہ منافق یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستیاں کرتا تھا۔اس کے دل میں یہ خوف سوار تھا کہ کہیں یہودیوں وعیسائیوں کی طرف سے مجھے ناگفتہ بہ اور ناسازگار حالات کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔یہی وجہ ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیت:۵ کے بعد والی جو اگلی آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اس خوف کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔لہٰذا سورۃ المائدۃ کی آیت:۵۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ۝ ﴾

''آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں (نفاق) کی بیماری ہے ۔وہ دوڑ دوڑ کر ان (یہودیوں اور عیسائیوں) میں گھس رہے ہیں ۔اور کہتے ہیں کہ ہمیں (ان کافروں کی طرف سے) خطرہ ہے۔ایسا نہ ہو کہ کوئی (المناک) حادثہ ہم پر پڑ جائے ۔یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ (مسلمانوں کو) فتح دے دے ۔یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز (جزیہ ،جلاوطنی یا قتل) لے آئے ۔پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر (بُری

طرح) نادم ہونے لگیں گے''

❁ امام طبری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک یوں کہنا زیادہ مناسب اور درست ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام مسلمانوں کو منع کیا ہے۔اس بات سے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے حمایتی ،مددگار اور حلیف (صلح وجنگ کے معاہدوں میں شریک)بنائیں،ان مومنوں کے خلاف جو اللہ تعالیٰ پر اوراس کے آخری رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بھی خبردار کیا ہے کہ جو مسلمان۔اللہ تعالیٰ،اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو اپنا حمایتی ،مددگار اور دوست بنائے گا پھر وہ ان یہودیوں اور عیسائی کافروں کی پارٹی کا ہی فرد گردانا جائے گا۔گویا یہ شخص اللہ رب العالمین ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے مدمقابل کافروں کی پارٹی اور جماعت کا ایک کارکن اور ورکر (worker) ہوگا۔اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کلیتًا بیزار اور لاتعلق ہوں گے۔''

❁ (امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے ہیں:)''زیرِتفسیر آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَ مَنۡ یَّتَوَلَّہُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡہُمۡ﴾ کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ جو مومنوں کی بجائے یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔اللہ کے ہاں وہ یہودی اور عیسائی ہی شمار ہوگا۔)یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جو ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی رچائے گا اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔تو وہ ملت یہود اور ملت نصارٰی کا ایک فرد ہوگا اوران کے ہی مذہب پر کاربند سمجھا جائے گا۔(ملت اسلامیہ اور مذہب اسلام سے وہ نکل جائے گا)

❁ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی سے محبت اور دوستی کے تعلقات قائم کرتا

ہے تو آخر وہ اس شخص کو، اس کے دین کو اور اس کے نظریات اور مشن کو پسند کرتا ہے تو دوستانہ تعلقات قائم کرتا ہے۔ اگر کسی کو کسی شخص کے دین و مذہب اور نظریہ اور مشن سے اختلاف ہوگا تو وہ کیونکر اس سے دوستی قائم کرے گا۔ اسی اصول کے تحت اگر کوئی شخص کسی یہودی اور عیسائی کافر کو پسند کرتے ہوئے اور اس کے مذہب و دین کو پسند کرتے ہوئے دوستی اختیار کرتا ہے تو گویا وہ اس کے مخالفین (مسلمانوں) سے لازماً دشمنی اختیار کرے گا۔ اور ان سے ناراض ہوگا۔ نتیجتاً جو حکم اور انجام یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستیاں کرنے والے ان نام نہاد مسلمانوں کا بھی ہوگا۔''[1] (امام ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر کے اقتباس کا ترجمہ یہاں ختم ہوا)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی تفسیر سے غلط استنباط:

بعض لوگوں کا گمان ہے اور انہوں نے اپنے گمان کے مطابق امام ابن جریر رحمہ اللہ کے کلام سے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ کوئی شخص کافر اس وقت ہوگا جب وہ دل سے کافروں کے دین و مذہب کو پسند کرنے لگ جائے گا۔ یعنی وہ دلی طور پر عیسائیوں اور یہودیوں کو اور ان کے مذہب وملت کو پسند کرے گا تو وہ عنداللہ کافر شمار ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مدد ومعاونت کرتا ہے اور کافر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا ۔ جب تک وہ دل سے اس کافر کے دین کو پسند نہ کرے۔

یہ سوچ وفکر اور فہم وادراک سراسر مبنی بر خطا ہے۔ صحیح موقف ونظریہ یہی ہے کہ جو شخص کافروں سے دوستی کرے اور مومنوں کے خلاف عیسائی اور یہودی کافروں کی مدد وحمایت کرے وہ کافر ہی شمار ہوگا۔ پھر جو حکم کافر کا ہوگا وہی اس نام نہاد مسلمان کا ہوگا۔ اس نام نہاد مسلمان کا یہ گھناؤنا کردار اس بات کی دلیل وعلامت ہوگا کہ یہ ان کافروں کے دین وملت اور منہج اور مشن کو دل سے

---

[1] تفسیر الطبری:٦/٢٧٦،٢٧٧

پسند کرتا ہے اگر چہ اپنی زبان سے یہ کہتا رہے کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا مخالف ہوں۔

''زبانِ مقال'' اور ''زبانِ حال'' کی گواہی:

یہ اس وجہ سے ہے کہ ''زبانِ حال'' کی گواہی ''زبانِ مقال'' کی گواہی کی طرح ہی ہوتی ہے۔[1]

بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ''زبان حال کی گواہی''، ''زبان مقال کی گواہی'' سے زیادہ موثر اور معتبر ہوتی ہے۔

① اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۷ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ۝﴾

''مشرکین کے لائق ہی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کریں۔ درآں حالیکہ وہ (زبان حال سے) خود اپنے کفر پر آپ ہی گواہ ہیں۔ ان کے اعمال برباد ہو گئے اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں۔''

② اسی طرح کی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت: ۱۳۰ میں ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہم جنوں اور انسانوں سے سوال کریں گے:

﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ۝﴾

---

[1] ایک گواہی وہ ہوتی ہے جو زبان کے قول اور گفتار سے ہوتی ہے۔ قول اور گفتار کی گواہی کو ''زبانِ مقال'' کی گواہی کہا جاتا ہے۔ جبکہ ایک گواہی وہ ہوتی ہے جو عمل و کردار سے ہوتی ہے۔ اس عمل و کردار اور ظاہری حالات و واقعات کی گواہی کو ''زبانِ حال'' کی گواہی کہا جاتا ہے۔

''اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے؟ وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈالے رکھا اور یہ لوگ (زبان حال سے) اقرار کرنے والے ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔''[1]

منہ سے مخالفت نہیں کردار کی شہادت اصل چیز ہے:

شیخ جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ اسی بناء پر فرماتے ہیں:

''اللہ رب العزت کے اس زیر تفسیر فرمان ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گا وہ ان کے گروہ میں ہی شمار ہوگا۔ ان سے دوستی کرنے والے پر بھی وہی حکم اور قانون جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہوگا۔ باوجود اس کے کہ وہ زبانی دعوے کرتا رہے کہ میں تو ان یہودیوں اور عیسائیوں کا مخالف ہوں۔ اس لیے کہ ظاہری حالات و واقعات اور عمل و کردار کی شہادت ان کافروں کے ساتھ پوری پوری موافقت کی واضح دلیل ہے۔[2]

کفار سے محبت بوجہ خوف:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ﴾ فَيُوَافِقُهُمْ وَ يُعِينُهُمْ ﴿فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ وَ قَالَ أَيْضًا فِي تَفْسِيرِ هٰذِهِ الْآيَةِ: وَالْمُفَسِّرُوْنَ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى أَنَّهَا نَزَلَتْ بِسَبَبِ قَوْمٍ مِمَّنْ كَانَ يُظْهِرُ الْإِسْلَامَ وَ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ خَافَ

---

[1] مذکورہ بالا دونوں آیات سے یہ بات کھل کر اور نکھر کر سامنے آگئی کہ ''زبانِ مقال'' کی گواہی کی طرح ''زبانِ حال'' کی گواہی بھی ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں آیات میں یہ گواہی زبانِ حال سے تھی نہ کہ زبانِ مقال سے۔

[2] محاسن التاویل للقاسمی:٦/٢٤٠

أَنْ يَغْلِبَ أَهْلُ الإسلام فَيُوَالِي الْكُفَّارَ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَ غَيْرِهِمْ لِلْخَوفِ الَّذِيْ فِيْ قُلُوبِهِمْ لَا لِاعْتِقَادِهِمْ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاذِبٌ وَأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى صَادِقُوْنَ" [1]

"اللہ تعالیٰ کے زیر تفسیر فرمان ﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ﴾ کا معنی ہے کہ "فَيُوَافِقُهُمْ وَ يُعِيْنُهُمْ" یعنی جو یہودیوں اور عیسائیوں کی موافقت کرتا ہے اور ان کی مدد اور تعاون کرتا ہے تو ﴿فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ وہ ان میں سے ہی شمار ہوگا۔" (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:) تمام مفسرین کرام اس بات پر متفق و متحد ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا شانِ نزول ایک ایسی قوم کے افراد سے متعلق ہے جو بظاہر اسلام کا دعوٰی اور اظہار کرتے تھے مگر ان کے دلوں میں یہ خوف جاگزیں تھا کہ اگر بالفرض اہل اسلام کافروں کے ہاتھوں شکست کھا گئے تو پھر ہمارا کیا بنے گا، ہم کدھر جائیں گے۔ بس اس خوف سے ہی وہ کلمہ پڑھنے کے باجوود یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ بنا رکھتے تھے۔ ان کے دوستانہ تعلقات کی بنیاد فقط وہ خوف تھا جو ان کے دل و دماغ پر بُری طرح سوار تھا۔ کافروں سے دوستیاں کرنے والے اور ان سے بنا کر رکھنے والوں کے دلوں میں یہ اعتقاد و نظریہ بالکل نہ تھا کہ (نعوذ باللہ من ذلک) محمد ﷺ جھوٹے پیغمبر ہیں اور یہود و نصارٰی سچے ہیں۔"

کفار کا دوست انہی کی سوسائٹی کا ایک فرد ہے:

مشہور مفسر قرآن امام قرطبی رحمہ اللہ سورۃ المائدۃ کی آیت: ۵۱ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ﴾ کا مطلب ہے کہ يُعَضِّدُهُمْ عَلَى

[1] مجموع الفتاوى: ۷/۱۹۳، ۱۹۴

الْمُسْلِمِیْن۔ یعنی جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف کافروں کو قوت، طاقت اور ہر طرح کی (لاجسٹک) سپورٹ فراہم کرتا ہے تو ﴿فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ وہ انہی میں سے کاؤنٹ (Count) کیا جائے گا۔ گویا اللہ رب العزت نے بڑی وضاحت سے فرما دیا ہے کہ اس کے ساتھ وہی رویہ برتا جائے گا جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ برتا جائے گا ۔وہ شخص کسی مسلمان کے مال میں وراثت کا حقدار بھی نہیں ٹھہرے گا نہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مال مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ اس لیے کہ وہ مرتد ہو چکا ہے یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ حکم یا قیامِ قیامت جاری وساری ہے۔''

مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''فرمان الٰہی ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ میں شرط بھی ہے اور جواب شرط بھی ہے۔ یعنی اس فرمان ذیشان کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، اسی طرح اس نام نہاد کلمہ گو مسلمان نے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے، جس طرح دنیا میں ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ دشمنی رکھنا واجب اور فرض ہے۔ اسی طرح اس کلمہ گو مسلمان سے بھی دشمنی رکھنا واجب اور فرض ہے جس طرح آخرت میں وہ یہودی اور عیسائی (یہودیت اور عیسائیت پر مرنے کی صورت میں) لازمی طور پر جہنم کی آگ کے مستحق قرار پائیں گے بالکل اسی طرح یہ کلمہ گو نام نہاد مسلمان بھی جہنم کی آگ کا مستحق قرار پائے گا۔ الغرض وہ اب ان یہودیوں اور عیسائیوں کی سوسائٹی کا ایک فرد بن چکا ہے۔''[1]

---

[1] تفسیر القرطبی:٦/٢١٧

اللہ نے دونوں کو ایک ہی پلڑے میں ڈال دیا:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" نَهٰی سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰی عَنِ اتِّخَاذِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی أَوْلِيَاءَ ، وَاَخْبَرَ أَنَّ مَنْ تَوَلَّاهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَهُوَ مِنْهُمْ .. وَ هٰكَذَا حُكْمُ مَنْ تَوَلَّى الْكُفَّارَ مِنَ الْمَجُوْسِ وَ عُبَّادِ الْأَوْثَانِ فَهُوَ مِنْهُمْ ...... اِلٰى قَوْلِهٖ رحمه الله : "وَلَمْ يُفَرِّق تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى بَيْنَ الْخَائِفِ وَغَيْرِهٖ بَلْ أَخْبَرَ تَعَالٰى أَنَّ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ خَوْفَ الدَّوَائِرِ ، وَهٰكَذَا هٰؤُلَاءِ الْمُرْتَدِّيْنَ " [1]

''اللہ رب العزت نے یہود ونصاریٰ کو دوست بنانے سے منع فرمایا ہے اور خبر دار کیا ہے کہ مسلمانو! یاد رکھو جو تم میں سے ان کو دوست اور حمایتی بنائے گا پھر وہ ان ہی میں شمار ہوگا، وہی معاملہ اس شخص کا بھی ہوگا اور جو یہود ونصاریٰ کے علاوہ کسی آگ پوجنے والے (زرتشت) کو دوست بنائے گا یا کسی بتوں کے پجاری (ہندومت یا بدھ مت) کو دوست بنائے گا تو وہ ان مذہب والوں میں ہی شمار ہوگا۔''

شیخ سلیمان بن عبداللہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک پلڑے میں ڈالتے ہوئے یہ فرق بھی بیان نہیں کیا کہ اگر بالفرض کوئی شخص ان کافروں سے کوئی خطرہ اور محسوس کرتا ہو تو پھر ان سے دوستی کرنا جائز اور درست ہے۔ بلکہ واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خوف وخطرہ محسوس کرنے کے معاملے کو ان کے دلوں کی بیماری کہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سورۃ المائدۃ کی آیت:۵۲

---

[1] الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد:٣٣٨

میں یہ بات ارشادفرمائی ہے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ کافروں کے کسی نہ کسی شر کے خوف اور گردش زمانہ کے ڈر سے ان کے ساتھ دوستیاں کرتے ہیں۔اگر یہ غور کرلیا جائے تو آج کے دور کے مرتدین اورمنافقین کا بھی بالکل یہی حال اور یہی معاملہ ہے۔''

فسق وفجور سے کفر وارتداد کی طرف:

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر:۵۱ اوراس ضمن میں بیان کردہ علمائے تفسیر کی توضیحات وتشریحات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے،مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرتا ہے یا مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں کافروں کا ساتھ دیتا ہے وہ کافر ومرتد ہے ۔اس سے بڑھ کر جو شخص با قاعدہ کافروں کے لشکروں اورفوجوں کا پارٹنر(partner)بنتا ہے ،وہ فوجی قافلے اورلشکر جواللہ کے دین کے ساتھ جنگ کرنے کے درپے ہیں اوراس دینِ اسلام سے اللہ کے بندوں کوروکنے کے ناپاک عزائم رکھتے ہیں۔جن کی کاروائیوں میں حصہ لینے سے وہ کافروں کے کاغذوں اورفائلوں میں بڑے مفادات اورعالی شان پروٹوکولز بھی وصول کرتے ہیں ۔مجاہدین اسلام اور خالص العقیدہ مومنوں کے خلاف فوجی آپریشنوں کے عوض انعامات واعزازات بھی دیے جاتے ہیں۔جو شخص بھی ان کافروں کا حامی ومددگار بنے گا۔خواہ اس کی خاطر کتنی ہی مشقتیں اورتکلیفیں بھی اٹھائے ۔جہاد اور مجاہدین کے (بظاہر دہشت گردی کے)خلاف عالمی جنگ میں وہ اپنی زندگی کی تمام بہاریں ضائع کردے۔وہ ان مشقتوں کو برداشت کرنے اورعمریں کھپانے کے باوجود اللہ رب العزت کے ہاں کافر ہی شمار ہوگا۔ہر چند کہ وہ نمازیں پڑھے۔روزے بھی رکھے اور یہ دعوٰی بھی کرے کہ میں مسلم ہوں۔بھلا وہ کون سی چیز ہے جو ان منافقین ومرتدین کو کافروں سے دوستی پر،ان کافروں کی بے لوث اطاعت پر

،مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کافروں کا ساتھ دینے پر اور اللہ کے دین کے مجاہدوں اور غازیوں کے دشمنی پر برانگیختہ کرتی ہے۔وہ چیز یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرنے سے پہلے بھی وہ فسق وفجور والی زندگی گزار رہے تھے اور اللہ رب العزت کی اطاعت وفرمانبرداری سے نکلے ہوئے تھے۔(لہٰذا ترقی یافتہ ہوتے ہوئے وہ فاسق وفاجر سے مرتد وکافر کے درجے پر پہنچ گئے)

دلیل سوم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَوۡ کَانُوۡا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مَا اتَّخَذُوۡہُمۡ اَوۡلِیَآءَ وَ لٰکِنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴾ [المائدة=٥:٨١]

’’اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر، نبی (ﷺ) پر اور نبی پر جو (کلام) نازل کیا گیا ہے، اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں‘‘

’’ایمان اور کفار سے دوستی ایک دوسرے کی ضد ہیں‘‘:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مذکورہ آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

" ذَکَرَ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالٰی جُمۡلَۃً شَرطِیَّۃً تَقۡتَضِیۡ أَنَّہٗ اِذَا وُجِدَ الشَّرۡطُ وُجِدَ الۡمَشۡرُوۡطُ بِحَرۡفٍ" لَوۡ"۔ الَّتِیۡ تَقۡتَضِیۡ مَعَ انۡتِفَاءِ الشَّرطِ اِنۡتِفَاءِ الۡمَشۡرُوۡطِ فَقَالَ ﴿لَوۡ کَانُوۡا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مَا اتَّخَذُوۡہُمۡ اَوۡلِیَآءَ وَ لٰکِنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴾ فَدَلَّ عَلٰی أَنَّ الۡاِیۡمَانَ الۡمَذۡکُوۡرَ یَنۡفِی اِتِّخَاذَھُمۡ أولِیَاءَ وَ یُضَادُّہٗ ۔ وَلَا یَجۡتَمِعُ الاِیۡمَانُ وَ اِتِّخَاذُھُمۡ أَوۡلِیَاءَ فِی

الْـقَـلْبِ ، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنْ مَنِ اتَّخَذَهُمْ أَوْلِيَاءَ مَا فَعَلَ الْإِيمَانَ الْوَاجِبِ مِنَ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَ مَا أُنْزِلَ اِلَيْهِ۔" [1]

''اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت میں جملہ شرطیہ ذکر فرمایا ہے۔ جملہ شرطیہ کے اندر ایک شرط ہوتی ہے اور ایک مشروط ہوتا ہے۔ جملہ شرطیہ کا تقاضا ہوتا ہے کہ جب شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جائے۔ اگر شرط نہیں ہوگی تو مشروط بھی لازماً نہیں ہوگا۔ یہ جملہ عام طور پر حرف ''لَوْ'' سے بیان ہوتا ہے۔ اردو میں ''لَوْ'' کا معنیٰ ''اگر'' کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ سورۃ المائدۃ کی آیت:۸۱ میں فرماتے ہیں: ''اور اگر انھیں اللہ تعالیٰ پر، نبی ﷺ پر اور جو نبی ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے، اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے۔ لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔'' اس جملہ شرطیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ان کے اندر واقعتاً ایمان کی کوئی رمق باقی ہوتی تو یہ کافروں کو اپنا دوست کیوں بناتے؟ یعنی ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دوسرے کی ضد اور الٹ ہیں۔ اور دو متضاد چیزیں (یعنی ایک دوسرے کی بالکل الٹ چیزیں) اکٹھی ہو نہیں سکتیں۔''

لہٰذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دولتِ ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دل میں اکٹھی ہو سکتی ہی نہیں۔ اگر دل میں دولت ایمان ہوگی تو کافروں سے دوستی نہیں ہوگی۔ اگر کافروں سے دوستی ہوگی تو دل میں دولت ایمان نہیں ہوگی۔ لہٰذا جو شخص کافروں کو دوست بنائے گا وہ ایمان کے لازمی تقاضوں کو کبھی پورا نہیں کر سکے گا جو اللہ پر، نبی ﷺ اور نبی پر نازل ہونے والی وحی یعنی قرآن و حدیث پر ایمان لانے کے بعد ایک بندۂ مسلم پر لاگو ہوتے ہیں۔

---

[1] مجموع الفتاوی:۷/۱۷، نیز دیکھیے تفسیر ابن کثیر:۲/۸۶، تفسیر ابی سعود:۳/۷۱

مرتدین ارتداد سے پہلے بھی فاسق و فاجر ہوتے ہیں:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ) رحمہ اللہ مذکورہ آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

" ذَكَرَ سُبْحَانَهُ أَنَّ موَالَاةَ الْكُفَّارِ مُنَافِيَةٌ لِلْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم وَ مَا أُنْزِلَ اِلَيْهِ ثُمَّ أَخْبَرَ أَنَّ سَبَبَ ذٰلِكَ كَوْنُ كَثِيْرٍ مِنْهُمْ فَاسِقِيْنَ ، وَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ مَنْ خَافَ الدَّوَائِرِ ، وَ هٰكَذَا حَالُ كَثِيْرٍ مِّنْ هٰؤُلَاءِ الْمُرْتَدِّيْنَ قَبْلَ رِدَّتِهِمْ ۔ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُوْنَ فَجَرَّهُمْ ذٰلِكَ اِلٰى مُوَالَاةِ الْكُفَّارِ وَ الرِّدَّةِ عَنِ الْاِسْلَامِ (نعوذُ باللّٰه من ذلك) [1]

”زیرِ تفسیر آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ اگر کافروں سے دوستی ہے تو پھر اس دوستی کرنے والے کا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کلام اور وحی (یعنی قرآن وحدیث) پر ایمان ہے۔ پھر آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس دوستی کا سبب بیان فرمایا ہے کہ دوستی سے پہلے ان نام نہاد مسلمانوں کی زندگیوں کا انداز یہ تھا کہ وہ پہلے ہی فاسق وفاجر اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں والی زندگیاں گزار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستی کرنے والوں کو بے ایمان اور کافر کہتے ہوئے یہ بھی فرق بیان نہیں کیا کہ ہاں اگر ان کافروں کے حملے کا کوئی خوف یا حالات کی نزاکت کا کوئی تقاضا ہو تو پھر کافروں سے دوستی جائز ومباح ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ہمارے اس دور کے مرتدین کی بھی مرتد ہونے سے پہلے یہی حالت تھی کہ وہ فاسق وفاجر اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں والی زندگیاں بسر کر رہے تھے۔ یہ طرز زندگی ان کو آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے، سہجے

---

[1] مجموعة التوحيد: ٥٠، ٥١

سبھے کافروں سے دوستی اور اسلام سے ارتداد کی انتہائی قبیح منزل کی طرف لے گیا۔''
شیخ سلیمان بن عبداللہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

" اِنَّـهُ يَـجِـبُ عَـلٰـى الْـمُـسْـلِـمِ أَنْ يَّـعْـلَـمَ أَنَّ اللّٰـهَ افْـتَـرَضَ عَلَيْـهِ عَـدَوَاةَ الْمُشْرِكِيْنَ وَعَدمَ مُوَالَاتِهِمْ وَ أَخْبَرَ أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ شُرُوْطِ الْاِيْمَانِ ۔ وَ نَفَى الْاِيْـمَـانَ عَـنْ مَـنْ يُّـوَادِّ مَنْ حَـادَاللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَو كَـانَ أَقْرَبَ قَرِيْبٍ فِى النَّسَبِ [1]

''ہر بندۂ مسلم پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اس بات کو جان لے کہ اللہ رب العالمین نے مشرکوں سے دشمنی اور بائیکاٹ کو فرض قرار دیا ہے۔ یہ بات بھی بیان کر دی ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے دشمنی رکھنا اور دوستانہ تعلقات نہ رکھنا ایمان کی لازمی شرائط میں سے ایک بہت ہی اہم شرط ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کے ایمان کی نفی کی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرنے والے سے محبت قائم کرتا ہے اور یہ دشمنی کرنے والا خواہ کوئی بڑا ہی قریبی رشتہ دار اور عزیز ہی کیوں نہ ہو۔'' [2]

---

[1] مجموعة التوحيد: ٥١،٥٠

[2] ''معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں اور ان سے دشمنی والے تعلقات پیدا نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی کما حقہ عبادت نہیں کرتے اور وہ عبادت کے معاملے میں اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کی کما حقہ عبادت کرتے ہوتے تو اپنی پسندیدگی، محبت اور تعاون کی یقین دہانیاں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور دین اسلام کے دشمنوں کو ہرگز نہ کراتے۔ وہ اللہ کے دشمن اور دین اسلام کے دشمن خواہ کافر ہوں، خواہ مشرک ہوں یا اسلام سے پھر جانے والے مرتد ہوں۔ جب کوئی کلمہ شریف پڑھنے والا کافروں کے ہر مطالبہ اور ڈیمانڈ کے سامنے خود کو سرنڈر کرتا جائے۔ ان سے اظہار محبت کرتا رہے، کفر پر ان سے مکمل آہنگی پیدا کرتا جائے۔ اپنے مال اسلحہ اور رائے کے ساتھ وہ ان کافروں سے تعاون کرے۔ کفر کی بنیاد پر ہی وہ ان کافروں کے تمام تحفظات واقدامات کی تائید کرتا رہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو منقطع کر لے، یا پھر کافروں کے ساتھ اس کے تعلقات اور مراسم انتہائی گہرے اور پختہ ہوں۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے ساتھ اس کے تعلق ومراسم واجبی سے اور سطحی سے ہوں خوب سمجھ لینا چاہیے جس شخص کا مذکورہ بالا کردار و عمل ہو وہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کے مفہوم سے نکل گیا اور دین اسلام سے مرتد ہو چکا ہے۔ اس کا معاملہ عین کفر والا ہے۔ اس لیے کہ نظریہ وعمل، قول و کردار، حکم وفعل کے اعتبار سے وہ مشرکوں میں سے ہو چکا ہے۔ گویا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تقاضوں کو ہرگز پورا نہیں کیا، کلمہ توحید جس چیز کی نفی کرتا ہے اس کی نفی کرنی ——— (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دلیل چہارم:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ۝﴾ [آل عمران=۳:۱۰۰]

''اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں مرتد اور کافر بنا دیں گے۔''

''تم اقرار کے باجود کافر ہو جاؤ گے'':

شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس آیت کریمہ کی تفسیر و تشریح یہ ہے کہ:

''اے وہ لوگو! جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچے دل سے کلمہ پڑھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اللہ کی طرف سے جو شریعت لے کے آئے، اس کا سچے دل سے اقرار کیا، اگر تم اہل تورات اور اہل انجیل کی کسی ایسی جماعت کی اطاعت و پیروی کرنے لگ جاؤ جو خود کو کتاب (الٰہی) کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تم اگر ان کی ہر اس معاملے میں پیروی کرتے جاؤ جو وہ تم سے کہتے جائیں تو لازماً وہ تم کو گمراہ کر دیں گے اور تم کو اسلام سے پھیر کر مرتد بنا دیں گے۔ تم اپنے رب کی طرف سے لانے والے اور مبعوث کیے جانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے باوجود اور اپنے پروردگار کی طرف سے آئی

اور جس چیز کو ثابت کرتا ہے اس کو ثابت کرنا چاہیے تھا۔ جب اس شخص کا معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اس نے اس چیز کو عملاً ثابت کیا جس کی کلمۂ توحید ''لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' نے نفی کی تھی اور اس چیز کی عملاً نفی کی جس چیز کو کلمہ توحید نے ثابت کیا تھا۔ لہٰذا ایسا شخص اپنی زبان سے چاہے دسیوں مرتبہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرتا رہے اس کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ سچی بات اور اقرار وہ ہوتا ہے کہ عمل و کردار اس کی تائید و حمایت کرے۔

ہوئی شریعت کا اقرار کرنے کے باوجود کافر ہو جاؤ گے۔[1]

دلیل پنجم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۝﴾ [آل عمران=۳:۱۴۹]

''اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے، یعنی تمہیں عنقریب مرتد بنا دیں گے تم پھر نامراد ہو جاؤ گے''

محبتِ اغیار محرومی ایمان پر منتج ہے:

شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں کو، اوامر اور نواہی کو سچا جانتے اور مانتے ہو! ﴿اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ سے یہود و نصاریٰ کے لوگ مراد لیے ہیں جنھوں نے پیغمبر آخر الزمان ختم الرسل جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کیا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: اگر تم ان یہودیوں اور عیسائیوں کی بات مانو گے۔ یعنی جس بات کا وہ تمہیں حکم دیں تم فوراً بجالاؤ اور جس کام سے وہ تمہیں منع کر دیں تم اس سے فوراً باز آ جاؤ۔ اس معاملے میں تم ان کی رائے اور ان کے خیال کو قبول کرنے کو اپنے لیے اعزاز سمجھو اور ہر اس معاملے میں تم ان کی نصیحت کو قبول کر لو جس کے بارے میں وہ کافر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ

---

[1] تفسير الطبرى:۷/۶۰، تفسير القرطبى:۴/۱۵۵، تفسير ابى سعود:۲/۶۴

تمہارے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں۔تو پھر یہ طرز عمل اور اطاعت گزاری ایمان لانے کے بعد (یعنی کلمہ پڑھنے کے باوجود) تمہیں مرتد بنادے گی۔ بلکہ مسلمان ہونے کے باوجود یہ اطاعت گزار تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے انکار پر برانگیختہ کردے گی۔۔ بعدازاں اس کا لازمی اور بدیہی نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ ﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ اپنے دین (یعنی اسلام) سے پھر جانے کی وجہ سے تم ہلاک اور برباد ہو جانے والے ہو جاؤ گے، اپنے آپ کو گھاٹا اور نقصان پہنچا بیٹھو گے، اپنے دین سے بہک جاؤ گے اور تمہاری دنیا بھی اور تمہاری آخرت بھی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے دین کے معاملے میں خسارا اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

❁ اسی طرح امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے امام السّدّی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ﴾ سے مراد ہے کہ " اِنْ تُطِيْعُوْا أَبَا سُفْيَانَ يَرُدُّوْكُمْ كُفَّارًا " (اگر تم نے ابوسفیان اور اس کے ماتحتوں اور حواریوں کی بات مان لی تو وہ ابوسفیان تم کو کافر بنادے گا۔[1،2]



---

❶ تفسیر الطبری:۷/۲۷۶،۲۷۷

❷ چونکہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ پہلے پہل کفر کی زندگی میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفر کے اس بہت بڑے امام، پیشوا اور لیڈر کو اسلام کی طرف آنے کی توفیق عطا فرمادی۔ الحمدللہ پھر اللہ نے ان کے ہاتھوں دین کے غلبہ میں بہت زیادہ کام بھی لیا۔ مذکورہ بیان ان کی حالتِ کفر کے پیش نظر اور کافروں کے بہت بڑے لیڈر ہونے کے حوالہ سے دیا جارہا ہے کہ "اگر تم ابوسفیان کی پیروی کرو گے تو وہ تم کو بھی کافر بنادے گا۔"

دلیل ششم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا۝﴾ [النساء=٤:١٤٤]

''اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کرلو''

مومنوں کو چھوڑ کر ملت کفر کو تقویت نہ دو:

مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام طبری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کو ممانعت کی جارہی ہے کہ وہ اپنے اندر منافقین کے اوصاف واخلاق پیدا نہ کریں۔ کیونکہ منافق مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ پھر منافق بھی اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں رچانے کی بنیاد پران کافروں کی طرح ہی ہوجاتے ہیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ''اے ایمان لانے والو! کافروں سے دوستی نہ کرو، مومنوں کو چھوڑ کران کافروں کو مضبوط نہ بناؤ۔ اگر کوئی کلمہ پڑھنے والامسلمان بھی یہ کرتوت اور حرکت کرے گا تو منافقوں کی طرح اس پر بھی جہنم کی آگ واجب ہوگی۔''

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ ڈانٹتے ڈپٹتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''ایمان والوں میں سے جو شخص بھی کافروں کو اپنا دوست بنائے گا، مومنوں کو نظر انداز کرے گا، اگر کافروں کے ساتھ گہری محبت پیدا کرنے سے باز بھی نہیں آتا تو یہ واقعتاً اور حقیقتاً منافقین میں سے ہی جا ملتا ہے۔ وہ

منافقین جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے۔ ❶

کفار سے دوستی منافقت کی واضح دلیل ہے:

مشہور مفسر علامہ آلوسی رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ رب العزت نے منافقوں کا حال بیان کرنے کے بعد سچے ایمان والوں کو کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ کافروں سے دوستی کرنا منافقوں کا وطیرہ اور ان کے دین کا حصہ ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! تم ان کی مشابہت سے بچ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾ کا معنی ہے کہ عذاب کے اندر مبتلا کرنے کے لیے واضح دلیل اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کو فراہم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾ کی ایک تفسیر و تشریح یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ: ''کیا تم اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے منافق ہونے کی واضح دلیل مہیا کرنا چاہتے ہو'' اس لئے کہ کافروں سے دوستی رچانا منافقت کی واضح ترین دلائل میں سے ہے۔ ❷

دلیل ہفتم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ [التوبة=٩:٢٣]

---

❶ تفسیر الطبری:٩/٢٣٦

❷ ملاحظہ ہو روح المعانی للآلوسی:٥/١٧٧، فتح القدیر للشوکانی:١/٥٢٩، تفسیر ابی سعود:٢/٢٤٦

’’اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہ پورا گنہگار (ظالم) ہوگا‘‘

مذکورہ بالا آیت کے بارے میں امام قرطبی رحمہ اللہ کی تفسیر:

علامہ قرطبی رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

’’اس آیت کا ظاہری حکم اور معنی تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں تمام مومنوں کو مخاطب کیا گیا ہے اس آیت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے (یعنی منسوخ نہیں ہوا) قیامت تک کے لیے یہ حکم ہے کہ مومنوں اور کافروں کے درمیان محبت و دوستی ہرگز جائز نہیں ہے۔

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے ہیں:

’’قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے آخری حصہ ﴿وَ مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ۝﴾ کے بارے میں مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے:

((هُوَ مُشْرِكٌ مِثْلُهُمْ ، لِأَنَّ مَنْ رَضِيَ بِالشِّرْكِ فَهُوَ مُشْرِكٌ)) [1]

’’جو کسی کافر و مشرک سے دوستی کرے گا وہ ان کی طرح کا ہی مشرک ہوگا، اس لیے کہ جو شرک کو پسند کرتا ہے وہ بھی مشرک ہوتا ہے۔‘‘

دلیل ثانی میں جو بات گزری تھی کہ بعض لوگوں نے غلطی کی بناء پر یہ سمجھا ہے کہ ’’کوئی نام نہاد مسلمان اس وقت کافر ہوگا جب وہ دل سے کافروں کے دین و مذہب کو پسند کرنے لگ جائے اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مدد و معاونت کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ مل کر

---

[1] تفسیر القربی:۸/۹۳-۹۴، تفسیر فتح القدیر للشوکانی:۱/۵۲۹، تفسیر أبی سعود:۲/۲۴۶

مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرتا ہے تو وہ کافرنہیں ہوگا۔ جب تک دل سے اس کافر کے دین کو پسند نہ کرے؟۔

امام طبری رحمہ اللہ کے حوالے سے پیش کردہ اس کلام اور گفتگو کی مزید کچھ وضاحت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ سابقہ کلام سے بھی ہورہی ہے۔اس لیے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سمجھنا مبنی برخطا ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے والے کسی شخص کو کافر قرار دینے کے لیے ''رضائے قلبی'' (دلی خوشنودی) کی شرط عائد کی جائے۔ بلکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا قول سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے موقف کے مطابق بھی مسئلہ یوں ہی ہے کہ جو کسی کافر کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرے گا تو وہ اسی کی طرح کافر ہوا۔کسی کافر سے دوستی کے ظاہری مراسم ہی اس کے دل کے اندر کی رضا و رغبت کی دلیل سمجھے جائیں گے۔''

اقربا کی رضا کو بھی اللہ کی خوشنودی پر ترجیح دینا ناجائز ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ) رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

" فَفِی هٰذِهِ الْآیَةِ الْبَیَانُ الْوَاضِحُ أَنَّهُ لَا عُذْرَ لِأَحَدٍ فِی الْمُوافَقَةِ عَلَی الْکُفْرِ خَوْفًا عَلَی الْأَمْوَالِ وَالْآبَاءِ وَالْأَبْنَاءِ وَ الْأَزْوَاجِ ۔ مِمَّا یَعْتَذِرُ بِهِ کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ اِذَا لَمْ یُرَخص لِأَحَدٍ فِی مُوَدَّتِهِمْ وَ اتِّخَاذِهِمْ أَوْلِیَاءَ خَوْفًا مِنْهُمْ وَ اِیْثَارًا لِمَرْضَاتِهِمْ ، فَکَیْفَ بِمَنِ اتَّخَذَ الْأَبَاعِدَ أَوْلِیَاءَ وَ أَصْحَابَ وَأَظْهَرَ لَهُمُ الْمُوَاقِفَةَ عَلٰی دِیْنِهِمْ خَوْفًا عَلٰی بَعْضِ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ وَ مَحَبَّةٍ لَهَا ، وَمِنَ الْعَجَبِ اِسْتِحْسَانُهُمْ لِذٰلِكَ وَاسْتِحلَالَهُمْ لَهُ فَجَمَعُوْا

مَعَ الرِّدَّةِ اسْتِحْلَالَ الْمُحَرَّمِ“ [1]

”اس آیت کریمہ میں اس بات کا واضح بیان موجود ہے کہ کسی بھی فرد وبشر کے لیے جائز ومباح نہیں ہے کہ وہ کافروں کی موافقت اور مطابقت اختیار کرے۔ کسی شخص کو اگر چہ اپنے مال ودولت، آباءاجداد اور اہل وعیال کے ضائع ہونے اور بچھڑ جانے کا اندیشہ بھی دامن گیر ہو تو پھر بھی کافروں کی ہاں میں ہاں ملانا جائز نہیں۔ باوجود اس حقیقت کے کہ ان معاملات میں انسانوں کی اکثریت بے بس اور معذور ہو جاتی ہے۔ جب اللہ رب العزت نے ان جیسے قریبی رشتہ داروں سے ان کے کافر ہونے کی صورت میں محبت ودوستی کرنے کی رخصت واجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ اپنے ان کافر قریبی اور نسبی اعزہ واقارب کی خوشنودی اور رضاء کو اللہ کی رضاء اور خوشنودی پر فوقیت دینے کی اجازت نہیں دی۔ تو دور دور کے تعلقات اور مراسم والوں کو دوست اور ساتھی بنانے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ دور دور کے رشتہ داروں اور تعلق داروں میں سے بعض کے کھو جانے اور بچھڑ جانے کے خوف کی وجہ سے ان کے کفریہ عقائد ونظریات کے ساتھ موافقت اور محبت کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ انتہائی تعجب انگیز اور حیران کن معاملہ ان لوگوں کا ہے جو ان کافروں کے پروگراموں، کاروائیوں، ایجنڈوں کے لیے جائز اور حلال ہونے کی سند بھی عطا کر دیتے ہیں۔ اس طرح گویا دہرے جرم کا ارتکاب کر گزرتے ہیں۔ ایک جرم ان کے مرتد ہونے کا اور دوسرا جرم اللہ کی طرف سے ایک حرام کردہ چیز کو حلال قرار دینے کا۔“

آپ کہاں کھڑے ہیں؟:

[1] الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد: ٣٥٢

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن (آل شیخ) بیان فرماتے ہیں:

" اَلْأَمرُ الثَّالِثُ مِنْ نَوَاقِضِ الإسْلَامِ مُوَالَاۃُ الْمُشْرِكُ وَالرَّكُونُ اِلَيهِ وَ نُصرَتُهُ ، وَاِعَانَتُهُ بِالْيَدِ أَوِ اللِّسَانِ أَوْ بِالْمَالِ ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكَافِرِيْنَ ۝﴾ وَ قَالَ تَعَالٰى: ﴿ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِلْمُجْرِمِيْنَ۝﴾ وَ قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ وَ هٰذَا خِطَابُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ، فَانْظُرْ أَيُّهَا السَّامِعُ اَيْنَ تَقَعَ و مِنْ هٰذَا الْخِطَابِ وَ حُكْمِ هٰذِهِ الآيٰتِ " [1]

''کسی مسلمان کے اسلام کوختم کرنے والی اور دین اسلام سے خارج کرنے والی تیسری چیز ''کسی مشرک سے دوستی کرنا، کسی مشرک کی طرف مائل ہونا۔کسی مشرک کی مدد کرنا اور کسی مشرک کا اپنے ہاتھ ،زبان یا مال کے ساتھ تعاون کرنا'' ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ القصص کی آیت :۸۶ میں ارشادفرماتے ہیں:''آپ کو ہرگز کافروں کا مددگار نہیں ہونا چاہیے''اسی طرح سورۃ القصص کی آیت :۱۷ میں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انھوں نے اپنے اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا:[2]''(موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے :اے میرے رب !جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم کیا فرمایا ہے کہ (میرا جرم معاف کردیا ہے)میں اب کبھی بھی کسی گنہگار اور مجرم کا مددگار نہ بنوں گا۔اس سے ملتی جلتی

---

[1] المورد العذب الزلال فی کشف شبهة أهل الضلال:۲۹۱

[2] سورۃ القصص میں اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے موسیٰ علیہ السلام نے مصر کے اندر دو آدمیوں کو باہم لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ان میں ایک قبطی یعنی فرعون کے خاندان سے تھا اور دوسرا بنی اسرائیل سے رکھتا تھا۔بنی اسرائیل کے فرد نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے آواز دی۔موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے پاس جا کر اس قبطی کو ایک گھونسا دے مارا، وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فوراً اس جرم کی معافی طلب کی کہ یہ جو میرے ہاتھوں ''قتل خطا'' کا جرم سرزد ہوا ہے۔یا اللہ !اس کو معاف کردے۔اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔اپنے اس جرم کی معافی کے بعد آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک وعدہ وعہد کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے اس وعدہ کا تذکرہ سورۃ القصص کی مذکورہ بالا آیت :۱۷ میں فرمایا ہے۔

بات ہی اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ کی اس زیر تفسیر آیت:۲۳ کے آخری حصہ میں ارشاد فرمائی ہے: ''اور تم میں سے جو بھی ان کافروں سے محبت کرے گا وہ پورا پورا گنہگار ہوگا'' اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت کی طرف سے امت محمدیہ کے تمام مومنوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ اس کے بعد ہر پڑھنے والا اور سننے والا اپنے اپنے گریبان میں نظر ڈال کر جائزہ لے کہ میں کہاں کھڑا ہوں؟ کتنے پانی میں ہوں، ان آیات قرآنیہ کے حوالہ سے میرا کیا حال اور معاملہ ہے؟

(شیخ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

دلیل ہشتم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا۝﴾ [النساء=٤:١٤٠]

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔ (ورنہ) تم بھی اس وقت انہیں جیسے ہو گے یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے''

آیات کے استہزاء پر چپ رہنا بھی جرم ہے:

شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ مذکورہ آیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اگر تم ایسے لوگوں کے ساتھ مجلس اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کی آیات کا انکار کررہے ہوں۔ قرآن کی آیات وتعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہوں اور تم وہاں تماشائی بن کر بیٹھے رہو تو پھر تم بھی ان کی طرح ہی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اس حالت میں بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہو۔ وہاں سے اٹھ کر جا نہیں رہے حالانکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار واستہزاء کررہے ہیں تو پھر ان کے اس فعل وعمل میں تم اور وہ برابر ہیں۔ برابر اس لیے کہ وہاں اللہ کی آیتوں کا انکار ہورہا تھا اور مذاق اڑایا جارہا تھا اور تم وہاں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کررہے تھے۔ جب کہ وہ کافر اللہ کے قرآن کی آیات وہدایات کا انکار کرکے اور مذاق اڑا کر اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کررہے تھے۔ لہٰذا تم نے بھی ویسی ہی نافرمانی کا ارتکاب کیا جیسی نافرمانی کا ارتکاب انھوں نے کیا۔ اس وجہ سے اللہ کے منع کردہ حکم کو بجالانے میں برابر ٹھہرے۔''[1] (امام طبری رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

خاموشی بھی تائید ہے:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ آیت کے حوالے سے یوں تفسیر بیان کرتے ہیں:

''جب تم نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے حکم کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم تم تک پہنچ چکا تھا۔ منع کیے ہوئے حکم کا ارتکاب یوں کیا کہ تم ان کافروں کے ساتھ ایسی جگہ بیٹھے رہے جہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار ہورہا تھا اور اس کے قرآن کی آیتوں کا مذاق اڑایا جارہا تھا۔ قرآن کے احکامات میں کیڑے نکالے جارہے تھے۔ ان کی اہمیت ومرتبہ کو گھٹایا جارہا تھا تم وہاں بیٹھے ان باتوں کی تصدیق وتائید کرتے رہے تو گویا تم ان

---

[1] تفسیر الطبری: ۹/ ۳۲۰، ۳۲۲

کے جرم میں برابر کے شریک تھے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ ''یعنی تم اس وقت ان کی طرح ہی ہوتے ہو''

مذکورہ آیت کی تفسیر ہی میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت: ۱۴۰ کے آخری حصہ میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۝﴾ ''اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم کی آگ میں جمع کرنے والا ہے''یعنی جس طرح دنیا کے اندر منافق کافروں کے ساتھ مجالس میں شریک ہوتے تھے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ اب ان منافقوں کو جہنم کے ازلی وابدی عذاب کے اندر بھی کافروں کے ساتھ شریک کرے گا۔اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم جیسی سزا گاہ میں اکھٹا کرے گا۔لہٰذا سزا سہنے میں ،عذاب الٰہی کے اندر مبتلا ہونے میں ،قید وبند کی سزا برداشت کرنے میں ،طوق اور بیڑیاں پہننے میں ،گرم کھولتے ہوئے پانی کے پینے میں اور کچ لہواور پیپ کے پینے میں سب منافق اور کافر اکھٹے ہوں گے۔یہ گندی پیپ اور کچ لہو بڑا ہی بدشکل اور بدمزا ہوگا ۔جہنم کا یہ پانی صاف ستھرا نہیں ہوگا۔ (حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)[1]

کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے:

''علامہ قرطبی رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تمام لوگوں کو خطاب کیا جارہا ہے جو ایمان کا دعوٰی اور اظہار کرتے ہیں۔خواہ وہ مخلص مسلمان ہوں یا منافق اس لیے کہ جو بھی ایمان کا دعوٰی اور اظہار کرنے والا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کتاب اللہ کے احکامات کی

[1] تفسير ابن كثير: ٥٦٧٥٦٦/١ – مطبوعة دار المعرفة – بيروت

بجا آوری کرے۔منافقوں کی یہ عام عادت تھی کہ وہ یہودیوں کے بڑے بڑے علماء کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے۔اپنی مجلس میں یہودی علماء قرآن کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔تو اس تناظر میں اللہ رب العزت نے اس آیت میں ارشاد فرمایا:﴿اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا﴾(''یعنی جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہونے والے انکار اور استہزاء کو سنو۔'') اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سننے کا تعلق ڈائریکٹ آیات کے ساتھ جوڑا ہے''کہ جب تم سنو اللہ کی آیات کو......'' جبکہ اس سے مراد ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہوتے ہوئے انکار اور استہزاء کو سنو۔یہ انداز کلام زیاد موثر اور جاندار ہے۔اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ جیسے عربی زبان میں یہ جملہ کہا جاتا ہے :''سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰہِ یُلَامُ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبداللہ کے بارے میں ہونے والی ملامت کو سنا۔یہ معنی نہیں کہ میں نے عبداللہ کو سنا۔نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:﴿فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖٓ﴾اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ آیات الٰہی کے ساتھ کفر واستہزاء کر رہے ہوں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔یہاں تک کہ وہ اس کفر واستہزاء کے علاوہ کوئی اور بات شروع کریں۔اس کام کا نتیجہ بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:﴿اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ﴾بلا شبہ اس وقت تم ان کی طرح ہو جاؤ گے۔''

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں اور بدکرداروں سے اجتناب اور پہلو تہی واجب ہے۔خاص طور پر اس وقت جب وہ کسی گناہ کا ارتکاب کر رہے ہوں۔اس لیے کہ جو ایسی مجلس اور ایسے لوگوں سے پہلو تہی اختیار نہیں کرے گا وہ ان کے عمل کو پسند کرنے والا شمار ہوگا۔یہ اسلام کا اصول ہے کہ''اَلرِّضَاءُ بِالْکُفْرِ کُفْرٌ ''یعنی کفر کو پسند

کرنا بھی کفر ہے۔ یہ اصول اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ ''اس وقت تم ان کی طرح ہی شمار کیے جاؤ گے۔'' لہٰذا ہر وہ شخص جو کسی نافرمانی والی مجلس کو اختیار کرتا ہے۔ وہاں بیٹھ کر وہ ان لوگوں کے ساتھ برے عمل پر کوئی تنقید اور ملامت نہیں کرتا تو وہ گناہ میں برابر کا حصے دار ہوتا ہے۔ کسی بری مجلس میں اہل معاصی کے ساتھ بیٹھنے والے کے لیے یہی مناسب تھا کہ جب وہ کوئی نافرمانی کی بات کر رہے تھے تو ان کو منع کرتا اور اس بری بات سے روکتا۔ اگر ان کو روکنے اور منع کرنے کی طاقت اس کے پاس نہیں تھی تو وہاں سے فوراً اٹھ کر نکل آتا۔ تاکہ وہ اس آیت میں بیان ہونے والے ایک جیسے دو طبقوں میں شمار نہ ہوتا۔''

جناب عمر بن عبدالعزیز کا پرمزاح تبصرہ:

''مشہور اموی خلیفہ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حوالے سے مروی ہے کہ: انہوں نے اپنی انتظامیہ کے ذریعے اچانک چھاپہ مار کر رنگے ہاتھوں چند لوگوں کو گرفتار کیا جو شراب پینے والے تھے۔ ان میں سے ایک شخص کے متعلق پتہ چلا کہ یہ تو روزہ دار (صائم) تھا۔ اس موقع پر جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ادب و مزاح کی حس بیدار ہوئی، فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ ''تم اس وقت ویسے ہی سمجھے جاؤ گے جیسے وہاں دیگر افراد سمجھے جائیں گے۔''

اسی آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافرمانی کو پسند کرنا بھی نافرمانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی برے کام کا ارتکاب کرنے والا قابل گرفت اور قابل مؤاخذہ ہوگا تو برے کام کو پسند کرنے والا بھی قابل گرفت ہوگا۔ دونوں کو گناہ کی ایک جیسی سزا اللہ کی طرف سے دی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔ یہ مماثلت اور

موافقت اگر چہ تمام صفات واجزاء میں نہیں ہوتی لیکن صرف ظاہری طور پر کچھ میل جول اور ساتھ دینے کی وجہ سے بھی یہ مماثلت اور موافقت قائم ہوسکتی ہے۔ جیسے کسی شاعر کے کلام کا ایک مصرعہ ہے:

فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالْمُقَارَنَ يَقْتَدِی

''ہر دوست اپنے دوست کی پیروی اور اقتداء کرتا ہے۔'' [1]

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل معاصی (بدکرداروں اور گنہگاروں سے پہلوتہی اور علیحدگی اختیار کرنا واجب اور ضروری ہے۔ تو پھر اہل بدعت وشرک سے اور خواہشات نفس کے پیروکاروں سے اجتناب تو اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری واجب ہے۔'' [2]

(امام قرطبی کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

کفر وارتداد کے دو درجے: ادنیٰ اور اعلیٰ:

یہاں یہ قابل غور ہے کہ جب اللہ رب العزت نے ایسے شخص کو کافروں کی طرح کافر شمار کیا ہے جو کافروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے اور اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے، مجلس اور صحبت اختیار کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا وہی حکم اور معاملہ ہے جو ان کافروں کا ہے۔ قیامت کے دن یہ ایک جگہ جمع کیے جائیں گے جب اس شخص کا معاملہ یہ ہے تو اس شخص کا کیا معاملہ ہوگا جو قدرت واختیار سے، دل کی رضا اور چاہت سے ایسے لوگوں کی طرف کشاں کشاں، فرحاں فرحاں اور کھنچا کھنچا جاتا ہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار بھی کرتے ہیں اور ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں

---

[1] ہمارے ہاں اردو زبان میں یہ مثل مشہور ہے کہ ''خربوزے سے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔''

[2] تفسیر القرطبی: ٥/٤١٧، ٤١٨

پھر یہ ان کافروں کے ساتھ مل کر ان کے پروگراموں ،ایجنڈوں اور مفادات کی تکمیل میں مسلمانوں کوطرح طرح کی آزمائشوں اور فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں۔مسلمانوں کے برحق اور سچے دین ''دین اسلام'' کے راستے میں رکاوٹیں اور دیواریں بھی حائل کرتے ہیں،مسلمانوں کی عزتوں ،ناموسوں اور حرمتوں کو پامال کرتے ہیں۔مسلمانوں کو ان کے رب کے راستے سے روکنے کے لیے تمام تر اقدامات کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ کے دین کو،اس کی شریعت کو اور زمین پر نازل ہونے والے اللہ کے احکامات کو ختم کرنے کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔اپنے خودساختہ (self-made)اور کافرانہ قوانین کو اللہ رب العزت کی کی شریعت کی جگہ نافذ کرنے کے درپے ہیں۔یہ سب کچھ وہ اپنے ان آقاؤں اور لیڈروں کی خوشنودی اور ایماء پر کرتے ہیں جو ان کو امریکی پارلیمنٹ کی جماعت ''کانگریس'' یا برطانوی پارلیمنٹ کی جماعت ''مجلس عموم'' یا روسی پارلیمنٹ کی حکمران جماعت ''کرملین'' کی طرف سے موصول اور صادر ہوتے ہیں۔

موجودہ حالات میں علماء کی اصل ذمہ داری:

یہ بات بلاخوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ ایسے لوگ کفر میں کہیں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جن کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے سورۃ النساء کی زیرتفسیر آیت:۱۴۰ میں فرمایا ہے۔ان لوگوں کا یہ عذر بھی بے فائدہ اور لایعنی ہوگا کہ ہم نے یہ سب کچھ کافروں کی قوت اور طاقت کے خوف سے اور ان کے مکر اور ان کی چال سے بچنے کے لیے کیا ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی عذر کو قابل التفات اور قابل قبول نہیں سمجھا۔سوائے اس شخص کے جو انتہائی درجہ کی مجبوری ،بے بسی اور ناچاری میں ہو۔جس مجبوری ،ناچاری اور جبر واکراہ کی وضاحت اہل علم کے مستند کلام کے حوالے سے اسی مسئلہ کی ''دلیل اوّل'' میں گزرچکی ہے۔کسی شخص کو یہ بات زیب نہیں دیتی ہے کہ وہ ان کافروں اور ان کافروں کے اقدامات کا دفاع کرتا پھرے۔خاص طور پر

ایسے شخص کو تو بالکل زیب نہیں جو اہل علم میں شمار ہوتا ہے، جسے قرآن وسنت اور شریعت الٰہی کے علم سے بہرہ ور اور نور سے منور تصور کیا جاتا ہے۔

درحقیقت یہی علماء لوگوں کے اصل قائد، لیڈر اور سیاستدان ہونے کے حقدار ہیں۔ اہل علم حضرات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کافروں کو اور ان کی مکروہ سازشوں کو بے نقاب کریں۔ ان کے ایجنڈوں اور درپردہ گھناؤنی چالوں کو عوام الناس کے سامنے واضح کریں ۔لوگوں کو جہاد کے میدانوں کی طرف رہنمائی کریں اور انھیں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف کھینچ کھینچ کر لے کر آئیں۔

علماء کرام اور مذہبی قائدین جب تک یہ کارِ خیر اور اپنی اصل ذمہ داری ادا نہیں کریں گے اس وقت تک نہ تو صحیح معنوں میں قیادت وسیادت کے حق دار ہیں اور نہ یہ لوگوں کے درمیان سربرآوردہ شخصیات ہی بن سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اچھی تعریف اور خوشنودی کے حق دار ہی قرار پاسکتے ہیں۔

دلیل نہم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾ [المجادلة=٥٨:٢٢]

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول

ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلے کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے۔جن کی تائید اپنی روح (یعنی خاص نصرت اور نور ایمان) سے کی ہے۔اور جنھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں۔یہ اللہ کی جماعت (پارٹی اور گروہ) ہے آگاہ رہو! بلاشبہ اللہ کی جماعت والے ہی کامیاب لوگ ہیں''

حبِّ کفار سے معمور دل محبت الٰہی سے دور ہوتا ہے:

مذکورہ آیت کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

فَأَخْبَرَ أَنَّكَ لَا تَجِدُ مُؤْمِنًا يُوَادُّ الْمُحَادِّيْنَ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﷺ، فَاِنَّ نَفْسَ الاِيْـمَـانِ يُنَافِيْ أَحَدُ الضِّدَّيْنِ الْآخِرَ، فَاِذَا وُجِدَ الاِيْمَانُ انْتَفٰى ضِدُّهُ وَ هُـوَ مُـوَالَاـةُ أَعْـدَاءِ الـلّٰهِ ـ فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ يُوَالِي أَعْدَاءَ اللّٰهِ بِقَلْبِهٖ كَانَ ذٰلِكَ دَلِيلًا عَـلٰى أَنَّ قَلْبَهٗ لَيْسَ فِيْهِ الاِيْمَانُ الوَجِبُ ـ وَ مِثْلُهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى فِي الْآيَةِ الْأُخْرٰى : ﴿ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُـمْ اَنْـفُسُهُـمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَ لَوْ كَانُوْا يُـؤْمِـنُـوْنَ بِـاللّٰهِ وَ الـنَّبِـيِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝﴾ [المائدة=٥:٨٠،٨١] فَـذَكَرَ جُمْلَةً شَرْطِيَّةً تَقْتَضِي أَنَّهٗ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطِ انْتِفَاءَ الْمَشْرُوْطُ بِحَرْفِ ﴿ لَوْ ﴾ الَّتِيْ تَقْتَضِيْ مَعَ انْتِفَاءِ الشَّرْطِ انْتِفَاءَ الْمَشْرُوْط ، فَقَالَ:﴿وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا

اتَّخَذُوهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الْاِيْمَانَ الْمَذْكُوْرَ يَنْفِيْ اتِّخَاذَهُمْ اَوْلِيَاءَ وَ يُضَادُّهُ وَ لَا يَجْتَمِعُ الاِيْمَانُ وَ اتِّخَاذُهُمْ أَوْلِيَاءَ فِي الْقَلْبِ ۔ وَدَلَّ ذٰلِكَ أَنَّ مَنِ اتَّخَذَهُمْ أَوْلِيَاءَ مَا فَعَلَ الاِيْمَانَ الْوَاجِبَ مِنَ الاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ اِلَيْهِ" [1]

''اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ آپ کوئی ایسا بندۂ مومن نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے مخالفین سے محبت کرتا ہو۔اس لیے کہ ایک بندۂ مومن کا حقیقی ایمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی مخالف (کافر ومشرک) سے محبت ومودّت کی نفی کرتا ہے۔جس طرح دومتضاد چیزیں ایک دوسرے کی وجود کی نفی کرتی ہیں ۔(جہاں پانی ہوتا ہے وہاں آگ نہیں ہوتی ۔ جہاں عروج ہوتا ہے وہاں پستی نہیں ہوتی ۔کیونکہ یہ چیزیں ایک دوسرے کی متضاداور مقابل ہیں ۔)اس مسلم حقیقت سے معلوم ہوا کہ جس کسی بندۂ مومن کے دل میں ایمان ہوگا۔تو پھراس دل میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے محبت نہیں ہوسکتی ۔علیٰ ہذاالقیاس جب کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھاتا ہوگا تو اس کا یہ عمل خودبخوداس بات کی دلیل ہوگا کہ اس کا دل اس حقیقی ایمان سے خالی ہے جوایمان اللہ رب العالمین کے ہاں کامیابی دلاسکتا ہے۔

اسی فرمان کی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پرسورۃ المائدہ کی آیات:۸۰،۸۱ میں اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں''ان (اہل کتاب) میں سے بہت سےلوگوں کوآپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں۔جو کچھ انھوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا

[1] مجموع الفتاوی:۷/۱۷، نیز ملاحظہ ہوتفسیر الطبری:۲۸/۲۷ ، تفسیر القرطبی:۷/۳،۷/۹ ۔ تفسیر ابن کثیر:۴/۳۳۰

ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے ،اگر انھیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی ﷺ پر اور جو کچھ اس (نبی) پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے ۔لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں ۔" اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت میں جملہ شرطیہ بیان فرمایا ہے۔ جملہ شرطیہ کے بارے میں یہ اصول ہے کہ اس میں ایک شرط ہوتی ہے اور ایک جزاء (مشروط) ہوتی ہے۔ اگر شرط ہوتو مشروط ہوتا ہے اگر شرط نہ ہوتو مشروط نہیں ہوتا۔ یہ جملہ عام طور پر لغت عربی میں حرف "لَوْ" سے بیان کیا جاتا ہے اردو زبان میں حرف "لَوْ" کا معنیٰ "اگر" ہوتا ہے۔

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر:۸۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر، نبی ﷺ پر اور جو کچھ نبی ﷺ پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان ہوتا تو کافروں سے دوستیاں نہ لگاتے ،لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں" اس جملہ شرطیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ان کے اندر واقعتاً ایمان ہوتا تو یہ کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے ۔یعنی ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دوسرے کی ضد اور دو مقابل چیزیں ہیں۔ اور ایک دوسرے کے دو بالکل الٹ یعنی متضاد چیزیں کبھی اکٹھی نہیں ہوسکتیں ۔لہٰذا اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان اور کافروں سے دوستی کبھی ایک میں اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ اگر کافروں سے دوستی ہے تو دل میں ایمان نہیں ،اگر دل میں ایمان ہے تو کافروں سے دوستی نہیں ہوگی ۔لہٰذا جو کافر کو دوست بنائے گا وہ ایمان کے ان لازمی تقاضوں کو کبھی پورا نہیں کر سکے گا۔ جو اللہ تعالیٰ پر نبی ﷺ پر اور نبی ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت پر ایمان لانے کے بعد ایک مسلمان پر لاگو ہوتے ہیں۔" (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی گذشتہ کلام سے جو بات عرض گزار کی گئی اس کی روشنی میں

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ظاہر و باطن کے باہمی تعلق یگانت کو تسلیم کرنا لازم وضروری ہے۔ جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مومنوں کے خلاف کافروں کی مدد اور تعاون کرتا ہے وہ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی گویا اندرونی اور بیرونی ہر اعتبار سے کافر ہے ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ جب کوئی کفار و مشرکین سے دوستی کرے گا تو اس کا یہ دوستی کرنا اس بات کو واضح کرے گا کہ اس کا دل ایمان سے فارغ اور خالی ہو چکا ہے۔

آگ اور پانی کا اکٹھ ناممکن ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ) رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" فَـأَخْبَرَ تَعَالٰی أَنَّكَ لَا تَجِدُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّ مَنْ حَـادَّ اللّٰـهَ وَ رَسُـوْلَـهٗ وَ لَوْ كَانَ اَقْرَبَ قَرِيْبٍ ۔ وَ أَنَّ هٰذَا مُنَافٍ لِلْاِيْمَانِ مُـضَـارٍ لَهٗ لَا يَجْتَمِعُ هُوَ وَالْاِيْمَانُ اِلَّا كَمَا يَجْتَمِعُ الْمَاءُ وَالنَّارُ" [الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد]

"اللہ رب العزت نے اس بات کی ہمیں خبر دی ہے کہ آپ کوئی ایسا شخص نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان بھی رکھتا ہو پھر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دشمنی اور مخالفت رکھنے والے سے بھی محبت کرتا ہو۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت اور دشمنی کرنے والا چاہے ان کا کوئی بڑا ہی قریبی عزیز اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی کی نقیض اور ضد (Opposite) ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان اور کفار اور مشرکین سے دوستی کبھی ایک دل میں جمع ہو سکتی ہی نہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح پانی اور آگ کا

اکٹھا ہونا محال اور ناممکنات میں سے ہے۔''

دلیل دہم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّـذِيْـنَ ارْتَـدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ۞ ذٰلِكَ بِـاَنَّهُـمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ۞﴾ [سورۂ محمد=٤٧:٢٥،٢٦]

''جولوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہو چکی یقیناً شیطان نے ان کے لیے (ان کے برے اعمال کو) مزین کر دیا ہے اور انھیں ڈھیل دلا رکھی ہے، یہ اس لیے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا، یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے۔اور اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے''

محبانِ کفار سے فرشتوں کا سلوک:

مذکورۃ الصدر دو آیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

❀ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿اِنَّ الَّـذِيْـنَ ارْتَـدُّوْا عَـلٰٓى اَدْبَـارِهِـمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ بلا شبہ وہ لوگ اپنی ایڑھیوں کے بل الٹے قدموں پیچھے (حالت کفر میں) پلٹ گئے، وہ گویا کافر ہو گئے۔انتہائی افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ اس وقت حالت کفر میں واپس پلٹے جب دین حق اور صراطِ مستقیم ان لوگوں کے لیے بالکل واضح ہو گیا۔انہوں نے واضح دلیل کو کھلی آنکھوں سے پہچان بھی لیا۔پھر انہوں نے جانتے بوجھتے گمراہی

کو ہدایت پر ترجیح دے دی۔صرف اور صرف اللہ کے حکم سے عناد اور بغض رکھتے ہوئے۔

❁ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''شیطان ملعون نے ان کے لیے ان کے ارتداد (اسلام سے پھر جانے) کو بہت ہی خوبصورت اور مزین کر کے دکھا دیا ہے۔اپنی ایڑیوں پر پھر جانے والے اور اسلام سے انحراف کرنے والے یہ وہ بدبخت لوگ تھے،جنہیں حقیقت حال معلوم ہو چکی تھی کہ سچا مذہب صرف اور صرف ''دین اسلام'' ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ۝﴾ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو مہلت دے رکھی ہے اور ان کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔جبکہ شیطان نے ان کے لیے ان کے امور و معاملات کو بہت خوبصورت بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق ہی عطا نہیں کی کہ وہ ہدایت کو قبول کریں۔ان کا بہت بڑا جرم یہ ہے کہ ان منافقوں نے ان کافر لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی اور شریعت (قرآن وسنت) کو ناپسند کیا،کہا ﴿سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ﴾ ہم عنقریب بعض باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔'' مطلب یہ ہے کہ ہم ان بعض باتوں میں تمہاری پیروی کر لیں گے جو اگرچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور فرمودات کے خلاف ہوں۔اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کی مدد و معاونت کرنے والے ان دونوں گروپوں اور جماعتوں (منافقین اور کافرین) کے تمام خفیہ پروگراموں اور ارادوں سے باخبر ہے جو پروگرام اور ارادے اللہ کے حکم کے خلاف ہیں اور یہ صرف آپس میں چھپ چھپا کر راز کے طور پر ایک دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہیں ان پروگراموں اور ارادوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور اس

کے رسول ﷺ کی کھلی مخالفت ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ان پروگراموں اور عزائم کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ۔جبکہ اللہ تعالیٰ تو ان کے تمام خفیہ اور علانیہ معاملات سے آگاہ و آشنا ہے۔

❁ سورۂ محمد کی آیات: ۲۷ اور ۲۸ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۝﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ رب العزت تو ان منافقوں کے تمام خفیہ معاملات اور پروگراموں سے آگاہ ہے۔ بھلا وہ اللہ ان کی اس حالت سے آگاہ کیونکر نہیں ہوگا جب فرشتے ان منافقوں کی جان نکالتے ہیں اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر خوب مارتے ہیں۔جس طرح اللہ رب العزت ان کے تمام ارادوں سے غافل اور بے خبر نہیں اسی طرح ان کی اس موت کی حالت سے غافل اور بے خبر نہیں ۔اس آیت کریمہ میں لفظ ﴿الْأَدْبَار﴾ کا معنی ہے پیٹھیں اور پشتیں۔

❁ سورۂ محمد کی آیت: ۲۸ کے آخری لفظ ﴿فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا ثواب ضائع اور رائیگاں قرار دے دیا ہے۔اس لیے کہ وہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کیے ہی نہیں گئے تھے۔نہ ان اعمال سے اللہ کی محبت کا حصول مقصود تھا۔اس لیے وہ ضائع اور بیکار گئے اور ان اعمال کے بجالانے والے کورتی بھر فائدہ بھی نہ ہوگا۔''[1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

❁ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

[1] تفسیر الطبری: ۲۶/ ۵۸ - ۶۰

الْھُدَی ﴾کا مطلب یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو ایمان سے جدا ہو گئے اور کفر کی حالت کی طرف پلٹ گئے۔اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ ہدایت بھی واضح کر دی۔ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ ﴾کہ شیطان نے ان کے اس عمل کو بہت ہی خوبصورت، حسین اور آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کیا ہے۔ان کے متعلق شیطان نے مزید یہ کیا کہ﴿وَ اَمْلٰی لَھُمْ ﴾یعنی شیطان نے ان کو دھوکہ دے رکھا ہے اور فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔''[1]

❁ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ کَرِھُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ سَنُطِیْعُکُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ﴾یعنی یہ منافق ان کافروں کی طرف مائل ہوئے اور انھوں نے ان کافروں کے باطل موقف پر در پردہ خیر خواہی چاہی۔یہ منافقوں کی حالت ہے کہ ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے مگر ظاہر کچھ اور کرتے ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ اِسْرَارَھُمْ ﴾یعنی اللہ تعالی پوری طرح مطلع ہے اور جانتا ہے وہ سب کچھ جو وہ چھپ چھپ کر سرانجام دیتے ہیں۔

❁ اسی طرح کی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت:۸۱ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿وَ اللّٰہُ یَکْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ ﴾یعنی''اللہ تعالیٰ ان کی راتوں کی بات چیت کو لکھ رہا ہے۔''

❁ سورۂ محمد کی آیت:۲۷ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان:﴿فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَ اَدْبَارَھُمْ ﴾کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ان منافقوں کی کیا بری

---

[1] دھوکہ اور فریب یہ دے رکھا ہے کہ ان منافقوں کے دلوں میں یہ بات پختہ کر دی ہوئی ہے کہ اگر میدان جہاد میں نہیں جاؤ گے تو مدت دراز تک زندہ رہ سکو گے۔اللہ تعالیٰ نے اس شیطانی دھوکے کے بدلے ان سے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق ہی سلب کر لی ہوئی ہے۔

حالت ہوتی ہے جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے آجاتے ہیں تو ان منافقوں کی روحیں اپنے اپنے جسموں میں دشواری پیدا کرتی ہیں۔تب فرشتے سختی سے کام لیتے ہوئے سختی والا ہاتھ استعمال کرتے ہوئے اور مارتے پیٹتے ہوئے جان نکالتے ہیں۔

✿ اللہ رب العزت نے اسی طرح کی بات سورۃ الانفال کی آیت:۵۰ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:﴿وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذۡ یَتَوَفَّی الَّذِیۡنَ کَفَرُوا الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡہَہُمۡ وَ اَدۡبَارَہُمۡ ﴾''کاش! تو وہ منظر دیکھتا کہ جب فرشتے کافروں کی روحیں قبض کرتے ہیں ان کے چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر مار مارتے ہیں۔''

✿ اس سے ملتی جلتی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت:۹۳ میں بھی ارشاد فرمائی ہے ۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:﴿ وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوۡۤا اَیۡدِیۡہِمۡ اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡہُوۡنِ بِمَا کُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَ کُنۡتُمۡ عَنۡ اٰیٰتِہٖ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿﴾''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے (مارنے کے لیے) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور ساتھ ساتھ کہہ رہے ہوں گے کہ) اپنی جانیں نکالو۔آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے'

✿ بالکل اسی طرح سورۂ محمد کی زیرِ تفسیر آیت:۲۸ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی جانیں سختی سے کیوں نکالی جاتی ہیں،﴿ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمُ اتَّبَعُوۡا مَاۤ اَسۡخَطَ اللّٰہَ وَ کَرِہُوۡا رِضۡوَانَہٗ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿﴾اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسی روش اختیار کی جس کی وجہ سے اُنھوں نے اللہ کو ناراض کر دیا اور انھوں نے اس کی رضا مندی کو برا جانا۔تو نتیجتاً اللہ

تعالیٰ نے ان کے اعمال ہی رائیگاں قرار دے دیے۔'' ❶

(حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

کون بڑا مجرم:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

"فَأَخْبَرَ تَعَالٰی أَنَّ سَبَبَ مَا جَرٰی عَلَیْهِمْ مِنَ الرِّدَّةِ وَ تَسْوِیْلِ الشَّیْطٰنِ وَ اِمْلَائِهٖ لَهُمْ فَهُوَ قَوْلُهُمْ لِلَّذِیْنَ کَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُکُمْ فِیْ بَعْضِ الْأَمْرِ ۔ فَاِذَا کَانَ مَنْ وَعَدَ الْمُشْرِکِیْنَ الکَارهین لِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِطَاعَتِهِمْ فِیْ بَعْضِ الْأَمْرِ کَافِرًا وَ اِنْ لَّمْ یَفْعَل مَا وَعَدَهُمْ بِهٖ فَکَیْفَ بِمَنْ وَافَقَ الْمُشْرِکِیْنَ الکَارِهِیْنَ لِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْأَمْرِ بِعِبَادَتِهٖ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهُ وَ تَرْكِ عَبَادَةِسِوَاهُ مِنَ الْأَنْدَادِ وَالطَّوَاغِیْتِ وَالْأَمْوَاتِ وَ أَظْهَرَ أَنَّهُمْ عَلٰی هُدًی وَ أَنَّ أَهْلَ التَّوْحِیْد۔ مُخْطِئُوْنَ فِی قِتَالِهِمْ وَ أَنَّ الصَّوَابَ فِی مُسَالَمَتِهِمْ وَ الدُّخُوْلِ فِیْ دِیْنِهِمُ البَاطِلِ ۔ فَهٰؤُلَآءِ أَوْلٰی بِالرِّدَّةِ مِنْ أُوْلٰئِكَ الَّذِیْنَ وَعَدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِطَاعَتِهِمْ فِیْ بَعضِ الْأَمْرِ۔" ❷

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکورہ آیت میں یہ خبر دی ہے کہ: ان منافقوں کے مرتد ہونے کا، ان منافقوں کے بُرے بُرے اعمال کو شیطان کی طرف سے خوبصورت بنانے کا اور شیطان کی طرف سے ان منافقوں کو مہلت دلانے کا اصل سبب ان کی ایک بہت ہی بری بات ہے وہ یہ کہ انہوں نے ایسے---- لوگوں سے جنھوں نے اللہ کی نازل کردہ

❶ تفسیر ابن کثیر: ٤/ ١٨١

❷ الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد: ٣٤٦، ٣٤٧

وحی (قرآن) کو ناپسند کیا--- کہا کہ: ہم بعض باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے ۔مقام غور وفکر ہے کہ جب اللہ کی شریعت کو ناپسند کرنے والے کافروں سے بعض باتوں میں اطاعت گزاری کا یقین دلانے والوں کو اللہ رب العزت نے کافر کہا ہے۔حالانکہ وہ ابھی صرف زبانی یقین دلا رہے ہیں عملاً کچھ نہیں کررہے ۔تو جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کو ناپسند کرنے والے مشرکوں سے مکمل طور پر موافقت کرتے ،اطاعت گزاری کا یقین دلاتے اور عملاً کافروں کے حق میں کاروائیاں بھی کرتے ہیں تو کیا ان کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ اس شریعت کو وہ مشرک ناپسند کرنے والے ہیں جس میں اللہ وحدہ لاشریک لہ نے خالص طور پر اپنی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے علاوہ تمام شریکوں ،طاغوتوں ،معبودوں اور مُردوں کی عبادت سے منع کیا ہے ۔اور جو ایسی واضح ترین اور بہترین شریعت کو ناپسند کرنے والوں سے موافقتیں اور محبتیں پیدا کرتا ہو۔اور ساتھ یہ بھی ظاہر کرتا ہو کہ شریعتِ اسلامیہ اور وحی الٰہی کو ناپسند کرنے والے راہِ ہدایت ،فکرِ راست اور درست موقف پر ہیں ۔جبکہ ان کافروں اور مشرکوں سے جنگ وقتال کرنے والے غلطی ،خطا اور غلط موقف پر ہیں ۔نیز یہ بھی نظریہ اور سوچ رکھتا ہو کہ ان مشرکین اور کافرین سے مصالحت (compromising) اور ان کے دین ومذہب ،موقف ونظریہ کے اندر داخل وشامل ہونے ہی میں بہتری ، بھلائی اور کامیابی ہے تو ذرا سوچیئے ! کیا ایسے بد عقیدہ وبدعمل لوگ ان لوگوں سے بڑے مجرم اور مرتد نہیں جنھوں نے مشرکوں کو صرف بعض باتوں میں اطاعت وفرمانبرداری کی صرف یقین دہانی ہی کروائی ہو۔''

(شیخ سلیمان رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام ابن حزم رحمہ اللہ کی وضاحت:

پانچویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ اور مجتہد امام ابن حزم رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" وَ قَدْ قَالَ عَزَّوَجَلَّ : ﴿ اِنَّ الَّـذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُـدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ۞ ذٰلِكَ بِـاَنَّهُـمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَـزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۞فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْـمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۞ذٰلِكَ بِـاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُـوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ۞﴾ فَـجَـعَلَهُمْ تَعَالٰى مُرْتَدِّيْنَ كُفَّارًا بَعْدَ عِـلْـمِهِـمُ الْحَقَّ وَ بَعْدَ أَنْ تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى بِقَوْلِهِمْ لِلْكُفَّارِ مَا قَالُوْا فَقَطْ : وَأَخْبَـرْنَـا تَـعَـالٰـى ۔ أَنَّهٗ يَعْرِفُ اِسْرَارَهُمْ وَ أَخْبَرْنَا تَعَالٰى أَنَّهٗ قَدْ أَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ بِاِتِّبَاعِهِمْ مَا أَسْخَطَهُ وَكَرَاهِيَتِهِمْ رِضْوَانَهٗ " [1]

"اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہوجانے کے بعد اس سے پھر گئے، ان کے لیے شیطان نے اس بات کو بہت خوبصورت بنادیا ہے اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے لیے دراز کر رکھا ہے۔اسی لیے انھوں نے اللہ کے دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا کہ بعض معاملات میں ہم تمہاری مانیں گے ۔اللہ تعالیٰ ان کی یہ خفیہ باتیں خوب جانتا ہے۔پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انھیں لے جائیں گے۔یہ اسی لیے ہوگا کہ انھوں نے اس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے

[1] ملاحظہ ہو الفصل فی الملل :۱۲۲/۳ ، فتح القدیر للشوکانی:۳۹/۵

والا ہے اور اس کی رضا کا راستہ اختیار کرنا پسند نہ کیا۔ اسی بنا پر اس نے ان کے تمام اعمال ضائع کر دیے"

اپنے اس فرمان میں اللہ رب العزت نے مرتدین کو کافر کہا ہے۔ چونکہ ان کو دین حق کی پہچان ہو چکی تھی اور ہدایت بھی ان کے سامنے واضح ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود انھوں نے کافروں کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلانے کے لیے جو بھی کہا سو کہا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتا دیا کہ میں ان کی خفیہ سرگرمیوں اور سربستہ رازوں سے آگاہ ہوں ۔ساتھ ساتھ یہ خبر دے دی کہ میں نے ان کے اعمال بھی ضائع کر دیے ہیں۔
اس لیے کہ انھوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی روش اختیار کی اور اللہ کو راضی کرنے والی روش کو ناپسند کیا۔"

چھوٹا کون اور بڑا کون؟

کوئی شخص بھی جب مذکورہ آیات کو اور ان آیات کی تفسیر میں پیش کردہ شیخ سلیمان بن عبداللہ کے کلام کو غور سے ملاحظہ کرے گا تو اس کو اس شخص کے متعلق نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہیں لگے گی ۔جو شخص کافروں کے ساتھ دوستی اور محبت قائم کرتا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اقدامات کرتے ہوئے کافروں کے ایجنڈوں اور پروگراموں کو نافذ کرتا ہے، وہ ایک ایسے ہاتھ کا کردار ادا کرتا ہے جو ہر اس شخص کے گریبان کی طرف بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منصفانہ شریعت کے نفاذ اور اس کے مطابق عدالتی نظام کو قائم کرنے کے حق میں آواز بلند کرتا اور دعوت دیتا ہے۔
سورۂ محمد کی آیت: ۲۶ کے حوالے سے جب بعض باتوں میں کافروں کی اطاعت کا صرف وعدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ابھی اس نے صرف وعدہ ہی کیا ہے عملاً اپنے کیے ہوئے وعدے پر پورا نہیں اترا تو اس آیت کریمہ کی روشنی میں وہ کافر شمار ہوتا ہے۔

غور کیجیے! اس شخص کا کیا حال اور معاملہ ہوگا جو بعض باتوں میں عملی طور پر ان کی فرمانبرداری اور اطاعت بجالاتا ہے اس سے بھی بڑھ کر تفکر وتدبر کے قابل یہ معاملہ ہے کہ کافروں کی ہر بات کو بلاچون وچرا مانتا چلا جائے اور جو کچھ کافر کہتے جائیں وہ تسلیم کرتا چلا جائے اس کے کفر وشرک اور ارتداد ونفاق کا کیا حال ہوگا؟ بغیر کسی شک وشبہ کے وہ شخص کافر ومرتد ہے۔ ایسے شخص کے ارتداد اور کفر کا معاملہ عام شخص سے مخفی ہوتو ہو مگر قرآن وحدیث کا واجبی سا علم رکھنے والا بھی اس حقیقت سے بے خبر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ مزید براں جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر پختہ ایمان اور یقین رکھتا ہے اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ ایسے شخص کے دفاع میں عذر اور وجوہات پیش کرے، نہ یہ جائز ہے کہ ان جیسے کفار ومرتدین کے اقدامات اور کاروائیوں کا دفاع کرے، نہ یہ جائز ہے کہ ان اقدامات کے حق میں عوام الناس کی رائے ہموار کرے، نہ ہی کسی عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ منافقوں کے ان اعمال کو سراہتے ہوئے سند جواز فراہم کرے۔ یاد رہے جو شخص بھی علماء میں سے یا غیر علماء میں سے ان منافقوں کے دفاع میں مذکورہ امور بجالائے گا اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو ان منافقوں کا حکم ہے۔ اس بات کی وضاحت ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔

زبانی کلامی وعدہ اور عملی اقدام میں فرق:

سورۂ محمد کی زیر تفسیر آیت: ۲۶ کے معنی ومفہوم سے ملتا جلتا مفہوم اللہ رب العزت نے سورۃ الحشر کی آیت: ۱۱ میں بھی بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝﴾

''کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں، اگر تم

جلاوطن کیے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے۔اور تمہارے بارے میں ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے۔اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے ۔لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ بولنے والے ہیں‘‘اس آیت کریمہ میں کتنا کھلا بیان ہے کہ چھپ چھپا کر مشرکوں اور کافروں کے اندر داخل اور شامل ہونے کے وعدہ کرنا۔کافروں اور مشرکوں کے معاہدوں (Agreemnets)میں شامل ہونا۔کافروں کی مدد کرنا اور کافروں کے ساتھ (مثلاً فوجی کاروائیوں اور آپریشنوں کے لیے)نکلنا نفاق اور کفر ہے ۔اگرچہ یہ سب کچھ وعدہ کی حد تک ہو۔وہ وعدہ بھی خواہ اوپر سے یعنی جھوٹ موٹ پر ہی مبنی ہو خواہ یہ وعدہ حقیقتاً اور عملاً معرض وجود میں آیا ہی نہ ہو۔‘‘[1]

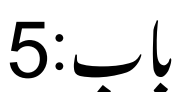
جب اس طرح کے صرف زبانی کلامی وعدے کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں کافر اور منافق کہا ہے۔تو اس شخص کے کفر اور نفاق کا کیا حال ہوگا جو کافروں کے ساتھ معاہدوں میں اور اتحادوں میں باقاعدہ شامل ہو جاتا ہے جھوٹ موٹ نہیں بلکہ عملی طور پر اور خلوص دل سے کافروں کی مدد کرتا ہے۔اس شخص کا کفر ونفاق کس درجے پر پہنچا ہوا ہوگا۔جو باقاعدہ کافروں کا ایک حصہ اور جزء بن جاتا ہے اور مال ودولت سے ،رائے اور مشورے سے ،فوج اور اسلحہ سے ان کا پورا پورا تعاون کرتا ہے۔کیا اس کا معاملہ اس پہلی قسم کے کافر ومنافق سے زیادہ سخت اور برا نہیں ہے۔انجام کار کے طور پر کیا یہ منافق ان منافقوں سے برائی میں زیادہ برا نہیں ،جنھوں نے صرف یہودیوں سے ان کا ساتھ دینے اور مدد کرنے کا وعدہ ہی کیا تھا۔جی

[1] جس طرح منافقین مدینہ نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کو اس وقت یہ یقین دہانیاں پیش کیں جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاقہ ومحلّہ کا پوری طرح محاصرہ کرلیا تھا۔منافقین نے ان کی طرف پیغام روانہ کیا جس میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر تمہارے ساتھ محمد ﷺ کی طرف سے لڑائی کی گئی تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے۔اگر تم کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا تو اظہار یکجہتی کرتے ہوئے ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے ۔تمہارے بارے میں ہم کسی کی بات کو ہرگز نہیں مانیں گے۔یہ سب کچھ وعدوں اور یقین دہانیوں کی حد تک ہی تھا۔عملاً منافقوں کے یہ وعدے معرض وجود میں آئے ہی نہیں تھے۔جس طرح کہ سورۃ الحشر کی آیت:۱۲ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

ہاں! یہ واقعتاً ان سے بڑے منافق اور کافر ہیں۔ ❷

❁❁❁❁❁

❷ یعنی جب بعض باتوں میں کافروں کی اطاعت کرنے والا سورۂ محمد کی آیت: ۲۶ کی رُو سے کافر اور مرتد ہے تو تمام معاملات اور اقدامات میں کافروں کی اطاعت کرنے والے کا کیا حال ہوگا؟ علیٰ ہذا القیاس جب صرف زبانی کلامی وعدوں کے ساتھ یقین دہانی کرانے والا سورۃ الحشر کی آیات: ۱۱، ۱۲ کی رُو سے کافر و منافق ہے تو مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے اور کافروں کی دامے، درمے، سخنے اور قدمے ہر طرح کی عملاً مدد کرنے والے کا کیا حکم ہوگا؟



یاد رکھیے! جو بھی ان ظالمانہ، کافرانہ اور شریعت الٰہیہ کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین کے مطابق کسی بے گناہ اور معصوم مسلمان کا خون بہانا جائز اور مباح سمجھتا ہے وہ اللہ رب العزت کا صاف انکار کرنے والا ''کافر'' ہے۔ اس لیے کہ خون مسلم کو یوں (بے دریغ) بہانے کو جائز سمجھنا دراصل ان تمام قرآنی آیات اور احادیث کا انکار و تکذیب ہے جو قرآن وحدیث میں تواتر سے وارد ہیں جن میں مسلمانوں کے خون بہانے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

جید علماء دین کی توضیحات

کفار سے دوستی کرنے والوں کے بارے میں

اپنے اختیار سے دارالکفر میں رہنا "کفر" ہے:

پانچویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ و مجتہد امام ابن حزم رحمہ اللہ دارالکفر سے ہجرت کرنے کے واجب ہونے پر گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

" مَنْ لَحِقَ بَدَارِ الْكُفْرِ وَالْحَرْبِ مُخْتَارًا مُحَارِبًا لِّمَنْ يَّلَيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ بِهَذَا الْفِعْلِ مُرْتَدٌّ. لَهُ أَحْكَامُ الْمُرْتَدِّيْنَ مِنْ وُجُوْبِ الْقَتْلِ عَلَيْهِ مَتٰى قُدِرَ عَلَيْهِ وَّ مِنْ اِبَاحَةِ مَالِهٖ وَ انْفِسَاحِ نِكَاحِهِ ۔ وَ كَذَالِكَ مَنْ سَكَنَ بِأَرْضِ الْهِنْدِ وَالسِّنْدِ وَالتُّرْكِ وَ السُّودَانِ وَ الرُّوْمِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنْ كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْخُرُوجِ مِنْ هُنَاكَ لِثِقْلِ ظَهرٍ أَوْ لِقِلَّةِ مَالٍ أَوْ لِضُعْفِ جِسْمٍ أَوْ لِامْتِنَاعِ طَرِيْقٍ فَهُوَ مُعْذُوْرٌ ۔ فَاِنْ كَانَ هُنَالِكَ مُحَارِبًا لِلْمُسْلِمِيْنَ مُعِينًا لِلْكُفَّارِ بِخِدْمَةٍ أَوْ كِتَابَةٍ فَهُوَ كَافِرٌ. وَقَالَ أَيْضًا رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَلَوْ أَنَّ كَافِرًا غَلَبَ عَلٰى دَارٍ مِنْ دُوْرِ الْاِسْلَامِ وَ أَقَرَّ الْمُسْلِمِيْنَ بِهَا عَلٰى حَالِهِم اِلَّا أَنَّهُ هُوَ الْمَالِكُ لَهَا الْمُنْفَرِدُ بِنَفْسِهٖ فِيْ ضَبْطِهَا وَهُوَ مُعْلِنٌ بِدِيْنٍ غَيْرِ الِاسْلَامِ لَكَفَرَ بِالبَقَاءِ مَعَهُ ۔ كُلُّ منْ عَاوَنَهُ وَ اَقَامَ مَعَهُ وَ اِنِّ ادَّعٰى أَنَّهُ مُسْلِمٌ. " [1]

"جو شخص کسی ایسے علاقے میں چلا جائے جہاں کافروں کی حکومت اور کنٹرول ہے اور وہ

[1] المحلی لابن حزم: ۱۱/ ۲۰

لوگ مسلمانوں کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں علاوہ ازیں وہ شخص وہاں جبر واکراہ سے نہیں بلکہ اپنے ارادہ واختیار کے ساتھ جاتا ہے اور وہاں جا کر قریب ترین مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو جاتا ہے تو ایسا شخص ایسا کردار اپنانے کی بنا پر مرتد ہو جاتا ہے۔اس پر وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو دین اسلام میں مرتدین کے بارے میں بیان فرمائے ہیں: مثلاً

(1)......جب بھی بس چلے اور ممکن ہو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

(2)......اس کا مال اپنے قبضہ اور استعمال میں لانا جائز ہے۔

(3)......مسلمان عورت سے اس کا نکاح کالعدم اور ختم ہو جائے گا۔

اسی طرح وہ مسلمان جو سرزمین ہند،سند،ترکی،سوڈان،جرمنی یا یورپ وغیرہ کسی کافر ملک میں رہتا ہے مگر ذمہ داریوں کے بوجھ،مالی پریشانی،جسمانی کمزوری یا راستے کی کسی رکاوٹ کی بناء پر وہاں سے ہجرت کرنے کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتا۔ایسا شخص تو واقعتاً مجبور اور معذور ہے۔'' (لیکن اگر وہ ان ممالک میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو جائے،کافروں کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے ان کا مددگار اور معاون بن جائے،کافروں کے حق میں کتابیں لکھے مضامین تحریر کرے اور لوگوں کی ذہن سازی کرے تو بلاشبہ ایسا شخص کافر ہے۔)

(امام ابن حزم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:)

''اگر کوئی کافر مسلمانوں کے علاقوں میں سے کسی علاقے پر یا مسلمانوں کے ممالک میں کسی ملک پر قبضہ کرلے۔وہاں کی مسلمان آبادی کو ان کے علاقوں اور گھروں میں ہی رہنے دے۔(جس طرح آج کل افغانستان اور عراق وغیرہ میں امریکہ نے طرزِ عمل

اختیار کیا ہوا ہے)وہ کافران مسلم ممالک کا اپنے آپ کو اصل مالک سمجھتا اور کہتا ہو۔ان کا مکمل کنٹرول اور تسلط اس قابض وغاصب کافر ملک کے پاس ہی ہو، وہاں وہ علی الاعلان غیر اسلامی نظام نافذ اور لاگو کرنے کا دعویدار ہو۔ایسی صورت حال میں جو شخص بھی اس کافر ملک کا ساتھ دیتا ہے۔اس قابض وغاصب ملک کا تعاون کرتا ہے، وہاں اپنی رہائش اختیار کرتا ہے تو وہ شخص مسلمان ہونے کا دعوٰی کرنے کے باوجود مرتد ہو جائے گا۔'' (امام ابن حزم رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام ابن حزم رحمہ اللہ کے قول اور فرمان سے یہ بات کس طرح واضح ہورہی ہے کہ جو شخص بھی کافر حکمرانوں کا ساتھ دیتا اور تعاون کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔وہ خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو۔وہ شخص اگرچہ اسلام کے بعض احکام پر عمل پیرا ہو اور بعض عبادات اور شعائر اسلام کو بجالانے والا ہو۔اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک فرد سمجھتا ہو۔مگر وہ قرآن وسنت کی روشنی میں کافر ہی گردانا جائے گا۔

کفار کی صفوں میں مسلمانوں کے ساتھ لڑنے والا دائمی جہنمی ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو کسی مسلمان کو اس کے اسلام کی بنیاد پر اور اس کے دین پر تمسک کی بنیاد پر جان بوجھ کر قتل کرتا ہے۔اس کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں کیا حکم ہے؟ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أَمَّا اِذَا قَتَلَهُ عَلٰى دِيْنِ الاِسْلَامِ : مِثْلُ مَا يُقَاتِلُ النَّصْرَانِيُّ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى دِيْنِهِمْ ، فَهٰذَا كَافِرٌ شَرٌّ مِّنَ الْكَافِرِ الْمُعَاهَدِ ، فَاِنَّ هٰذَا كَافِرٌ مُحَارِبٌ بِمَنْزِلَةِ الْكُفَّارِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَصْحَابَهُ ، وَهٰؤُلَآءِ مُخَلَّدُوْنَ فِي جَهَنَّمَ كَتَخْلِيْدِ غَيْرِهِمْ مِنَ الْكُفَّارِ ، وَ أَمَّا اِذَا قَتَلَهُ قَتْلًا مُحَرَّمًا

لِعَدَاوَةٍ أَوْ مَالٍ أَوْ خُصُومَةٍ أَوْ نَحوِ ذَلِكَ ، وَ هٰذَا مِنَ الْكَبَائِرِ ، وَلَا يَكْفُرُ بِمُجَرَّدِ ذَالِكَ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ، وَاِنَّمَا يُكَفِّرُ بِمِثْلِ هٰذَ الْخَوَارِجُ۔" [1]

''اورکوئی شخص کسی مسلمان (یا مجاہد) کو''دین اسلام'' پر چلنے کی بنیاد پر قتل کر دیتا ہے جیسا کہ عیسائی مسلمانوں سے ان کے دین اور تہذیب کی بنیاد پر ہی جنگ کرتے ہیں (دہشت گردی کے خلاف جنگ کا واضح فریب دیا جاتا ہے) تو ایسا شخص کہ جو محض دین اسلام کی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرے وہ کافر ہے۔دین اور تہذیب کی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرنے والا کافر،اس کافر سے زیادہ خطرناک ہے جس کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا باہمی عہد و پیمان طے کیا ہوا ہے اس قسم کا کافر بالکل ان کافروں کی طرح ہی سمجھا جائے گا جو نبی اکرم،رسول رحمت،پیغمبر جہاد جناب محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ وقتال کیا کرتے تھے۔اس قسم کے کفار ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جس طرح دیگر کافروں کا یہی حکم ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ناحق،ناجائز اور ناروا قتل کر دیتا ہے مثلاً کسی دشمنی کی بناء پر یا مال و دولت کے کسی جھگڑے کی بنا پر یا اسی طرح کے کسی اور جھگڑے کی بنیاد پر تو وہ شخص کافر نہیں ہوگا مگر یہ قتل ناحق کبیرہ گناہ ہے۔أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجِمَاعَةِ (یعنی قرآن وسنت پر چلنے والے اور منہج اسلاف پر کاربند مسلمانوں) کے ہاں کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے کبیرہ گناہ کا مرتکب تو ہوگا مگر کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔البتہ مسلمانوں میں ایک بہت ہی گمراہ گروہ پیدا ہو گیا جس کو''خوارج'' کہا جاتا تھا۔ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کسی

[1] مجموع الفتاوی:٣٤/١٣٦،١٣٧

مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے قاتل ''کافر'' ہو جاتا ہے۔''

(امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے پہلے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

اس مسئلے میں مرتد حکمرانوں، ان کی فوجوں اور حامیوں کے کافر ہونے کی وجہ وسبب بھی یہی ہے کہ یہ لوگ دین اسلام کو سربلند کرنے والے اور دین اسلام پر استقامت اور تمسک کے ساتھ چلنے والے مجاہدین اور مخلص مومنین کو قتل کرنے کے لیے ہر پل اور ہر لمحہ تیار بیٹھے ہیں۔ان مرتد حکمرانوں کے ہاں ان مسلمان مجاہدوں کو قتل کرنا جائز اور مباح ہے۔مجاہدوں اور مخلص مسلمانوں کو قتل کرنا ان بین الاقوامی کافرانہ قوانین کی بناء پر ہے۔جو ان لوگوں نے خود بنا رکھے ہیں۔وہ قوانین جو ہر اس شخص کو اپنی گرفت اور زد میں لیتے ہیں جو بھی جاہلی نظام کو ختم کر کے اسلامی نظام کو قائم اور نافذ کرنا چاہتا ہے۔تاکہ عوام الناس اللہ رب العالمین کی شریعت کے عین مطابق اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کے فیصلے کروا سکیں۔

یاد رکھیے! جو بھی ان ظالمانہ، کافرانہ اور شریعت الٰہیہ کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین کے مطابق کسی بے گناہ اور معصوم مسلمان کا خون بہانا جائز اور مباح سمجھتا ہے وہ اللہ رب العزت کا صاف انکار کرنے والا ''کافر'' ہے۔اس لیے کہ خون مسلم کو یوں (بے دریغ) بہانے کو جائز سمجھنا دراصل ان تمام قرآنی آیات اور احادیث کا انکار و تکذیب ہے جو قرآن وحدیث میں تواتر سے وارد ہیں جن میں مسلمانوں کے خون بہانے کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

اجماع امت سے الگ ہونے والا بہ اتفاق فقہاء مرتد ہے:

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَالْاِنْسَانُ مَتٰی حَلَّلَ الْحَرَامَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ حَرَّمَ الْحَلَالَ الْمُجْمَعَ

عَلَيْهِ أَوْ بَدَّلَ الشَّرْعَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ كَانَ كَافِرًا مُرْتَدًّا بِاتِّفَاقِ الْفُقَهَاءِ" [1]

"کوئی بھی انسان جب کسی ایسی چیز کو حلال قرار دے دے جس کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، کسی ایسی چیز کو حرام قرار دے دے جس کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتحاد ہے یا شریعت کے کسی اور مسئلہ میں تبدیلی اور تغیر کر دے جس پر تمام مسلمانوں کا فیصلہ ایک ہے، تو ایسا انسان تمام فقہائے امت اور علماءِ دین کے متفقہ فیصلہ کے مطابق کافر اور مرتد ہے۔

گزشتہ سطور میں فتاویٰ ابن تیمیہ کی جلد: ۳۴ سے صفحہ ۱۳۶، ۱۳۷ کے حوالہ سے ذکر کردہ عبارت کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اس عبارت میں گویا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قتال کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

① پہلی قسم یہ ہے کہ جنگ اور قتال فقط عقیدہ، منہج اور دین کی بنیاد پر ہو۔

② دوسری قسم یہ ہے کہ جنگ اور قتال دنیاوی معاملہ میں کسی عداوت یا مال ودولت کے کسی جھگڑے یا ان کے علاوہ کسی تنازعہ کی وجہ سے ہو۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ جو شخص کسی مسلم سے اس کے عقیدہ وایمان، دین ومذہب کی بنیاد پر لڑائی کرتا ہے وہ کافر ہے جو جہنم کے اندر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ عین اس درجہ کا کافر ہے جو کافر رسول اکرم، سید دو عالم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔

مجاہدین کا قتل عام اور گرفتاریاں:

جو شخص موجودہ زمانہ کے ان طاغوتوں، مرتد حکمرانوں، ان کی فوجوں اور حامیوں کے حالات اور معاملات کو پہچان لے گا اور اس سبب اور وجہ کو پہچان لے گا کہ کس سبب سے یہ لوگ مسلمانوں

[1] مجموع الفتاوى: ٣/٢٦٧

اور مجاہدوں کے خلاف برسر پیکار ہیں؟ جہاں انہیں کوئی مسلم مجاہد یا غازی نظر آ جائے فوراً قتل کر دیتے ہیں یا گرفتار کر لیتے ہیں۔ جب کسی بھی شخص کو ان حکمرانوں کا معاملہ معلوم ہو جائے گا یا سبب کا پورے یقین اور وثوق کے ساتھ علم ہو جائے گا تو یہ بات فوراً پہچان لے گا ان حکمرانوں کی جنگ کا معاملہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ جنگ کی دو اقسام میں سے پہلی قسم (یعنی عقیدہ ودین کی بنیاد پر کسی مسلم کو قتل کرنا) کے ساتھ ہے۔

ایک عام سوچ (Common sense) رکھنے والا شخص یہ بھی جانتا ہے کہ موجودہ دور میں مجاہدینِ اسلام اور خالص العقیدہ مومنین سے جھگڑے اور جنگ کا اصل سبب یہی ہے کہ یہ لوگ ان طاغوتی حکمرانوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے اور ان کی کافرانہ پالیسوں کو اختیار کرنے اور ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ اللہ رب العالمین کی شریعت کی حاکمیت اور برتری کو قائم کرنا اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ دنیا بھر میں اللہ کے بندے اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق اپنے فیصلے کریں اور اپنی زندگیاں بنائیں۔

ان مجاہدین اسلام کا ان کافر ومرتد حکمرانوں سے کوئی مال کا جھگڑا یا اقتدار کا جھگڑا یا دنیوی معاملات کا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ان کافر ومرتد حکمرانوں اور ان کی افواج وجنود کے دین اسلام کو ناپسند کرنے کی اس سے بڑی اور کیا دلیل اور علامت ہوگی کہ ان ظالموں نے مسلمانوں اور مجاہدوں کے خلاف جنگ شروع کر رکھی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ کسی کے ساتھ جنگ کا چھڑ جانا اس کو ناپسند کرنے اور اس سے نفرت کرنے کی سب سے بڑی دلیل اور علامت ہے۔ گویا ان حکمرانوں کے مرتد ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دین اسلام سے نفرت اور ناپسندیدگی کا رویہ اختیار کیا۔ اس طرح ان پر کفر کی اوپر تلے دو تہیں چڑھی ہوئی ہیں۔

خونِ مسلم کو مباح جاننے والا ڈاکو سے زیادہ سزا کا مستحق ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو کسی مسلمان کے خون بہانے کو جائز ہونے کے نظریہ پر کاربند ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے درج ذیل جواب ارشاد فرمایا:

" فَالَّذِی یَعْتَقِدُ حَلَّ دِمَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَأَمْوَالِهِمْ وَ یَسْتَحِلُّ قِتَالَهُمْ أَوْلٰی بِأَنْ یَّكُوْنَ مُحَارِبًا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سَاعِیًا فِی الْاَرْضِ فَسَادًا مِنْ هٰؤُلَاءِ، كَمَا أَنَّ الْكَافِرَ الْحَرَبِیَّ الَّذِی یَسْتَحِلُّ دِمَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ وَأَمْوَالَهُمْ وَ یَرٰی جَوَازَ قِتَالِهِمْ أَوْلٰی بِالْمُحَارَبَةِ مِنَ الْفَاسِقِ الَّذِی یَعْتَقِدُ تَحْرِیمَ ذَالِكَ۔ "[1]

''وہ شخص جو کلمہ گو مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھتا ہے۔ ان کے اموال پر قبضہ کرنا مباح سمجھتا ہے۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے کو درست قرار دیتا ہے یہ شخص ان (ڈاکوؤں اور لٹیروں) کی نسبت کہیں بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا اور زمین میں فساد برپا کرنے والا سمجھا جائے گا۔[2] بالکل اسی طرح جیسے ایک (کلمہ نہ پڑھنے

---

[1] مجموع الفتاوی: ٢٨/ ٤٨٠

[2] اس عبارت کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی زیر ترجمہ عبارت سے پہلے جو عبارت ہے اس میں فرماتے ہی، اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ [المائدة: ٥/ ٣٣] ''ان کی سزا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے پھریں اور زمین میں فساد برپا کرتے پھریں، یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں، یا سولی چڑھا دیے جائیں، یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت وخواری اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔'' امام ابن تیمیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: علماء سلف نے اس آیت کو کافروں پر بھی فٹ کیا ہے اور مسلمانوں پر بھی فٹ کیا ہے۔ مسلمانوں میں سے خاص طور پر وہ لوگ اس آیت کے ضمن میں آتے ہیں، جو راستوں پر بیٹھ کر لوگوں کا مال لوٹتے ہیں (ڈاکو اور لٹیرے وغیرہ) اور فقط لوگوں کا مال چھیننے کے لیے اسلحہ لہراتے ہیں۔ اس طرح گویا وہ لڑائی اور جنگ کر کے لوگوں کا مال ہتھیاتے ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں۔ زمین میں فساد کرنے کے درپے ہیں۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

والا) کافر ہے۔جو مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار ہے اور مسلمانوں کا خون بہانا،مسلمانوں کے اموال وجائیداد پر قبضہ جمانا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز سمجھتا ہے ۔اس سے جنگ کرنا اور لڑائی کرنا زیادہ ضروری اور اہم ہے اس فاسق (ڈاکو،لٹیرے اور اوباش) کی بہ نسبت جو اگرچہ مال لوٹتے ہوئے عوام الناس کا خون تو بہاتا ہے لیکن اس خون بہانے کو نظریاتی اور اعتقادی اعتبار سے جائز قرار نہیں دیتا۔''

مانعین زکوٰۃ مرتد ہیں تو مسلم سے برسرِ پیکار کیوں نہیں:

کافروں سے دوستی کرنے والے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والوں کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید رقمطراز ہیں:

" وَاِذَا كَانَ السَّلَفُ قَدْ سَمُّوْا مَانِعِيْ الزَّكَاةِ مُرْتَدِيْنَ مَعَ كَوْنِهِمْ يَصُوْمُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ ، وَلَمْ يَكُوْنُوْا يُقَاتِلُوا جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ ، فَكَيْفَ بِمَنْ صَارَ مَعَ أَعْدَاءِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ قَاتِلًا لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔" [1]

''سلف صالحین،ائمہ ومحدثین صحابہ وتابعین نے (اپنی اپنی تصانیف اور توضیحات میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں)زکوٰۃ نہ دینے والوں کو مرتد قرار دیا ہے

باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے کے حرام ہونے کا عقیدہ اور نظریہ بھی رکھتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں۔زمین میں فساد کرنے کے درپے ہے۔باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے کے حرام ہونے کا عقیدہ اور نظریہ بھی رکھتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ''الْمُحَارِبُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ''اور''السّاعي فِيْ الْاَرْضِ فَسَادًا ''ہی قرار دیا ہے۔تو اُن لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو مسلمانوں کے خون بہانے کو باقاعدہ نظریاتی طور پر جائز سمجھتے ہیں اور مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں؟ کیا یہ دوسری قسم کے لوگ پہلی قسم کے لوگوں سے زیادہ بڑے ''اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد پھیلانے والے نہیں ہیں!جی ہاں!یہ دوسری قسم کے لوگ زیادہ بڑے اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں۔

[1] مجموع الفتاوى:٢٨/ ٥٣٠، ٥٣١

۔حالانکہ وہ روزے رکھتے تھے۔نمازیں بھی پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما (برسر پیکار) بھی نہیں ہوتے تھے۔جب اسلاف امت کے ہاں وہ مرتد تھے تو جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمنوں کا پورا پورا ساتھ دیتے ہیں اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں (خود غور کر لیجیے کہ متأخر الذکر لوگوں کے بارے (میں) سلف صالحین کا فتوی کیا ہوسکتا ہے؟)

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی گفتگو اور وضاحت سے یہ بات واضح ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ نہ دینے والوں پر مرتد ہونے کا فتوی دیا اور حکم لگایا ہے۔باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال برپا نہیں کیے ہوئے تھے۔اگر وہ صحابہ کرام کے ہاں کافر ومرتد تھے۔تو جو لوگ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ جنگ کر رہے ہیں وہ کفر وارتداد میں ان سے کہیں زیادہ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

افراد اپنی نیتوں پر اٹھیں گے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک حدیث کو بیان فرماتے ہیں:

((كَانَ اِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابَ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلٰى أَعْمَالِهِمْ)) [1]

''جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو عذاب ان سب لوگوں پر آتا ہے جو اس قوم میں شامل ہوتے ہیں۔پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جائے گا۔(اگر کوئی ان میں نیک ہوگا تو ثواب کا حقدار ٹھہرے گا جو باقی ہوں گے وہ عذاب میں

[1] صحیح البخاری= کتاب الفتن:باب أنزل الله بقوم عذابا، الحدیث:۷۱۰۸، صحیح مسلم= کتاب الجنة وصفة نعیمها:باب الامر بحسن الظن بالله تعالى......،الحدیث:۲۸۷۹ ۔اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مبتلا کیے جائیں گے)''

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَ يُسْتَفَادَ مِنْ هٰذَا مَشْرُوْعِيَةُ الْهَرْبِ مِنَ الكُفَّارِ وَ مِنَ الظَّلَمَةِ لِأَنَّ الْاِقَامَةَ مَعَهُمْ مِنْ اِلْقَاءِ النَّفْسِ اِلَى التَّهْلُكَةِ ، هَذَا اِذَا لَمْ يُعِنْهُمْ وَلَمْ يَرْضَ بِأَفْعَالِهِمْ فَاِنْ أَعَانَ أَوْ رَضِىَ فَهُوَ مِنْهُمْ " ❷

''اس حدیث رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ کافروں اور ظالموں کے علاقہ اور ملک سے بھاگ جانا چاہیے یعنی کفر وظلم والی سرزمین سے نکل جانا چاہیے ۔کیونکہ کافروں اورظالموں کے درمیان رہائش اختیار کرنا اور زندگی گزارنا گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ یہ معاملہ تو اس وقت ہے جب کوئی ان کافروں اور ظالموں کا تعاون نہ کرے اور ان کافروں اور ظالموں کے اقدامات اور کاروائیوں کو ناپسند کرتا ہو۔ایسی صورت میں سرزمین کفر وظلم سے رخت سفر باندھ جانا بہتر اور مناسب ہے لیکن اگر کوئی کلمہ گو اور مسلمان شخص باقاعدہ ان کافروں اور ظالموں کا تعاون کرنے لگ جائے اوران کی کاروائیوں اور اقدامات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائے پھر تو وہ ان کے حکم میں شامل ہوگا ۔جو معاملہ اور انجام دنیا وآخرت میں ان کافروں اور ظالموں کا ہوگا وہی ان اس تعاون کرنے والے اوران کی کاروائیوں پرخوش ہونے والے کا ہوگا۔''

ہمہ گیر فتنہ سے بچو:

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ

---

❷ فتح الباری:۱۳/ ٦١

الْعِقَابِ۝﴾ [الانفال=۸:۲۵]

''اور تم ایسے وبال سے بچ جاؤ! جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے''

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ جب فتنہ وفساد عام پھیل جائے تو سب کے سب ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب گناہ ظاہراً ہونے لگ جائیں، برائی چہار سو پھیل جائے اور اس کی روک تھام نہ ہو رہی ہو...... بلاشبہ جو لوگ برائی پر ایک دوسرے کی باقاعدہ مدد کرنا شروع کر دیں۔تو اسلامی معاشرے کے ہر فرد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس برائی کو ہر ممکن طریقہ سے روکے۔اگر ہر شخص ہی خاموشی اختیار کرنے لگ جائے تو سب کے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ کچھ تو گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اور کچھ اس گناہ پر ''خاموش رضا'' کا ارتکاب کرنے کی بناء پر ۔اس لیے اللہ رب العزت نے اس خاموشی اختیار کرنے والے (صوفی) کو بھی گناہ کا ارتکاب کرنے والے کی سزا میں برابر کا حصہ دار بنا دیا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ کسی کام کو پسند کرنے والا اس کام کو کرنے والے کی طرح ہی ہوتا ہے۔اس لیے وہ سزا کے اندر ساتھ پرو دیا جاتا ہے۔[1]

مجدّد الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی وضاحت:

گزشتہ صفحات میں ہم نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے چار اقتباس پیش کیے تھے۔اب ہم ذیلی سطور میں چار اقتباسات امام محمد بن عبدالوہاب کے پیش کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اپنے ایک مختصر رسالہ ''فِـي نَـوَاقِـضِ الِاسلَام ''میں ان عقائد

[1] تفسیر القرطبی:۷/۳۷٤،۳۷٥، نیز دیکھیے أحکام القرآن لابن العربی:۲/۸٤۷

ونظریات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو اسلام سے خارج کرنے والے ہیں۔ان میں سے آٹھویں نمبر پر اسلام سے خارج کرنے والا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ:

" مُظَاهِرَةُ الْمُشْرِكِيْنَ وَ مُعَاوَنَتَهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ [1]

''مشرکوں کی مدد کرنا اور مسلمانوں کے خلاف ان کا کسی بھی طرح تعاون کرنا نواقض اسلام میں سے ہے۔'' اس کی دلیل سورۃ المائدہ کی آیت :۵۱ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہِ ہدایت نہیں دکھاتا''

کفار کے ہاں ان کے دوش بدوش زندگی کفر ہے:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب مزید وضاحت فرماتے ہیں:

اِنْ كَانَتِ الْمُوَلَاةُ مَعَ مَسَاكِنَتِهِمْ فِيْ دِيَارِهِمْ وَ الْخُرُوْجُ مَعَهُمْ فِي قِتَالٍ وَنَحْوَ ذَالِكَ فَاِنَّهُ يُحْكَمُ عَلٰى صَاحِبِهَا بِالْكُفْرِ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى ﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾، وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا۝﴾ [2]

---

[1] مجموعة التوحيد:٣٣ [2] مجموعة التوحيد:٧٥

''یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ کافروں کے ساتھ اس طرح کے دوستانہ مراسم قائم کرنا کہ ،ان کے گھروں اور علاقوں میں ان کے دوش بہ دوش زندگی گزارنا اوران کے شانہ بشانہ ہوکر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرنا وغیرہ ،ایسے اموراور معاملات ہیں کہ ایسے کام کرنے والوں پر کفر کا حکم لگے گا ۔جیسا کہ اللہ رب العزت نے سورۃ المائدہ کی آیت :۵۱ میں ارشادفرمایا ہے:''تم میں سے جوبھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہوگا۔''اسی طرح سورۃ النساء کی آیت :۱۴۰ میں ارشادفرمایا ہے:اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم تار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگ جائیں ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو۔یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اورمنافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے''

ایک شبہ اوراس کا ازالہ:

مجدّ دالدعوۃ الاسلامیہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"وَلَـكِـنَّهُمْ يُجَادِلُونَكُمُ الْيَوْمَ بِشُبُهَةٍ وَّاحِدَةٍ ، فَاصْنَعُوا لِجَوَابِهَا ، وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ يَـقُـوْلُـوْنَ كُـلُّ هـٰذَا حَـقٌّ نَشْهَدُ أَنَّهُ دِينُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِلَّا التَّكْفِيْرَ وَالْـقِتَالَ ، وَالْعَجَبُ مِمَّنْ يَّخْفٰى عَلَيْهِ هٰذَا اِذَا أَقَرُّوْهَا أَنَّ هَذَا دِيْنُ اللّٰهِ وَ رَسُـوْلِـهٖ كَيْفَ لَا يُـكَفَّرُ مَنْ أَنْكَرَهُ وَ قَتَلَ مَنْ أَمَرَ بِهِ وَ حَسَبَهُمْ؟ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْأَمَرَ بِهِ بِحَبْسِهِمْ؟ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْ جَآءَ اِلٰى أَهْلِ الشِّرْكِ يَحُثُّهُم عَـلٰـى لُـزُوْمِ دِيْـنِهِـمْ وَ تَزِيِيْنِهٖ لَهُمْ وَ يَحُثُّهُمْ عَلٰى قَتْلِ الْمُوْحِدِيْنَ وَ أَخْذِ أَمْـوَالِهِـمْ كَيْفَ لَا يُـكَفِّرُ وَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّ الَّذِىْ يَحُثُّ عَلَيهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

ﷺ أَنْـكَرَهُ وَ نَهٰى عَنْهُ وَ سَمَّاهُ الشِّرْكَ بِاللّٰهِ؟ وَيَشْهَدُ أَنَّ الَّذِىْ يُبْغِضُهُ وَ يُبْغِضُ أَهْلَهُ وَ يَامُرُ الْمُشْرِكِينَ بِقَتْلِهِمْ هُوَ دِيْنُ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْاَدِلَّةَ عَلٰى تَكْفِيْرِ الْمُسْلِمِ الصَّالِحِ اِذَا أَشْرَكَ بِاللّٰهِ أَوْ صَارَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْمُوَحِّدِيْنَ وَ لَوْ لَمْ يُشْرِكْ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تَنْحَصَرَ مِنْ كَلَامِ اللّٰهِ وَ كَلَامِ رَسُوْلِهٖ ﷺ وَكَلَامِ أَهْلِ الْعِلْمِ۔

وَأَنَا أَذْكُرُ لَكَ آيَةً مِّنْ كَلَامِ اللّٰهِ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى تَفْسِيرِهَا وَ أَنَّهَا فِى الْمُسْلِمِيْنَ وَ أَنَّ الرَّجُلَ اِذَا قَالَ ذَلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ فِى أَيِّ زَمَانٍ كَانَ ، قَالَ تَعَالٰى :﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝﴾ وَفِيْهَا ذِكْرُ أَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ۔

فَاِذَا كَانَ الْعُلَمَاءُ ذَكَرُوا أَنَّهَا نَزَلَتْ فِى عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا فَتَنَهُ أَهْلُ مَكَّةَ ، وَذَكَرُوا أَنَّ الاِنْسَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلَامِ الشِّرْكِ بِلِسَانِهٖ مَعَ بُغْضِهِ لِذٰلِكَ وَ عَدَاوَةِ أَهْلِهٖ لٰكِنْ خَوْفًا مِّنْهُمْ فَهُوَ كَافِرٌ بَعْدَ اِيْمَانِهٖ۔"[1]

"بعض لوگ آج کل تم سے اس معاملہ میں بحث وتکرار اور جھگڑا کرتے ہوئے ایک شبہ پیش کرتے ہیں۔ وہ شبہ اور اس کا جواب خوب دل لگا کر پڑھ لیں۔ شبہ پیش کرنے والے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں جو آپ لوگ بیان کرتے ہیں بالکل درست ہیں ۔ہم مانتے ہیں کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہی دین ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آپ کے ساتھ ہم درج ذیل دو باتوں کے سوا تمام باتوں میں اتفاق

[1] الرسائل الشخصية ، القسم الخامس من مؤلفات الشيخ محمد بن عبدالوهاب:٢٧٢

کرتے ہیں:

① کافروں کے ساتھ دوستی کرنے والوں کو کافر کہنے کے معاملہ میں اور

② ان کے ساتھ قتال کرنے کے معاملہ میں۔

اس کا جواب پیش خدمت ہے: انتہائی تعجب انگیز بات تو یہی ہے کہ ایک ایسے شخص پر اس شبہ کا جواب مخفی ہے جو اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے کہ ہمارا موقف قرآن وسنت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مطابق ہے۔ جب کوئی شخص صدق دل سے تسلیم کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ''اسلام'' برحق دین ہے۔ تو پھر:

❀ وہ شخص اس کو کافر کیوں نہیں کہتا؟ جو اس دین کا انکار کرتا ہے؟ اس دین کی طرف دعوت دینے والے اور اس دین کو قائم کرنے والے، داعی اور مجاہد کو قتل اور گرفتار کیوں کرتا ہے؟

❀ پھر وہ شخص اس شخص کو کافر کیوں نہیں کہتا؟ جو اپنی فوج اور انتظامیہ کو حکم دیتا ہے کہ ان مجاہدوں اور داعیوں کو گرفتار کر کے قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کردو؟

❀ پھر وہ اس شخص کو کافر کیوں نہیں کہتا؟ جو مشرکوں کے پاس جا کر انہیں برانگیختہ کرتا ہے کہ تم اپنے دین پر ڈٹے رہو، تمہارا دین و مذہب نظریہ و مؤقف بہت ہی بہترین اور خوبصورت ہے۔[1]

---

[1] اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ شریعت کی بجائے کفار و مشرکین کے دین اور قانون، تہذیب اور تمدن، ثقافت اور معاشرت، معیشت اور سیاست کو زیادہ پسندیدہ، خوبصورت اور درست کہنے کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت: ۵۱ میں بھی بیان فرمائی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۝﴾ [النساء=٤:٥١]
''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے؟ جو بتوں کا اور باطل معبودوں کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں بیان دیتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہِ راست پر ہیں'' (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے ساتھ ساتھ وہ مشرکوں اور کافروں کو خالص العقیدہ اہل توحید کے قتل اور ان کے اموال پر قبضہ کرنے (اکاؤنٹس منجمد کرنے) کے لیے ابھارتا ہے؟

❁ پھر وہ شخص اس شخص کے کافر ہونے کا عقیدہ کیوں نہیں رکھتا؟ حالانکہ وہ گواہی دیتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے پاس جا کر انہیں جس چیز پر برانگیختہ کرتا ہے۔رسول اکرم جناب محمد ﷺ نے اس چیز کا انکار کیا ہے، اس سے روکا ہے اور اس طرز عمل کو شرک قرار دیا ہے ۔علاوہ ازیں اس بات کی گواہی بھی دیتا ہے کہ اہل توحید اور مجاہدین کے جن اعمال واقدامات عقائد ونظریات کو وہ ناپسند کرتا ہے ۔اللہ کا دین بہر حال یہی ہے اور مجاہدین اور مؤحدین ہی حقیقت میں دین کے اصل داعی اور نافذ کرنے والے ہیں؟

یاد رکھیے! کوئی کلمہ پڑھنے والا نیک مسلمان جب اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگ جائے اور موحدین کے مخالف ہو کر مشرکین کا ساتھی بن جائے وہ کافر ہو جاتا ہے اگر چہ وہ بذاتِ خود شرک کا ارتکاب نہ بھی کرے ۔قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں اور اہل علم کی تالیفات وتصنیفات میں اس بارے میں اتنے دلائل ہیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانا دشوار ہے۔

یہاں پر بطور مثال (For an Example) میں صرف قرآن مجید کی ایک آیت پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ یہ وہ آیت ہے کہ تمام اہل علم نے اس کی تفسیر وتشریح بیان فرماتے

مذکورہ بالا آیت ایک یہودی عالم اور سردار کعب بن اشرف (لعنة الله عليه) کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ جب وہ مکہ آیا تو اہل مکہ نے اس سے پوچھا! بتائیے! ہم زیادہ راہِ ہدایت پر ہیں یا کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی؟ کعب بن اشرف نے بددیانتی، خباثت نفس اور حسد وکینہ کی بناپر یہ ریمارکس دیے کہ آپ لوگ ایمان والوں (یعنی محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے زیادہ فکر راست کے حامل ہیں سچ یہ ہے کہ

عَيْنُ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ
كَمَا أَنَّ عَيْنَ السُّخطِ تُبْدِي الْمَسَاوِيَا

(کسی سے محبت ہو تو اس کا کوئی عیب بھی نہیں لگتا۔ جس طرح کسی سے ناراضگی ہو تو ہر بات میں کیڑے ہی نکالے جاتے ہیں)

ہوئے متفقہ طور پر یہ بیان کیا ہے کہ آیت واقعتاً ایک ایسے شخص کے بارے میں ہے جو پہلے کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہو، پھر وہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جا کر مل جائے اگر وہ ان کی طرح شرک بھی نہ کرے صرف مشرکوں کا ساتھی بن جانے کی بناپر وہ کافر ہوجاتا ہے۔ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر لفظ ''کفر'' استعمال فرمایا ہے۔ایسا شخص کسی بھی زمانہ میں ہو کسی بھی علاقہ میں ہو اس پر کافر ہونے کا حکم لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ النحل کی آیت:١٠٦ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔مگر جو کھلے دل سے کفر کرے تو ان لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے''

سورۃ النحل کی مذکورہ بالا آیت سے اگلی آیت:١٠٧ میں اللہ رب العزت نے ان ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والوں کے کفر کا سبب بھی بیان فرمایا ہے۔ان کے کفر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی۔

علماء کرام نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ آیت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب اہل مکہ نے انہیں طرح طرح کی آزمائشوں اور ابتلاؤں میں مبتلا رکھا تھا۔علماء کرام نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ کوئی انسان جب اپنی زبان سے شرک اور کفر والی بات نکال دیتا ہے۔حالانکہ اس انسان کے دل میں کفر اور شرک کی نفرت اور عداوت موجود ہے محض کافروں اور مشرکوں سے ڈرتے ہوئے وہ شرکیہ اور کفریہ بات کہہ ڈالتا ہے تو ایسا شخص بھی ایمان لانے کے بعد کافر ہوجاتا ہے۔''⊙

(محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی تیسری وضاحت مکمل ہوئی)

تم یقیناً کافر ہو چکے ہو:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ایک اور مقام پر مزید وضاحت فرماتے ہیں:

”وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِفَهْمِ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ ، أَوَّلُهُمَا : مَا تَقَدَّمَ مِنْ قَوْلِهِ: ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۝﴾ ، فَاِذَا تَحَقَّقَتْ أَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ غَزَوُا الرُّوْمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَفَرُوْا بِسَبَبِ كَلِمَةٍ قَالُوْهَا عَلٰى وَجْهِ الْمَزْحِ وَاللَّعْبِ ، تَبَيَّنَ أَنَّ الَّذِيْ يَتَكَلَّمُ بِالْكُفْرِ أَوْ يَعْمَلُ بِهٖ خَوْفًا مِنْ نَقْصِ مَالٍ أَوْ جَاهٍ أَوْ مُدَارَاةٍ لِأَحَدٍ: أَعْظَمُ مِمَّنْ تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ يَمْزَحُ بِهَا۔

وَالْآيَةُ الثَّانِيَةُ : قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝﴾: فَلَمْ يَعْذُرِ اللّٰهُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اِلَّا مَنْ أُكْرِهَ مَعَ كَوْنِ قَلْبِهٖ مُطْمَئِنًّا بِالْاِيْمَانِ ، وَأَمَّا غَيْرُ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ بَعْدَ اِيْمَانِهٖ ، سَوَاءٌ فَعَلَهُ خَوْفًا أَوْ مَشَحَّةً بِوَطَنِهٖ أَوْ أَهْلِهٖ أَوْ عَشِيْرَتِهٖ أَوْ مَالِهٖ ، أَوْ فَعَلَهُ عَلٰى وَجْهِ

⊙ ملاحظہ= مجدد الدعوۃ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ النحل کی آیت:۱۰۶ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کا تذکرہ کیا ہے جو شخص دنیوی مفادات واغراض کے حصول اور دنیوی آسائش اور مال ومتاع کے چھن جانے کے خوف کی بناء پر کفریہ بات کہہ ڈالے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔لیکن---اگر کسی شخص کو انتہائی درجہ مجبور اور بے بس کر دیا جائے کہ وہ ضرور کفریہ کلمہ مونہہ سے نکالے تو ایسا شخص کافر نہیں ہوتا۔کیونکہ اس کا دل ایمان اور اسلام پر مطمئن ہوتا ہے۔جیسا کہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے جبر واکراہ کی صورت میں ایسا کام کیا تھا۔معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص ہے جو ”خائف“ (خوفزدہ) ہے۔جبکہ دوسرا وہ شخص ہے جو ”مکرہ“ (بے بس اور مجبور) ہے۔خائف اور خوفزدہ کے لیے کلمۂ کفر کہنے کی اجازت اور رخصت نہیں ہے۔جبکہ مجبور بے بس اور انتہائی درجے کے ناچار آدمی کے لیے کلمۂ کفر کہہ لینے کی اجازت اور رخصت ہے ۔اس کی مفصل بحث اسی کتاب کے مسئلہ:۹ ”مجبور کیے جانے والے شخص کا حکم“ میں آ رہی ہے۔

الْمَزْحِ ، أَوْ لِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَعْرَضِ اِلَّا الْمُكْرَهَ۔
تَـدُلُّ عَـلٰـى هٰـذَا مِنْ وَجْهَتَيْنِ : أَلْأُوْلٰى: قَوْلُ اِلَّا مَنْ أُكرِهَ ، فَلَمْ يَسْتَثْنِ اللّٰهُ اِلَّا الْمُكْرَهَ ، وَ مَعْلُوْمٌ أَنَّ الِانْسَانَ لَا يُكْرَهُ اِلَّا عَلَى الْعَمَلِ أَوِ الْكَلَامِ ، وَأَمَّا عَقِيْدَةُ الْقَلْبِ فَلَا يُكْرَهُ أَحَدٌ عَلَيْهَا وَالثَّانِيَةُ : قَوْلُهُ تَعَالٰى:﴿ ذٰلِكَ بِـأَنَّـهُـمُ اسْتَحَبُّـوا الْـحَيٰـوةَ الـدُّنْيَـا عَـلَـى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰـهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ فَـصَرَّحَ أَنَّ هَذَ الْكُفْرَ وَالْعَذَابَ لَمْ يَكُنْ بِسَبَبِ الْاِعْتِقَادِ أَوِ الْـجَهْـلِ أَوِ الْبُغْضِ لِلدِّيْنِ ، أَوْ مَحَبَّةِ الْكُفْرِ ، وَاِنَّمَا سَبَبَهُ أَنَّ لَهُ فِىْ ذَالِكَ حَـظًّـا مِـنْ حُـظُوْظِ الدُّنْيَا فَآثَرَهُ عَلَى الدِّيْنِ ، (وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ) [1]

''آیا کوئی شخص ایمان لانے اور کلمہ پڑھنے کے بعد بھی کافر ہوسکتا ہے یا کہ نہیں ،اس سوال کا جواب سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ قرآن مجید کی دو آیات کو سمجھیں

① پہلی آیت تو یہ ہے کہ جس میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں: ''تم بہانے نہ بناؤ ۔یقیناً تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔اگر ہم تو لوگوں میں سے بعض سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔'' [التوبة=٩:٦٦] اس ارشاد باری تعالیٰ کے متعلق یہ بات ثابت ہے یہ بعض کلمہ پڑھنے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی ۔یہ وہ لوگ تھے جو رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ اور ہمرکاب ہو کر اہل روم کے ساتھ جنگ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تھے۔واپس آتے

[1] رسالة كشف الشبهات فى التوحيد من كتاب مجموعة التوحيد:١٢٥، ١٢٦ نیز دیکھیے الرسائل النجدية:٤٦ ، كشف الشبهات فى التوحيد لمحمد بن عبدالوهاب:٢٧ ـ المطبوعة من دار الوطن للنشر والاعلام

ہوئے ان سے ایک ایسا کلمہ سرزد ہو گیا، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔ وہ کلمہ بھی انہوں نے مزاح اور کھیل تماشے کے طور پر ادا کیا تھا۔ ❷

یہاں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جو شخص زبان سے کفر والی بات نکالتا ہے اور کفریہ اعمال بجالاتا ہے، مال و دولت کے بارے میں خوف محسوس کرتے ہوئے یا کسی عہدہ و منصب کے چھن جانے کا خوف محسوس کرتے ہوئے یا کسی کے ماتھے کی شکنوں کی پرواہ کرتے ہوئے وہ شخص تو اس آدمی سے کہیں بڑا مجرم اور کافر ہے جو صرف مزاح کے طور پر ایک کلمہ کفریہ منہ سے نکالتا ہے۔

② دوسری آیت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''جو شخص اپنے ایمان کے بعد کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور ان ہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' [النحل=١٦:١٠٦] لہٰذا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو معذور قرار نہیں دیا ۔مگر وہ شخص کہ جو انتہائی درجہ کا مجبور و بے بس ہو مگر اس کا دل ایمان و اسلام پر برقرار ہو۔ اس

---

❷ یہاں ان منافقین کا تذکرہ ہو رہا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے خلاف ایک ہرزہ سرائی یہ کی: یہ کان کا کچا ہے (ہلکا) ہے۔ مطلب یہ تھا کہ یہ ہر ایک کی بات سن لیتا ہے (معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کے حلم و کرم اور عفو و درگزر کی صفت سے ان کو دھوکہ ہوا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں! ہمارا پیغمبر شر اور فساد کی کوئی بات نہیں سنتا۔ جو بھی سنتا ہے تمہارے لیے اس میں خیر و بھلائی ہوتی ہے۔ جب ان منافقین کو بلا کر ان سے اُن کی اس ہرزہ سرائی کے بارے میں پوچھا گیا کہ تم نے یہ بات کیوں کہی ہے؟ انہوں نے اس کا دو لفظی جواب یہ دیا کہ ہم تو محض ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہنسی مذاق کے لیے تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کا رسول ﷺ ہی رہ گئے ہیں؟ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ تمہارے یہ کہنے سے وہ ایمان اور اسلام ختم ہو چکا ہے جو تم پہلے ظاہر کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزاء اور گستاخی کے بعد اب اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ گئی۔ پہلے جو ایمان تھا وہ بھی نفاق پر مبنی تھا۔ تاہم اس کی بدولت ظاہری طور پر تمہارا شمار مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس کی بھی گنجائش ختم ہو گئی ہے بقول شخصے

پہلے ہی کیا عزت تھی اپنی پیشِ یار
شب بھی کی منتوں نے گنوادی رہی سہی

کے علاوہ جو شخص بھی ایسا کرے گا وہ ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کرے گا۔ چاہے وہ کسی خوف وخطر کی بنا پر ایسا کام کرے یا کسی کی ناراضگی کے خوف سے ایسا کرے یا اپنے وطن ،اپنے اہل وعیال یا اپنے کنبہ وقبیلہ کی خاطر ایسا کرے یا فقط ہنسی مذاق کے طور پر ایسا کرے ۔یا ان کے علاوہ اس کے دل میں کوئی اور غرض اور مفاد ہو۔ جبر واکراہ کی صورت کے علاوہ کسی صورت یہ جائز نہیں ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں:

① اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عالی کہ﴿اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ ﴾''مگر جو مجبور کیا جائے'' گویا اللہ تعالیٰ نے مجبور اور بے بس شخص کے علاوہ کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ کسی کو صرف کسی عمل کے معاملہ میں مجبور کیا جا سکتا ہے یا کلام اور گفتگو کے معاملہ میں ۔(یعنی مجبور کر کے کوئی ایسا کام کروایا جا سکتا ہے جو کام مجبور شخص نہ کرنا چاہتا ہو یا ایسی بات کہلوائی جا سکتی ہے جو مجبور نہ کہنا چاہتا ہو۔لیکن جہاں تک دل کے عقیدہ ونظریہ کا معاملہ ہے اس بارے کوئی شخص بھی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔

② سورۃ النحل کی آیت:١٠٦ سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر ومرتد ہونے والوں کے کفر وارتداد کی وجہ اور سبب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:''یہ اس لیے ہے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا کہ ان کے کفر اور عذاب کا سبب کوئی نظریاتی مسئلہ،کوئی جہالت والا معاملہ،دین اسلام سے نفرت کی وجہ سے یا کفر سے محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے محض دنیا کی لذتوں،آسائشوں اور راحتوں کی بناء پر دنیا فانی کی زندگی کو دین اسلام پر فوقیت اور ترجیح دے ڈالی۔(واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم) (شیخ محمد

بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے چوتھے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

ذرا سوچئے اور غور فرمایئے! کیا اتنے واضح بیان کے بعد بھی اس شخص کے بارے کسی بیان کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے، جو کافروں اور مرتدوں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرتا ہے۔ ہاں صرف اس شخص کو ہی مزید کسی بیان کی ضرورت محسوس ہوگی جس کے بارے کلام باری تعالیٰ میں ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾ [المائدة=٥:٤١]

''جس کو فتنہ میں مبتلا کرنا (یعنی خراب کرنا) اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ایسے شخص کے لیے آپ کوئی ہدایت کی چیز نہیں پائیں گے۔''

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے زیادہ اقتباسات پیش کرنے کی وجہ:

سابقہ گفتگو میں آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ بہت زیادہ عبارتیں اور پیراگراف مجدد الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے عرض گزار کیے گئے ہیں۔ اس لیے کہ اس خاص مسئلہ پر علماء اہل عرب نے اور خاص طور پر علماء نجد نے بہت زیادہ گفتگو اور کلام اپنی اپنی تصنیفات اور تالیفات میں درج فرمایا ہے۔ اس کی وجہ وہ مماثلت اور موافقت ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان پائی جاتی ہے۔ کیونکہ انہیں بھی ویسے ہی حالات درپیش تھے جن کے ساتھ آج کے دور میں ہم دوچار ہیں۔ جس طرح ہمیں ایسے حکمرانوں سے پالا پڑا ہوا ہے جو بھاگ بھاگ کر اللہ کے دشمنوں (کافروں اور مشرکوں) سے دوستیاں رچانے میں بڑے سرگرم دکھائی دیتے تھے۔ پھر اس سے بڑھ کر پریشانی والی بات یہ تھی اس وقت بھی ایسے مَشَائِخ الضَّلَالَة، عُلَمَاءُ السُّوء، درباری اور سرکاری اسکالرز اور اصحاب جبہ و دستار مولوی دستیاب تھے جنہوں نے ان حکمرانوں کے متعلق فتوے دیئے کہ یہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں کرنے والے بلاشبہ ''مسلمان'' ہیں۔

جب کوئی شخص شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور ان کے چاہنے والوں نیز ان کے بیٹوں اور پوتوں کے افکار ونظریات، تشریحات وتصریحات اور اقتباسات پر غور کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ واقعتاً جو شخص کافروں اور مرتدوں سے دوستی قائم کرتا ہے وہ انہی کی طرح کافر ومرتد ہے۔اور اس شخص کا وہی حکم اور معاملہ ہے جو ان کافروں کا ہے۔اگر کوئی شخص ایسا کام کسی دنیوی غرض سے کرے (مثلاً کسی عہدہ ومرتبہ، کسی ایوارڈ، پروٹوکول یا کسی دنیوی آسائش اور راحت کے حصول کے لیے کرے) یا کوئی شخص کافروں اور مشرکوں سے محبت اور دوستی دل کی خوشی کے ساتھ کرے یا کافروں کے ساتھ دوستی اعتقادی اور نظریاتی ہم آہنگی کی بناء پر کرے دونوں صورتوں میں ہی وہ کافر شمار ہوگا۔ان میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

اللہ رب العزت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، ان کے بھائیوں، ان کے تمام چاہنے والوں پر رحم وکرم فرمائے۔جن معاملات میں آج اختلاف کھڑے کر دیے گئے اللہ تعالیٰ ان میں سے درست مؤقف ونظریہ کی ہماری رہنمائی فرمائے۔یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(آمین یارب العالمین)

مشرکین کا ہم نوالہ وہم پیالہ کافر ہے:

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے پوتے سلیمان بن عبداللہ فرماتے ہیں:

"اِعۡلَمۡ رَحِمَكَ اللّٰهُ أَنَّ الۡاِنۡسَانَ اَذَا أَظۡهَرَ لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ الۡمُوَافِقَةُ عَلٰى دِيۡنِهِمۡ خَوۡفًا مِّنۡهُمۡ وَ مُدَارَةَ لَّهُمۡ وَ مُدَاهَنَةً لِدُفِعَ شَرِّهِمۡ فَاِنَّهُ كَافِرٌ مِّثۡلُهُمۡ وَ اِنۡ كَانَ يَكۡرَهُ دِيۡنَهُمۡ وَيُبۡغِضُهُمۡ وَيُحِبَّ الۡاِسۡلَامِ وَالۡمُسۡلِمِيۡنَ ، وَ هٰذَا اِذَا لَمۡ يَقَعۡ مِنۡهُ اِلَّا ذَلِكَ ، فَكَيۡفَ اِذَا كَانَ فِىۡ دَارٍ مَنَعَةٍ وَاسۡتَدعٰى بِهِمۡ وَ دَخَلَ فِى طَاعَتِهِمۡ وَ أَظۡهَرَ الۡمُوَافَقَةَ عَلٰى دِيۡنِهِمُ الۡبَاطِلَ وَأَعَانَهُمۡ عَلَيۡهِ

بِالنَّصْرَةِ وَالْمَالِ وَ وَالَاهُمْ وَ قَطَعَ الْمُوَالَاةَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ صَارَ مِنْ جُنُوْدِ الْقِبَابِ وَالشِّرْكِ وَ أَهْلِهَا بَعْدَ مَا كَانَ مِنْ جُنُوْدِ الإِخْلَاصِ وَالتَّوْحِيْدِ وَ أَهْلِهِ ، فَإِنَّ هَذَا لَا يَشُكُّ مُسْلِمٌ أَنَّهُ كَافِرٌ مِنْ أَشَدِّ مُسْلِمٌ أَنَّهُ كَافِرٌ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى وَ لِرَسُوْلِهِ ﷺ وَ لَا يُسْتَثْنٰى مِنْ ذَالِكَ إِلَّا الْمُكْرَهُ " ❶

''خوب جان لیجیے! کوئی بھی انسان جب مشرکین کے ساتھ اپنی موافقت اور یکجہتی کا اظہار کرتا ہے۔خواہ ان سے ڈرتے ہوئے ایسا کرے یا ان سے بنا کر رکھنے کی خاطر ایسا کرے یا ان کے کسی شر سے بچنے کے لیے بچھ جانے کی وجہ سے ایسا کرے بہرحال وہ شخص ان مشرکوں کی طرح کا ہی مشرک و کافر ہوگا۔اگر چہ یہ شخص ان کافروں اور مشرکوں کے دین کو ناپسند ہی کرتا ہو اور اس کو صرف اظہار یکجہتی اور باہمی موافقت سے ہی وہ کافر ومشرک قرار پائے گا۔اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمالیجیے کہ اگر کوئی شخص شان وشوکت والا ہو اور فوجی قوت وطاقت بھی اس کے پاس ہو۔پھر بھی وہ کافروں کا ساتھ دے،ان کی اطاعت میں داخل ہو،ان کے باطل دین ومذہب پر ان کی موافقت کرتے ہوئے ، ہر طرح کی سپورٹ مہیا کرتے ہوئے اور مالی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے ان کا تعاون کرے اور ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرے ۔اپنے اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیواریں کھڑی کرلے۔اصحاب گدی وآستانہ،اصحاب دربار ومزار اور دیگر مشرکین کا ہم نوالہ وہم پیالہ بن جائے جبکہ وہ پہلے اہل توحید میں سے تھا اور مخلص مسلمان تھا۔لیکن مذکورہ بالا افعال بد کی بناپر بہرصورت وہ کافر قرار پائے گا۔کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس کے کافر ہونے میں شک نہیں کرسکتا۔یہ کافر بھی ایسا ہوگا کہ جو اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت کرنے والوں میں سے ہوگا۔ان میں سے وہ شخص مستثنیٰ (Exept) قرار دیا جائے گا جس کے ساتھ جبر واکراہ والا معاملہ ہو۔''

کفار سے ہر قسم کا تعاون ''کفر'' ہے:

شیخ سلیمان بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اَلْأَمْرُ الثَّالِثُ مِمَّا يُوجِبُ الْجِهَادَ لِمَنِ اتَّصَفَ بِهِ مُظَاهَرَةُ الْمُشْرِكِيْنَ وَ اِعَانَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِيَدٍ أَوْ بِلِسَانٍ أَوْ بِقَلْبٍ أَوْ بِمَالٍ ، فَهَذَا كُفْرٌ يُّخْرِجُ مِّنَ الِاسْلَامِ ، فَمَنْ أَعَانَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ أَعَانَهُمْ مِنْ مَالِهِ بِمَا يَسْتَعِيْنُوْنَ بِهٖ عَلٰى حَرْبِ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْتِيَارًا مِنْهُ فَقَدْ كَفَرَ ، قَالَ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَابِ فِى نَوَاقِضِ الْاِسْلَامِ ، الثَّامِن: مُظَاهَرَةُ الْمُشْرِكِيْنَ وَ مُعَاوَنَتُهِمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ [1]

''ایک ایسے شخص کے خلاف جہاد کو واجب کرنے والی تیسری بات یہ ہے کہ جو شخص بھی مشرکین کی مدد وحمایت کرتا ہے یا اپنے ہاتھ، زبان یا مال غرضیکہ کسی بھی طرح مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کو سپورٹ فراہم کرتا ہے۔ یہ ایسا کفر ہے جو اسے اسلام سے باہر نکال دیتا ہے۔ جو انسان بھی مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا تعاون کرتا ہے۔ مشرکوں کو اپنا مالی تعاون پیش کرتا ہے جس کو وہ کافر ومشرک مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں بروئے

---

[1] الدررالسنية فى الاجوبة النجدية :٧/٢٧٥

کارلاتے ہیں۔ یہ تعاون بھی وہ اختیاری حالت میں کافروں کے پیش خدمت کرتا ہے ،ایسا شخص بلاشبہ کافر ہوجاتا ہے۔شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے نواقض اسلام میں سے آٹھواں ناقض (اسلام کوختم کرنے والاعمل) یہ بیان کیا ہے کہ ''مشرکین کی مدد کرنا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مشرکوں کا تعاون کرنا۔یعنی یہ اسلام کوختم کرنے والا آٹھویں نظریہ وعمل ہے۔اس کی دلیل سورۃ المائدہ کی آیت:۵۱ ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:''اے ایمان والو!تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤیہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔تم میں سے جوبھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ظالموں کواللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔''

مشرکین سے نفرت نہ ہونا بھی کفر ہے:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے دوبیٹوں حسین بن محمد اور شیخ عبداللہ بن محمد رحمہم اللہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا۔جو دین اسلام میں داخل ہے۔اس دین سے محبت بھی کرتا ہے اور دین اسلام پر چلنے والے مسلمانوں سے بھی محبت کرتا ہے۔مگر مشرکین سے دشمنی اختیار نہیں کرتا۔یادشمنی تو کرتا ہے مگر مشرکین کو کافر تسلیم نہیں کرتا۔تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟انھوں نے جواب دیا:

''مَنْ لَّا يُعَادِى الْمُشْرِكِيْنَ أَوْ عَادَاهُمْ وَلَمْ يُكَفِّرُهُمْ فَهُوَ غَيْرُ مُسْلِمٍ وَ هُوَ مِمَّنْ قَالَ تَعَالٰى فِيْهِمْ: ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝﴾۔''[1]

[1] الدررالسنية فى الاجوبة النجدية:٢٧٥/٧

''جو مشرکین سے عداوت نہیں رکھتا۔ یا عداوت تو رکھتا ہے مگر ان کو کافر تسلیم نہیں کرتا وہ ''غیر مسلم'' ہے یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔ یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے''

شیخ عبدالرحمٰن حسن رحمہ اللہ کی وضاحت:

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے پوتے فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

" اَلنَّوْعُ الثَّالِثُ مِنْ نَوَاقِضِ الْاِسْلَامِ : مَنْ عَرَفَ التَّوْحِيْدَ وَ أَحَبَّهُ وَاتَّبَعَهُ وَ عَرَفَ الشِّرْكِ فَهٰذَا كَافِرٌ ، وَ فِيْهِ قَالَى تَعَالٰى : ﴿ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ۝﴾

اَلنَّوْعُ الرَّابِعُ مِنَ النَّوَاقِضِ : مَنْ سَلِمَ مَنْ هٰذَا كُلِّهٖ لٰكِنْ أَهْلُ بَلَدِهٖ يَصْرَحُوْنَ بِعَدَاوَةِ التَّوْحِيْدِ وَ اتِّبَاعِ أَهْلِ الشِّرْكِ وَ يَسْعَوْنَ فِیْ قِتَالِهِمْ وَ عُذْرُهُ أَنَّ تَرْكَ وَطَنِهٖ يَشُقُّ عَلَيْهِ ، فَلُيُقَاتِلُ أَهْلَ التَّوْحِيْدِ مَعَ أَهْلِ بَلْدِهٖ وَ يُجَاهِدُ بِمَالِهٖ وَ نَفْسِهٖ فَهٰذَا أَيْضًا كَافِرٌ......اِلٰى أَنْ قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ:

وَأَمَّا مُوَافَقَتُهُ عَلَى الْجِهَادِ مَعَهُمْ بِمَالِهٖ وَ نَفْسِهٖ مَعَ أَنَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ قَطعَ دِيْنِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَكْبَرُ مِمَّا ذَكَرْنَا بِكَثِيْرٍ ، فَهَذَا أَيْضًا كَافِرٌ مِمَّنْ قَالَ اللّٰهُ فِيْهِمْ: ﴿ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ

كُلَّمَا رُدُّوٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا﴾[1]

''نواقض اسلام(یعنی اسلام کو ختم کردینے یا اسلام سے خارج کردینے والی چیزوں) میں سے تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ: جو شخص عقیدۂ توحید کو پہچان لیتا ہے، اس سے محبت بھی کرتا ہے، مزید براں وہ شرکیہ عقیدے کو بھی پہچان لیتا ہے۔ اس عقیدے سے کنارہ کشی بھی اختیار کرلیتا ہے۔ لیکن وہ اہل توحید کو ناپسند کرتا ہے اور مشرکین سے محبت کرتا ہے۔ ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے ایسے ہی شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۂ محمد کی آیت :۹ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کردیے۔''

نواقض اسلام میں سے چوتھے نمبر پر یہ ہے کہ: جو شخص بالفرض مذکورہ بالا تمام چیزوں سے سلامت رہتا ہے۔ لیکن اس کے شہر اور علاقے کے دوسرے باشندے واضح طور پر عقیدۂ توحید سے عداوت رکھتے ہیں۔ اہل شرک کی پیروی اختیار کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال کے لیے ہمہ وقت سرگرم رہتے ہیں۔ (یہ شخص ان لوگوں کے درمیان رہتا ہے اور اس علاقے کو خیر باد نہیں کہتا ہے) اس کے پاس یہ عذر ہے کہ میرے لیے وطن کو چھوڑنا انتہائی دشوار ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ وہ اپنے اہل علاقہ اور اہل شہر کے ساتھ مل کر اہل توحید سے لڑنے بھی لگ جاتا ہے۔ اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ نام نہاد ''دہشت گردی'' کے خلاف جہاد شروع کردیتا ہے۔ تو یہ بھی کافر ہے۔

---

[1] المورد العذب الزلال فی کسف شبهة أهل الضلال:۳۰۱

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کافروں کے ساتھ مل کر کسی کلمہ پڑھنے والے نام نہاد مسلمان کا مسلمان ہی کے خلاف ''جہاد'' کرنا جبکہ وہ جانتا بھی ہے کہ وہ کفار، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین برحق ''اسلام'' کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں......سابقہ گفتگو میں ذکر کردہ صورت حال سے کئی لحاظ سے بڑا گناہ ہے۔

دین اسلام ختم کرنے کے لیے کوشاں ان کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کرنے والا یہ نام نہاد کلمہ گو مسلمان ''کافر'' ہے۔ایسے شخص کے بارے میں اللہ رب العزت سورۃ النساء کی آیت:۹۱ میں فرماتے ہیں:

''تم کچھ اور لوگوں کو ایسا بھی پاؤ گے، جن کی بظاہر خواہش ہے کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں۔لیکن جب کبھی فتنہ انگیزی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو اوندھے منہ اس میں ڈال دیے جاتے ہیں پس اگر یہ لوگ تم سے (لڑائی میں) کنارہ کشی نہ کریں تمہاری اطاعت نہ کریں اور (کافروں کے ساتھ لڑائی کے وقت یہ لوگ) اپنے ہاتھ تم سے روک کر نہ رکھیں تو آپ ان کو پکڑیں اور جہاں کہیں بھی پائیں ان کو قتل کر دیں۔ان لوگوں کے خلاف ہم نے تم کو کھلی حجت دے دی ہے۔''

عرب کے چار جید علماء کی وضاحت:

عرب کے چار شیوخ :(۱)شیخ محمد بن عبداللطیف (آل شیخ)،(۲)شیخ سلیمان بن سمحان،(۳)شیخ صالح بن عبدالعزیز اور (۴)شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم سے دو خارجی ٹائپ فرقوں ''(۱)العجمان اور (۲)الدویش کے متعلق سوال کیا گیا۔یہ دونوں فرقے ایسے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے شہر سے خروج کرتے ہوئے بغاوت کی تھی۔باجود اس بات کے کہ یہ اپنے آپ کو سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پیروکار ظاہر کرتے تھے۔سیدنا جعفر بن ابی

طالب اور ان کے ساتھیوں کی شان و منزلت سے کون آگاہ نہیں۔ یہ وہ عظیم لوگ تھے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اپنے آپ کو ان عظیم ہستیوں کی طرف منسوب کر کے دراصل یہ گمراہ، خارجی اور مرتد قسم کے لوگ اپنا دفاع کرتے تھے۔ کافروں کے ساتھ مل کر یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے اور مسلمانوں پر کفر کے فتوے صادر کرتے تھے۔ ان کے بارے میں مذکورہ بالا چار علماء عرب سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے لوگ ہیں اور قرآن وسنت کے مطابق ان کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے جواب دیا:

" هٰـؤُلَاءِ الَّـذِيـنَ ذَكَرَهُمُ السَّائِلُ وَهُمُ الْعَجْمَانُ وَالدَّوِيْشُ وَمَنْ تَبِعَهُمْ لَا شَكَّ فِيْ كُفْـرِهِـمْ وَ رِدَّتِهِمْ لِاَنَّهُمُ انـحَـازُوا اِلٰى أَعْدَاءِ اللّٰـهِ وَ رَسُوْلِـهٖ وَطَلَبُوْا الدُّخُوْلَ تَحْتَ وَلَايَتِهِمْ وَاسْتَعَانُوْا بِهِمْ ، فَجَمَعُوْا بَيْنَ الْخُرُوْجِ مِـنْ دِيَـارِالْـمُسْـلِمِيْـنَ و بَيْـنَ اللُّـحُوْقِ بِأَعْدَاءِ المِلَّةِ وَ تَكْفِيْرِهِمْ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ وَاسْتِحْلَالِ دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ۔" [1]

''سوال کرنے والے نے جن لوگوں کے بارے میں سوال کیا ہے، یعنی (۱) عجمان اور (۲) دویش [2] فرقوں کے بارے میں اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں۔ ان کے بارے میں یاد رکھیے کہ ان لوگوں کے کافر اور مرتد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں (کلمہ نہ پڑھنے والے کافروں) کی طرف مائل کیا ہے۔ کافروں کی مدد، تعاون اور تسلط کی کے زیر سایہ مسلم علاقوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ کافروں سے انہوں نے مدد اور تعاون کیا

---

[1] الدرر السنية فی الاجوبة النجدية: ۳۳٤/۷

[2] عجمان اور درویش دو ایسے گمراہ قبیلے اور فرقے تھے جنہوں نے جزیرۂ عرب میں سر اٹھایا تھا۔ مذکورہ بالا چاروں شیوخ کرام جن سے ان کے متعلق فتوی طلب کیا گیا وہ ان کے دور میں باحیات تھے۔ ان دونوں گمراہ فرقوں کو پھر اس وقت کفر وارتداد کی بناء پر قتل کر دیا گیا تھا۔

ہے۔اس طرح گویا ان کے اندر بیک وقت چار بڑے بڑے کفریہ جرائم جمع ہو گئے ہیں۔

① اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنا۔

② ملت اسلامیہ کے دشمنوں کے ساتھ مل جانا۔

③ اہل اسلام کو کافر کہنا۔

④ مسلمانوں کے خون اور مال کو اپنے لیے حلال اور مباح سمجھ لینا۔(کہ ان کا خون بہانا جائز ہے اور ان کا مال غصب کرنا اور ان کے اکاؤنٹس منجمد کرنا درست ہے۔)

تاتاریوں سے جاملنا بھی باعث کفر ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الِاخْتِيَارَاتُ الفِقهِيَّة " میں فرماتے ہیں:

"مَن جَمَّزَ اِلٰى مُعَسْكَرِ التُّتَرِ وَ لَحِقَ بِهِمْ ارْتَدَّ وَ حَلَّ دَمُهُ وَ مَالُهُ ، فَاِذَا كَانَ هَذَا فِى مُجَرَّدِ اللُّحُوقِ بِالْمُشْرِكِيْنَ فَكَيْفَ بِمَنْ اعْتَقَدَ مَعَ ذَالِكَ أَنَّ جِهَادَهُمْ وَ قِتَالَهُمْ لِأَهْلِ الْاِسْلَامِ دِيْنٌ يُدَانُ بِهِ ، هَذَا أَوْلٰى بِالْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ۔" ❶

''جو شخص تاتاریوں کے معسکر (چھاؤنی) کی طرف بھاگا بھاگا جاتا ہے اور ان سے جاملتا ہے، وہ شخص مرتد ہو جاتا ہے اور اس کا خون بہانا اور اس کا مال اپنے قبضہ میں لینا جائز ہے۔مشرکین کے ساتھ صرف جاملنے کا یہ حکم ہے کہ وہ مرتد ہو جاتا ہے اور اس کو قتل کرنا اور اس کا مال قبضہ میں لینا جائز ہے۔تو اس شخص کے متعلق خود غور فرمالیں کہ جو اس بات کا اعتقاد اور نظریہ رکھتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال کرنا میرے دین و مذہب

میں شامل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ثانی الذکر شخص کفر وارتداد میں کہیں زیادہ آگے بڑھا ہوا ہے۔ (وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ)

موجودہ زمانے کے مرتدین اور تاتاریوں کا معاملہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقتباس اور قول سے آپ کو معلوم ہوا کہ جو شخص تاتاریوں کے معسکر (ٹریننگ سنٹر) کی طرف بھاگ کر چلا جاتا ہے۔اس کا یہ حکم ہے۔حالانکہ تاتاری لوگ وہ تھے جو اسلام اور اسلامی شعائر کا اظہار کرتے تھے لیکن وہ اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کا فیصلہ اسلامی قانون کے بغیر کرتے تھے۔ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو ان کی طرف جاملے اور ان کے لشکروں اور ان کی فوجوں میں شامل ہو جائے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔اس کا قتل جائز اور اس کے مال کو قبضہ میں لینا مباح ہے۔اس شخص کا وہی حکم ہے جو مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما اور برسر پیکار کافروں کا حکم ہے۔جب آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی تو اس شخص کے معاملے کو سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ جو شخص بغیر کسی جبر واکراہ کے،اختیاری حالت میں،دل سے چاہتے ہوئے کافروں اور مرتدوں کی فوج اور اتحادوں میں جاملتا ہے،مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں وہ کافروں کا ساتھ دیتا ہے،کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں اور مجاہدوں کو وہ پابند سلاسل کرتا ہے اور پس دیوار زنداں ڈال دیتا ہے،مخلص مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتوں اور سزاؤں سے دوچار کرتا ہے اور ان کو قتل کرنے تک سے دریغ نہیں کرتا۔مسلمانوں کا خون بہانے اور عزت پامال کرنے کو جائز اور مباح تصور کرتا ہے۔وہ مال اور عزتیں جن کے حرام ہونے کے بارے قرآن وسنت کے بہت زیادہ دلائل موجود ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہاں تاتاری کافروں کے ساتھ محض جاملنا دین سے مرتد ہو جانا ہے۔حالانکہ تاتاری اسلام کا اظہار کرتے تھے۔تو جو شخص کافروں کے ساتھ جاملنے کے

علاوہ یہ جرم بھی کرے کہ وہ کافروں کے ہمرکاب ہوکر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہوجائے اور جنگ بھی محض دین ومذہب اور اعتقادی ونظریاتی بنیاد پر ہوتو اس شخص کے بارے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔یہ شخص واقعتاً کافر اور مرتد ہے ۔امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقتباس سے ان لوگوں کی بھی تردید ہوجاتی ہے جو ان جیسے لوگوں کے بارے میں توقف اور خاموشی اختیار کرتے ہیں اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں مسلمان ہونے کا فتوی صادر کرتے ہیں ۔صرف اس وجہ سے کہ وہ اسلام کے بعض اسلامی شعائر پرتو کاربند اور عمل پیرا ہیں ۔

عوام الناس کو آگاہ کرنا نہایت ضروری ہے:

فضیلۃ الشیخ حمد بن عتیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَ قَدْ تَقَدَّمَ أَنَّ مُظَاهَرَةَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ دَلَالَتَهُمْ عَلٰى عَورَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوَ الذَّبّ عَنْهُمْ بِلِسَانٍ أَوْ رَضِىْ بِمَا هُمْ عَلَيْهِ كُلُّ هٰذِهِ مُكَفِّرَاتٌ مِمَّنْ صَدَرَتْ مِنْهُ مَنْ غَيْرِ الْاِكْرَاهِ الْمَذْكُوْرِ ، وَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَهُوَ مُرْتَدٌّ وَاِنْ كَانَ مَعَ ذَلِكَ يُبْغِضُ الْكُفَّارَ وَ يُحِبُّ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ قَدْ تَقَدَّمَ ذَلِكَ فِى غَيْرِ مَوْضِعٍ وَ اِنَّمَا كَرَّرْنَا لِعُمُوْمِ الْجَهْلِ بِهٖ وَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ اِلٰى مَعْرِفَتِهٖ " [1]

''یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ کفار ومشرکین کی مدد کرنا ،مسلمانوں کے خفیہ راز اور پروگرام کافروں کو بتانا ،اپنی زبان کے ساتھ ان کا دفاع کرنا یا کافروں کے نظریات ،اقدامات اور تحفظات کو پسند کرنا کسی بھی مسلمان شخص کو کافر بنا دینے والی چیزیں ہیں ۔جس شخص سے بھی یہ چیزیں سرزد ہوتی ہیں وہ کافر ہوجائے گا مگر یہ کہ وہ ایسا مجبور و بےبس ہو جس کا بیان سورۃ النحل کی آیت نمبر:۱۰۶ میں مذکور ہے ۔جس شخص سے بھی یہ چیزیں سرزد

[1] الدفاع عن اهل السنة والاتباع للشيخ حمد بن عتيق النجدى: ۳۱،۳۲

ہوں وہ مرتد ہے۔اگر چہ وہ کافروں سے نفرت کرتا ہو اور مسلمانوں سے محبت کرتا ہو۔یہ بات پہلے کئی بار گزر چکی ہے۔اب ہم نے اس بات کو بار بار اس لیے بیان کیا ہے کہ عوام الناس میں اس بارے میں بہت زیادہ لاعلمی اور کم فہمی پائی جاتی ہے۔حالانکہ اس کی طرف توجہ دلانے اور عوام الناس کو اس سے آگاہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔''

حیات دنیوی کو ترجیح دینے کا انجام:

فضیلۃ الشیخ حمد بن عتیق رحمہ اللہ مزید وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" أَنْ يُّوَافِقَهُمْ --أي الْكُفَّارَ-- فِي الظَّاهِرِ مَعَ مُخَالَفَتِهٖ لَهُمْ فِي الْبَاطِنِ ، وَهُوَ لَيْسَ فِي سُلْطَانِهِمْ وَ اِنَّمَا حَمَلَهُ عَلٰى ذَالِكَ اِمَّا طَمعٌ فِي رَيَاسَةٍ أَوْ مَالٍ أَوْ مَشَحّةٍ بِوَطَنٍ أَوْ عِيَالٍ ، أَوْ خَوْفٌ مِمَّا يَحْدُثُ فِي الْمَآلِ ، فَاِنَّهُ فِي هٰذِهِ الْحَالِ يَكُوْنُ مُرْتَدًّا وَ لَا تَنْفَعُهُ كَرَاهَتُهُ لَهُمْ فِي الْبَاطِنِ ، وَهُوَ مِمَّنْ قَالَ اللّٰهُ فِيهِمْ ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾ [1]

''کوئی شخص کافروں سے اگر اوپر اوپر سے ہی موافقت کا اظہار کرتا ہو اور ہاں میں ہاں ملاتا ہو۔جبکہ اس کا دل ،ضمیر اور اندرون (inner) کافروں کی مخالفت میں ہی ہو۔حالانکہ وہ شخص کافروں کے تسلط اور کنٹرول میں بھی نہیں ہے کہ صرف جبر واستبداد کی بناء پر اس نے ایسا کیا ہو، بلکہ کسی حکومتی اور ریاستی لالچ ، یا کسی مالی مفاد، یا وطن اور اہل وعیال کی محبت وجذبات سے بے بس ہوکر، یا آنے والے حوادث اور خطرات سے خوف کھاتے ہوئے اس نے کافروں سے یکجہتی اور ہم آہنگی کا اظہار کیا ہو۔بہرحال

وبہرصورت ایسا شخص مرتد ہوگا۔دل اور ضمیر سے ان کو ناپسند کرنے کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہوگا جن کے بارے میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے سورۃ النحل کی آیت:۱۰۷ میں تذکرہ فرمایا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

''یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔''

شاعرانہ انداز میں وضاحت:

شیخ سلیمان بن سمحان رحمہ اللہ کافروں سے دشمنی اور مومنوں سے محبت کے عقیدہ کو اپنے شاعرانہ انداز میں یوں واضح کرتے ہیں:

وَ مَنْ يَّتَوَلَّ الْكَافِرِيْنَ فَمِثْلُهُمْ
وَ لَا شَكَّ فِيْ تَكْفِيْرِهٖ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ
وَ مَنْ يُّوَالِيْهِمْ وَ يَرْكُنْ نَحْوَهُمْ
فَلَا شَكَّ فِيْ تَفْسِيْقِهٖ وَ هُوَ فِيْ وَجَل
وَ كُلُّ مُحِبٌّ أَوْ مُعِيْنٍ وَ نَاصِرِ
وَ يُظْهِرُ جَهْرًا لِلْوَفَاقِ عَنِ الْعَمَلِ
فَهُمْ مِثْلُهُمْ فِى الْكُفْرِ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ
وَ اِذَا قَوْلُ مَن يَدْرِ الصَّوَابَ مِنَ الزُّلَلِ [1]

(مذکورہ اشعار کا ترتیب وار ترجمہ)

① جو کافروں سے دوستی رچاتا ہے وہ انہی کی طرح ہوتا ہے۔عقل ودانش والے کسی شخص

[1] دیوان عقود الجواهر المنضدة الحسان للشیخ سلیمان بن سمحان:۱۳۱

کے ہاں اس کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

④ جو شخص کافروں سے دوستی قائم کرتا ہے اوران کی طرف مائل ہوتا ہے اس حالت میں کہ اس کے دل میں خوف وہراس تھا تو اس کے فاسق وفاجر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

③ ہر وہ شخص جو کسی کافر سے محبت کرنے والا ہو، اس کا تعاون کرنے والا ہو اور اس کی مدد وحمایت کرنے والا ہو، وہ چاہے ظاہری طور پر ہی اپنے عمل وکردار سے کافروں کے ساتھ یکجہتی، ہم آہنگی اور موافقت کا اظہار کرنے والا ہو۔

④ بغیر کسی شک وشبہ کے وہ شخص بھی کافروں کی طرح کا کافر ہے۔ یہ بات وہ شخص کہہ رہا ہے جو صحیح اور غلط، حق اور باطل میں فرق سے اچھی طرح آگاہ وآشناہ ہے۔

نظام نہیں صرف چہرے بدلے ہیں:

قرآن وسنت کے بہت زیادہ واضح اور پختہ دلائل ذکر کرنے کے بعد ہم نے چند جید علماء اسلام کے اقوال واقتباسات بھی قلمبند کیے ہیں جن سے اس بات کی مزید تاکید اور تائید ہوتی ہے کہ:

1. جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی کرے،
2. اہل اسلام اور اہل توحید کے خلاف کافروں کی حمایت اور مدد کرے۔
3. کافروں کے شانہ بشانہ وہ خالص العقیدہ مجاہد مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں شریک ہوجائے۔

ایسا شخص بلاشک وشبہ کافر ومرتد ہے۔ جن علماء کے ہم نے اقوال اور اقتباسات درج کیے ہیں۔ ان کے زمانہ اور دور میں جس طرح یہ اقوال اور بیانات پورے پورے فِٹ اور منطبق (Telly) ہوتے تھے۔ بالکل اسی طرح ہمارے اس دور میں بھی یہ دلائل، اقوال اور اقتباسات

پورے پورے فِٹ اور منطبق ہوتے ہیں۔اس معاملے میں سابقہ ادوار اور موجودہ دور میں کوئی فرق نہیں ہے۔صرف چہرے بدلے ہیں نظریات اور معاملات ہو بہو وہی ہیں۔کوئی شخص یہ ہرگز گمان نہ کرے کہ یہ صرف تصوراتی ،تخیلاتی اور نظری وفکری مسئلہ ہی ہے۔یہ واقعاتی اور عملاً پیش آنے والا مسئلہ نہیں ہے۔بلکہ یہ وہ مسئلہ ہے جو ہر زبان ومکان پر لاگو ہوتا دکھائی دیتا ہے۔''

حرام کو حلال بنانے والا عمل اور شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتوی:

لہٰذا علماء کرام کے اقوال واقتباسات سب سے آخر میں ہم ایک ایسے عالم دین کا فتوی ذکر کرتے ہیں جو ہمارے موجودہ دور سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ابھی چند سال قبل (۱۳ مئی ۱۹۹۹ء کو) ان کی وفات ہوئی ہے۔ہماری مراد سعودی عرب کے مشہور عالم دین مفتی عالم اسلام فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ ہیں۔شیخ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ اِلَی الْاِشْتِرَاکِیَۃِ أَوْ الشُّیُوْعِیَّۃِ أَوْ غَیْرِھُمَا مِنَ الْمَذَاھِبِ الْھَدَّامَۃِ الْمُنَاقِضَۃِ لِحُکْمِ الْاِسْلَامِ کُفَّارٌ ضُلَّالٌ أَکْفَرِ مِنَ الیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی لِاَنَّھُمْ مَلَاحِدَۃٌ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْآخِرِ ، وَلَا یَجُوْزُ أَنْ یَّجْعَلَ أَحَدٌ مِنْھُمْ خَطِیْبًا وَ اِمَامًا فِی مَسْجِدٍ مِنْ مَسَاجِدِ الْمُسْلِمِیْنَ ، وَلَا تَصِحُّ الصَّلَاۃُ خَلْفَھُمْ ، وَکُلُّ مَنْ سَاعَدَھُمْ عَلٰی ضَلَالِھِمْ وَ حَسَّنَ مَا یَدْعُوْنَ اِلَیْہِ وَذَمَّ دُعَاۃَ الْاِسْلَامِ وَلَمَزَھُمْ فَھُوَ ضَالٌّ حُکْمُہُ حُکْمُ الطَّائِفَۃِ الْمُلْحِدَۃِ الَّتِیْ صَارَ فِی رِکَابِھَا وَ أَیْدِیْھَا فِی طَلَبِھَا ، وَ قَدْ أَجْمَعَ عُلَمَاءُ الْاِسْلَامِ عَلٰی أَنَّ مَنْ ظَاھَرَ الْکُفَّارَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَ سَاعَدَھُمْ عَلَیْھِمْ بِأَیّ نَوْعٍ مِّنَ الْمُسَاعِدَۃِ فَھُوَ کَافِرٌ مِّثْلُھُمْ ، کَمَا قَالَ سُبْحَانَہُ : ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [1]

''یادرکھئے! جو لوگ عوام الناس کو اشتراکیت (سوشلزم/Socialism)، لادینیت (سیکولرازم/Secularism) یا شیوعیت (کمیونزم/Communism) کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یا ان کے علاوہ دیگر ایسے مذاہب وادیان کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں جو دین اسلام سے ٹکراتے ہیں اور اسلامی آئین وقوانین سے متصادم ہیں۔ان مذاہب وادیان کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے یہود ونصاریٰ سے بھی بڑے درجے کے کافر وگمراہ ہیں۔اس لیے کہ یہ لوگ ایسے ملحد اور بے دین ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ان جیسے کلمہ گو نام نہاد مسلمانوں میں سے کسی کو مسلمانوں کی مساجد میں خطیب اور امام رکھنا بھی جائز نہیں اور نہ ایسے ملحدوں کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔

ان کے علاوہ وہ تمام لوگ جو ان ملحدوں اور بے دینوں کی مدد ومعاونت کرتے ہیں، ان کے موقف اور نظریات کو سراہتے ہیں، قرآن وسنت کی خالص اسلامی دعوت پیش کرنے والے داعیوں اور مبلغوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔یہ لوگ بھی کافر اور گمراہ ہیں۔ان کا معاملہ بھی بالکل ویسا ہی ہے جو ان (نام نہاد کلمہ گو) بے دینوں اور ملحدوں کا ہے۔کیونکہ یہ ان کے ہم نوالہ وہم پیالہ بنے بیٹھے ہیں۔

[1] مجموع فتاوی ومقالات متنوعة للشيخ ابن باز: ١/٢٤٧

ملت اسلامیہ کے تمام جید علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے جو شخص مسلمانوں کے خلاف کافروں کی کسی بھی نوعیت اور کسی بھی انداز کی مدد و معاونت کرتا ہے وہ ان ہی کفار کی طرح کافر ہو جاتا ہے۔اللہ رب العزت نے سورۃ المائدہ کی آیت :۵۱ میں یہی بات یوں بیان فرمائی ہے:''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہِ راست نہیں دکھاتا''اسی طرح سورۃ التوبہ کی آیت:۲۳ میں ارشاد فرمایا :''اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا۔وہ پورا گنہگار ظالم ہے'' (شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

اس بات کے واضح ہو جانے اور پوری طرح کھل جانے کے بعد کہ کافروں سے دوستی حرام اور مسلمانوں سے دوستی واجب ہے ۔اسی طرح مسلمانوں کے خلاف کافروں کی کسی بھی طرح سپورٹ کرنا حرام اور کفر وارتداد والا کام ہے۔مجاہد مسلمانوں کا خون بہانا ایک حرام کو حلال بنانے والا عمل ہے۔لیڈروں، سیاستدانوں، پیشواؤں اور حکمرانوں میں سے کوئی یہ کام کرے یا لشکروں اور عام فوجیوں میں سے کوئی یہ کام کرے دونوں ہی ایک جیسے ہیں۔

ایک انتہائی اہم سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک انتہائی اہم سوال پیدا ہوتا ہے شریعت اسلامیہ کا علم رکھنے والے اکثر و پیشتر علماء موجودہ حالات میں اس کا جواب دینے میں شش و پنج کا شکار ہو جاتے اور توقف اختیار کر جاتے ہیں۔وہ سوال یہ ہے کہ:

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار تمام لوگوں کا معاملہ کیا ایک جیسا ہے؟ خواہ اس

کا تعلق بڑے بڑے عہدوں پر فائز حکمرانوں اور کمان کرنے والے افسروں سے ہو یا عام فوجیوں سے ہو۔ وہ عام فوجی محض کسی کی کمان اور ماتحتی میں اپنا جسمانی تعاون اور عملی مدد پیش کرتا ہے؟ یا کہ کافروں کی مدد کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف فوجی آپریشن کرنے اور گرفتاریاں کرنے کی بنا پر کفر اور ارتداد کا حکم صرف بڑے بڑے لیڈروں، حکمرانوں اور کمان کرنے والے افسروں پر ہی لاگو ہوگا اور عام فوجیوں اور معاونین کا حکم ان سے مختلف ہوگا؟ آئندہ صفحات میں ہم ان شاء اللہ اس اہم سوال کا جواب پیش کرتے ہیں۔

یہاں پر بعض لوگوں نے اہل علم کے چند اقوال سے ''الموالاۃ'' (دوستی) کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ان لوگوں کا کہنا ہے کہ کافروں سے موالاۃ (دوستی) کی درج ذیل دو قسمیں ہیں:

① مُوَالَاۃِ مُکَفِّرَۃ (کافر بنا دینے والی دوستی)

② مُوَالَاۃِ غَیر مُکَفِّرۃ (کافر نہ بنانے والی دوستی)

اس بارے میں مجھے علماء تفسیر میں سے صرف ایک قول ابن العربی کا ملا ہے جس کو علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے جاسوسی کرنے والے مسلمانوں کے متعلق نقل فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان کسی کافر کی جاسوسی کرے اور اس کا دل اپنے عقیدہ توحید اور مذہب اسلام پر قائم ہے تو اس طرح محض جاسوسی کرنے سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ اللہ کے فضل وکرم سے جاسوس کے مسئلہ کے بارے میں یہ تمام اقوال ہم اس موضوع پر مستقل کتاب کی صورت میں درج کریں گے (ان شاء اللہ)۔ ابن العربی اور امام قرطبی کے اقوال کا تعلق مسئلہ موالاۃ سے بالعموم نہیں ہے۔ ان کا تعلق مستقل مسئلہ ''جاسوس کا حکم'' سے ہے۔

موالاۃ کے مسئلہ میں گنجائش پیدا کرنے والوں نے امام رازی کے ایک اقتباس سے بھی دلیل حاصل کی ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں:

''جان لیجیے! جو مومن بھی کسی کافر سے دوستی کرتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت:

اگر کسی مسلمان کسی کافر سے اس کے کفر کی بناء پر دوستی کرتا ہے۔تو یہ شخص ایک ایسا کام کرتا ہے جس سے صاف طور پر قرآن وسنت میں منع کر دیا گیا ہے۔اس لیے جو شخص بھی ایسا کام کرے گا وہ گویا اس دین کی تصدیق کرنے والا اور اس کو درست قرار دینے والا ہے۔ یہ اصول اور قاعدہ ہے کہ "تَصْوِيْبُ الْكُفْرِ كُفْرٌ وَالرِّضٰى بِالْكُفْرِ كُفْرٌ" (یعنی کفر کو درست کہنا بھی کفر ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے) اس صورت میں اس کا مومن ہونے کی حیثیت پر برقرار اور باقی رہنا ناممکن (Impossible) ہے۔

دوسری صورت:

دنیا کے اندر رہتے ہوئے ایک خوبصورت معاشرے کے قیام میں صرف ظاہری طور پر ان کے ساتھ رابطہ اور وابستگی قائم کی جائے۔(اپنے دین اور مذہب کو، اپنے عقائد ونظریات کو، اپنی تہذیب وتمدن کو، اپنے اسلامی کلچر وثقافت کو، حرام وحلال اور جائز وناجائز کے فرق کو قائم اور ملحوظ رکھتے ہوئے) ایسی صورت میں باہمی میل ملاپ اور حسن معاشرت کوئی منع اور حرام نہیں ہے۔

تیسری صورت:

کافروں سے دوستی کی تیسری صورت پہلی دوصورتوں کے درمیان ہے۔وہ یہ ہے کہ اگر کافروں سے دوستی ان کی طرف مائل ہونے، ان کی مدد کرنے، ان کو سپورٹ کرنے اور ان کا تعاون کرنے کی حد تک ہو یہ جھکاؤ اور مدد بھی کسی نسبی قرابت کی وجہ سے ہو یا محبت بھرے جذبات کے سبب سے ہو لیکن عقیدے اور نظریے میں یہ بات شامل ہو کہ جس کافر سے میری دوستی ہے اس

کا دین و مذہب باطل اور غلط ہے۔

اگر اس قسم کی دوستی ہو تو اس دوستی سے بندہ کافر نہیں ہو جاتا۔ مگر یاد رکھیے کہ اس سے دوستی کرنا ویسے ممنوع، ناجائز اور حرام ہے۔ اس لیے کہ صرف اس حد تک دوستی بھی آہستہ اس مقام پر لے جائے گی کہ وہ ان کے طریقہ کار اور طرز حیات کو پسند کرنے لگ جائے اور بالآخر ان کے دین اور مذہب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ اس حد تک پہنچ گیا تو پھر یہ دوستی اس کو اسلام سے خارج کر کے کافر و مرتد بنا دے گی۔ دوستی کی یہی تو وہ صورت ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ﴾ [آل عمران=۳:۲۸]

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں ہوگا۔'' [1] (امام رازی کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام رازی کے موقف کی تین وجوہات سے تردید:

اس اقتباس سے کچھ لوگوں نے یہ مسئلہ نکالنا چاہا ہے کہ: کفر تک لے جانے والی دوستی وہ ہے جس کا تعلق رضاءِ قلب اور اعتقادِ باطن سے ہو۔ یعنی اگر کوئی شخص دل سے کسی کافر کے مذہب کو پسند کرتا ہے اور اندرون خانہ ان کافروں والا عقیدہ بھی رکھتا ہے تو پھر وہ کافر ہوگا۔ اگر کوئی شخص کافر سے دوستی کرے لیکن اس کا عقیدہ و مذہب اپنی جگہ برقرار اور باقی ہے تو کافر نہیں ہوگا۔ اس باطل اور فاسد نظریے کا ہم ان شاء اللہ درج ذیل تین وجوہات کی بنا پر ردّ ذکر کرتے ہیں۔ (وَاللّٰهُ هُوَ الْمُوَفِّقُ وَ وَلِيُّ الصَّوَابِ)

---

[1] التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی / تفسیر سورۂ آل عمران=۳:۲۸

وجہٗ اول:

اگر یہ کہا جائے کہ کافر بنانے والی دوستی کا تعلق صرف اور صرف دل کے ساتھ ہی ہے تو یہ بات دو چیزوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوگی۔حالانکہ وہ دونوں چیزیں ہی محال اور ناممکن ہیں۔

① کافروں سے دوستی کرنے والا کوئی بھی پھر اس وقت تک کافر قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک وہ اپنی زبان سے واضح طور پر کسی کافر عقیدے پر ہونے کا اعلان نہ کردے یا کسی کافر کے دین کو پسند کرنے کی وضاحت نہ کرے۔ یہ بات واضح ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں رکھنا چاہے اور مسلمان بھی کہلوانا چاہے ایسا شخص اتنی بڑی جرأت کا ارتکاب کبھی نہیں کرسکتا(کہ وہ صاف ہی کہہ دے کہ مجھے اسلام کی بجائے عیسائیت، یہودیت، یا ہندومت زیادہ پسند ہیں۔ایسی جرأت کوئی مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے ہرگز نہیں کرسکتا۔)

② اس وقت تک پھر کسی کافر سے دوستی کرنے والے مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک اس کے دل کے معاملے سے خوب مطلع نہ ہوجائیں۔اگر تو ہم اس کے دل کو پھاڑ اور چیر کر دیکھ لیں کہ واقعتاً اس کے دل میں کافروں کے دین کی محبت اور پسندیدگی نہیں تو ہم اس کو کافر کہیں گے ورنہ نہیں۔ یہ بھی ایک ناممکن چیز ہے۔ہماری جس کتاب کے چھٹے باب کی تفہیم وتشریح آپ اپنے ہاتھوں میں لیے پڑھ رہے ہیں۔اس کتاب کے دوسرے باب میں ہم نے تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور علماء کا اجماع اس بارے میں نقل کیا ہے کہ کسی بھی حکم کا تعلق ظاہری اقوال وافعال سے ہوتا ہے۔اندرونی باتوں، درپردہ حالات اور قلبی معاملات پر دین میں حکم نہیں لگایا جاسکتا۔خفیہ اعمال واقوال کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے

۔اگر کوئی شخص خفیہ اور پوشیدہ باتوں پر حکم لگانے لگ جائے گا تو وہ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرے گا۔علاوہ ازیں یاد رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا موقف ایک بہت ہی گمراہ اور باطل فرقے ''مرجیہ'' کے ساتھ موافقت کر جائے گا۔کیونکہ ان کا بھی یہی نظریہ وعقیدہ ہے کہ ''فقط ظاہری اعمال سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔کافر اس وقت ہوتا ہے جب دل سے وہ کفر کو پسند کرے اور کفر کا عقیدہ رکھے۔''

وجہ ثانی:

امام رازی نے اپنی گزشتہ گفتگو میں جو موقف اختیار کیا ہے۔اس پر قرآن مجید سنت رسول ﷺ اور اجماع امت سے کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی۔یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہر وہ بات جس کے پیچھے کسی صحیح اور شرعی دلیل کی سپورٹ نہ ہو وہ بات بیکار اور فضول ہوتی ہے۔خاص طور پر کفر اور ایمان کے مسائل میں تو بغیر دلیل کے کوئی بات کہی ہی نہیں جا سکتی۔

اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ امام رازی کے موقف کے خلاف ہم نے گزشتہ ساری گفتگو میں قرآن مجید کی بہت زیاد آیات بیان کی ہیں۔پھر ان آیات کے تحت وہ تفسیری اقتباسات بھی بیان کیے ہیں جو مستند مفسرین نے اپنی اپنی تفسیری کاوشوں میں درج کیے ہیں۔

وجۂ ثالث:

امام رازی نے جو کچھ بیان کیا ہے۔اس میں انھوں نے تمام اہل علم اور اجماع امت کی مخالفت کی ہے جو اجماع امت ہم نے گزشتہ گفتگو میں علماء، فقہاء، محدثین اور مفسرین سے نقل فرمایا ہے۔اس کی واضح مثال وہ ہے جو ہم نے شَیۡخُ الۡمُفَسِّرِیۡن امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے

تفسیری اقتباس کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ یہ اقتباس باترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ تاہم بطور دہرائی (Revision) کے نقل کیے دیتے ہیں۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَايَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۝ ﴾

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت میں نہیں۔ مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔''

(امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)

''اس آیت کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ بناؤ وہ اس طرح کہ ان کے دین ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ۔ مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہو جاؤ اور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور درپردہ معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ۔ جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾ یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا

ہے۔'' [1] (امام طبری رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

آپ ذرا امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں کہ ''وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔''

مذکورہ بالا الفاظ صاف طور پر امام رازی کے اقتباسات سے ٹکرا رہے ہیں۔ یہ بات دین میں سوجھ بوجھ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ جب امام ابن جریر طبری اور امام رازی کا موقف ایک دوسرے کے مخالف ہو تو ترجیح اور برتری (preference) امام طبری کے موقف کو ہی حاصل ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام طبری رحمہ اللہ شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن اور جید ائمہ تفسیر میں سے ہیں۔ ان کے شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن اور جید ائمہ تفسیر میں سے ہونے کے بارے مسلمانوں میں دو آراء نہیں ہیں۔ جبکہ امام رازی کے بارے بہت زیادہ اہل علم نے ان کے دین کے معاملہ میں طرح طرح کی باتیں کی ہیں۔

امام رازی کے کلام اور اقتباس کو قبول کرنے کے بارے یہ صورت حال اس وقت ہوگی جب کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے میں یا کسی حدیث کا معنی و مفہوم بیان کرے میں امام رازی اکیلے ہوں اور ان کے مقابلے میں کوئی اختلاف کرنے والا بھی ہو۔ اس وقت واقعتاً ان کے کلام کو قبول کرنے میں بہت زیادہ سوچ بچار کی ضرورت ہوگی۔ اس کی مین (Main) وجہ یہ ہے کہ انھوں نے بہت زیادہ معاملات اور مسائل میں علماء عظام اور مفسرین کرام سے اختلاف کیا ہے اور تفرد اختیار کیا ہے۔ جو شخص اس بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہے اور تصدیق کرنا چاہتا ہے وہ ان کی جمع کردہ اور ترتیب شدہ قرآن مجید کی تفسیر کا مطالعہ کر لے۔ اس تفسیر میں ایک مطالعہ کرنے والے

---

[1] تفسیر الطبری:٦/٣١٣، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی:٤/٥٧

شخص کو بہت زیادہ ایسے مسائل ملیں گے جن میں امام رازی نے ''اہل سنت کے ہاں متفقہ بہت زیادہ مسائل میں اختلاف ظاہر کیا ہے۔خاص طور پر عقیدے کے مسائل میں تو انہوں نے اہل سنت سے حد درجہ اختلاف کیا ہے۔ان میں سے بعض بڑے بڑے مسائل ہیں اور بعض معمولی نوعیت کے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے امام رازی کا کہیں بھی کوئی اقتباس درج کیا ہے تو اس سے پہلے ایسے علماء کا کلام ضرور درج کیا ہے جن کے بارے میں امت میں اتفاق ہے کہ وہ اپنے اپنے فن اور فیلڈ میں (Field) کے امام ہیں۔امام رازی کا قول اور اقتباس ہم صرف ان کا مذہب واضح کرنے کے لیے بیان کرتے ہیں،بطور خاص معتزلہ کے مذہب کی مثال دینے کے لیے۔

بہر حال امام طبری رحمہ اللہ نے جو مؤقف اور نظریہ بیان کیا ہے،اپنے اس مؤقف میں وہ تنہا و یکتا نہیں ہیں۔ بلکہ بہت زیادہ ائمہ کرام اور علماء عظام سے بھی یہی موقف منقول ہے۔اگر یہاں طوالت کلام کا خوف لاحق نہ ہوتا تو ہم ان کو دہراتے ہوئے ضرور بیان کر دیتے۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ درحقیقت امام رازی نے بہت زیادہ دلائل کی مخالفت کی ہے ۔جن دلائل پر اہل علم کا اتفاق و اجماع ہے ۔مزید براں انہوں نے اپنے موقف پر کوئی قابل اعتبار اور قابل اعتماد دلیلیں بھی پیش نہیں کی۔

جو موضوع ہم نے اس شخص کے بارے علماء کے اقوال و اقتباسات کے حوالے سے مختص کیا تھا،وہ یہاں ختم ہوا چاہتا ہے۔یعنی اس شخص کے بارے جو مسلمانوں کے خلاف کافروں سے دوستی قائم کرتا ہے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے،اپنی تحریر سے،اپنے وسائل اور ذرائع سے وہ کافروں کی مدد و معاونت کرتا ہے۔

❀❀❀❀❀

باب:6

مسلمان ایک دوسرے کی مدد و معاونت میں ایک قوت، ایک طاقت اور ایک ملت ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں درباری اور سرکاری اصحاب جبہ و دستار کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، دین اسلام کے مسائل کو آپس میں گڈ مڈ کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وقت کے حاکموں کی تجاویز وآراء، پروگرامز اور پروجیکٹس (programs & projects) کو تحفظ اور سند جواز فراہم کرتے ہیں۔



مسلمانوں سے جنگ کرنے والے گروہ کا معاملہ ایک جیسا ہے

قرآن مجید کی آیات بیّنات سے استدلال:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز، قرآن مجید میں فرعون، اس کے سرکردہ وزیروں اور عام فوجیوں کے لیے ایک جیسا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

1......﴿اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِئِيۡنَ۝﴾ [القصص=۲۸:۸]

''بلاشبہ فرعون، ہامان اور ان دونوں کی فوجیں (سب کے سب) خطاکار (اور جرم دار) تھے۔

2......﴿وَ نُرِيَ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَ جُنُوۡدَهُمَا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَحۡذَرُوۡنَ۝﴾

''اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں (یعنی عام فوجیوں) کو ہم وہ (مرحلہ اور منظر) دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے تھے۔'' [القصص=۲۸:۸]

3......ایک مقام پر اللہ رب العزت نے فرعون اور اس کے فوجیوں اور سپاہیوں کی ایک جیسی سزاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاَخَذۡنٰهُ وَ جُنُوۡدَهٗ فَنَبَذۡنٰهُمۡ فِي الۡيَمِّ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيۡنَ۝﴾

''بالآخر ہم نے (فرعون) کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا۔ اب دیکھ لیں گنہگاروں کا انجام کیا ہوا۔'' [القصص=۲۸:۴۰]

4......اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ۝﴾

''اور ہم نے انہیں ایسے امام بنا دیا کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں اور آخرت کے دن بالکل مدد نہ کیے جائیں گے۔'' [القصص=٢٨:٤١]

5......ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۝﴾ [المومن/غافر=٤٠:٤٦]

''وہ عذاب ایک آگ ہے جس کے سامنے یہ تمام (فرعونی) ہر صبح وشام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (ان کے لیے ہماری طرف سے آرڈر جاری ہوگا کہ)فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔''

دنیوی، برزخی اوراخروی سزا میں یکسانیت:

سابقہ الذکر پانچ آیات سے واضح ہو رہا ہے کہ فرعون کے زمانہ میں اس کے پیروکاروں ،جیالوں اور حامیوں کا وہی حشر ہوا جو ان کے قائدین، حکام اور لیڈروں کا ہوا۔ اللہ رب العزت نے دونوں قسم کے لوگوں کو گناہ اور سزا میں برابر کا حصہ دار قرار دیا۔ سب لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ كَانُوْا خٰطِئِيْنَ۝﴾ [القصص=٢٨:٨]

''وہ سب کے سب خطا کار اور مجرم تھے۔''

❁ اسی طرح ان کو دنیوی سزا کے اندر بھی برابر کا حصہ دار ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ﴾ [القصص=٢٨:٤٠]

''بالآخر ہم نے فرعون کو اس کے تمام لاؤلشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔''

❁ عذاب قبر کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی ان کو برابر ٹھہرایا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلنَّارُ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا﴾ [المؤمن/الغافر=٤٠:٤٦]

”(فرعون اور اس کے تمام پیروکار اور جیالے) صبح وشام آگ پر لائے جاتے ہیں“

❁ یوم آخرت اور یوم حساب کی سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی دونوں کے لیے ایک ہی طرح کی سزا تجویز فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ یَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ۝﴾

[المومن/غافر=٤٠:٤٦]

”اور جس دن قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آرڈر جاری ہوگا کہ تمام فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔“

اسی طرح دوسری جگہ قیامت کے دن کی سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ لَا یُنۡصَرُوۡنَ ۝﴾ [القصص=٢٨:٤١]

”قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔“

❁ اللہ رب العزت نے دونوں قسم کے لوگوں اور طبقوں (یعنی لیڈروں اور عام پیروکاروں) کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

﴿وَ جَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّةً یَّدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ﴾ [القصص=٢٨:٤١]

”ہم نے ان کو ایسے پیشوا بنا دیا کہ جو لوگوں کو جہنم کی آگ کی طرف دعوت دیتے تھے۔“

حالانکہ اللہ رب العزت نے پیروکاروں اور کارکنوں کے بارے میں صرف یہ کہا ہے کہ وہ ان کا لاؤ لشکر ہیں۔یعنی وہ لیڈر اور پیشوا نہیں تھے۔بلکہ ماتحتی میں کام کرنے والے پیروکار تھے

۔لیکن جس گناہ اور سزا کے بڑے بڑے لیڈر اور حکام حقدار ٹھہرے اسی گناہ اور سزا کے حقدار عام پیروکار اور کارکن بھی ٹھہرے ۔اس لیے کہ وہ پیروکار اور فوجی اپنے بڑے لیڈر اور چیف کے جرم میں برابر کے شریک تھے ۔کوئی لیڈر، پیشوا، آمر اور ڈکٹیٹر اس وقت تک جرم اور گناہ کرنے پر طاقت نہیں رکھتا جب تک اس کو ایسا جتھہ اور لشکر میسر نہ آئے جو اس کی ماتحتی میں اس کی بات مانتا ہو اور اس کے پروگرام اور روڈ میپ (Road map) کو لاگو کرتا ہو۔ہم نے جو بات عرض کی ہے بھلا کوئی عقل ودانش والا ایسا شخص ہوگا جو اس کا انکار کر سکے؟ بلکہ ایک عام شخص بھی جو معمولی سوجھ بوجھ کا مالک ہو وہ بھی اس بارے میں ہم سے اختلاف نہیں کر سکے گا (ان شاء اللہ) بلکہ یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ جس کے بارے میں عربی زبان کا ایک جملہ عام کہا جا سکتا ہے۔

" لَا يَنْتَطِحُ فِيْهِ عَنزَانِ "

(اس بارے تو دو بکریاں بھی ایک دوسرے سے سینگ نہیں ٹکرا سکتیں)

ساری انسانی تاریخ پر ایک طائرانہ اور سرسری نگاہ دوڑائی جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ ہر زمان ومکان میں سرکش اور باغی لشکروں کا یہ طرز عمل رہا ہے ۔اسی بناء پر تو کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے؟

" لَا يَسْتَطِيْعُ فَرْدٌ وَاحِدٌ أَنْ يُذِلَّ أُمَّةً بِأَسْرِهَا "

''فرد واحد کبھی ساری کی ساری امت کو ذلت ورسوائی کے گڑھے میں نہیں ڈال سکتا اس کو امت کے دیگر افراد کا ساتھ ضرور حاصل ہوتا ہے۔)

اصل ذمہ دار اور اس کا معاون سزا میں برابر:

اس بناء پر علماء کرام اور ائمہ عظام نے اپنی اپنی تالیفات وتصنیفات میں ایسی قوم کے معاملہ کو ڈسکس (Discuss) کیا ہے جس معاملہ میں بہت زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں ۔بعض اس

معاملہ میں اصل ذمہ داران اور ایکٹو پارٹنرز (Active partners) ہوتے ہیں۔جبکہ بعض فقط معاون، مددگار اور کارکنان ہوتے ہیں۔

عربی زبان میں ایسے معاملے میں اصل ذمہ دار کو"المباشر" کہا جاتا ہے اور محض مددگار اور معاون کو"الردء" کہا جاتا ہے۔علماء کرام نے اس مسئلہ" کیا دونوں قسم کے افراد نفع ونقصان میں ،ثواب وعذاب میں اور جزاء اور سزا میں برابر ہوں گے۔"پر واضح رہنمائی فرمائی ہے۔

اس بارے میں جو راجح اور واضح موقف ہے وہ یہی ہے کہ جب کسی قوم میں بعض لوگ بعض لوگوں کی مدد ومعاونت کرتے ہیں وہ ایک ہی گروہ شمار کیا جاتا ہے۔ان کا معاملہ بالکل برابر ہوگا۔چاہے کوئی اصل ذمہ دار ہو یا اس کا معاون ومددگار۔

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا عمل اسی موقف کی تصدیق وتائید کرتا ہے بلکہ اگر گہرائی (Deeply) میں جا کر دیکھا جائے تو معاملہ اس سے کہیں آگے معلوم ہوتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کسی قوم کا کوئی طے کیا ہوا معاہدہ ہوتا ہے۔اس کو کچھ لوگ (یعنی بڑے بڑے لیڈر اور ذمہ داران(توڑ ڈالتے اور بعض لوگ محض خاموش تماشائی بنے رہتے۔ان خاموش تماشائیوں کی خاموشی ان کی طرف سے رضا اور اقرار پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہوتی۔سید الاوّلین والآخرین ،امام الانبیاء والمرسلین،امیر الجہاد والمجاہدین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قسم کے افراد کے ساتھ ایک جیسا ہی معاملہ کرتے۔حالانکہ معاہدہ توڑنے والے چند بددیانت، خائن، سرکش اور باغی ہوتے۔ان کی بنا پر ہی"نقض عہد" کی سزا تمام کو ملتی۔قوم کے باقی افراد کی خاموشی ان کو سزا میں شامل کر دیتی۔ [1]

آئندہ آنے والی گفتگو میں ہم ان شاء اللہ اس مسئلہ کو اور زیادہ وضاحت سے پیش خدمت

---

[1] جرم کرنے والا ایک ہو مگر باقی افراد کی تائید اس کو حاصل ہو تو عذاب میں سب شریک ہوتے ہیں اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قوم ثمود کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بیان فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کریں گے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مدلل و مفصل وضاحت:

مجدد ملت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَاِذَا کَانَ الْمُحَارِبُوْنَ الْحَرَامِیَّةُ جَمَاعَةٌ ، فَالْوَاحِدُ مِنْهُمْ بَاشَرَ الْقَتْلَ ، وَالْبَاقُوْنَ لَهُ أَعْوَانٌ وَ رِدْءٌ لَهُ ، فَقَدْ قِیْلَ: اِنَّهُ یُقْتَلُ الْمُبَاشِرُ فَقَط ، وَالْجَمْهُوْرُ عَلٰی أَنَّ الْجَمِیْعَ یُقْتَلُوْنَ ، وَلَوْ کَانُوْا مِائَةً ، وَ أَنَّ الرِّدءَ وَالْمُبَاشِرَ سَوَاءٌ ، وَهٰذَا هُوَ الْمَاثُوْرُ عَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّشِدِیْنَ ، فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ رَبِیْئَةَ الْمُحَارِبِیْنَ ، وَالرَّبِیْئَةُ هُوَالنَّاظِرُ الَّذِیْ یَجْلِسُ عَلٰی مَکَانٍ عَالٍ ، یَنْظُرُ مِنْهُ لَهُمْ مَنْ یَّجِیْءُ ، وَلِأَنَّ الْمُبَاشِرَ اِنَّمَا تَمَکَّنَ مِنْ قَتْلِهٖ بِقُوَّةِ الرِّدءِ وَ مَعُوْنَتِهٖ ، وَالطَّائِفَةُ اِذَا انْتَصَرَ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ حَتّٰی صَارُوْا مُمْتَنِعِیْنَ فَهُمْ مُشْتَرِکُونَ فِی الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ

﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ۝﴾ [القمر=٥٤:٢٩-٣١]

''انہوں نے اپنے ساتھی (قدار بن سالف) کو آواز دی جس نے وار کیا اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ پس کیونکر ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ ہم نے ان پر ایک چیخ بھیجی پھر وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی روندی ہوئی باڑ۔''

اسی طرح تیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا۝﴾ [الشمس=٩١:١١-١٤]

''(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا۔ جب ان میں ان کا بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔ انہیں اللہ کے رسول (جناب صالح علیہ السلام نے فرمادیا تھا۔ کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو)۔ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی۔ پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا۔'' مذکورہ بالا دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنے والا ایک شخص تھا۔ مگر باقی افراد کا اس کو تعاون، تائید اور ہلاشیری حاصل تھی۔ اس وجہ سے وہ سب کا برابر جرم سمجھا گیا اور سب پر ہی عذاب نازل ہوا۔

كَالْمُجَاهِدِيْنَ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ............)).

يَعْنِي أَنَّ الْجَيْشَ إِذَا مِنْهُ سَرِيَّةٌ فَغَنِمَتْ مَالًا فَإِنَّ الْجَيْشَ يُشَارِكُهَا فِيْمَا غَنِمْتُ ، لِأَنَّهَا بِظَهْرِهٖ وَ قُوَّتِهٖ تَمَكَّنَتُ لٰكِنْ تُنُفِّلَ عَنْهُ نَفْلًا ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَ أَنْصَارُهَا مِنْهَا فِيْمَا لَهُمْ وَ عَلَيْهِمْ۔" ❶

''جب اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والے (مُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ) اور کسی شخص کو ناجائز قتل کرنے والے افراد ایک پوری جماعت اور گروہ کی شکل میں ہوں اور ایک ان میں سے اصل ذمہ دار، سرکردہ اور سرغنہ ہو۔ باقی افراد اس کے معاون، مددگار اور چیلے چمچے ہوں۔ تو اس بارے میں ایک قلیل اور شاذ قسم کی رائے یہ ہے کہ صرف بڑے سرغنہ کو ہی بدلے میں قتل کیا جائے گا اور اس کے معاونین اور حامیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ جبکہ علماء اسلام، فقہاء عظام اور محدثین کرام میں سے اکثر وپیشتر کا فتوی یہی ہے کہ وہ (سرغنہ لیڈر اور اس کے معاونین) سب کے سب قتل کر دیے جائیں گے، اگر چہ ایک قتل میں سو افراد شریک ہوں۔ اس لیے کہ سرکردہ لیڈر و قائد اور اس کے حامی و مددگار اس بارے میں ایک دوسرے کے ساتھ جرم میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ خلفائے راشدین سے بھی یہی موقف منقول ہے۔ خلیفہ ثانی، مرادِ رسول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے محاربین (ڈاکوؤں اور لٹیروں) میں شامل اس شخص کو بھی قتل کروایا تھا جو کسی اونچی جگہ بیٹھ کر فقط قتل و غارت کرنے والے گروہ کو معلومات فراہم کر رہا تھا۔ اور ان کے لیے ریکی (جاسوسی) کر رہا تھا۔

❶ مجموع الفتاوی:۲۸......./۳۱۱،۳۱۲،۳۱۸

"رَبِيْئَةَ" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی بلند ٹیلے اور مقام پر بیٹھ جاتا ہے اور وہاں سے وہ تمام حالات وواقعات اور اپنے ہدف کے بارے میں معلومات جمع کرتا ہے اور اپنے گینگ کے افراد کو بدستور پہنچاتا ہے۔تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی منصوبہ بندی کرسکیں۔کوئی بھی ڈاکو اور قاتل اپنے دشمن کو قتل کرنے کی قدرت اس وقت پاتا ہے جب اس کو اپنے کسی ماتحت اور جیالے کی مدد ومعاونت حاصل ہو۔

لہٰذا یاد رکھیے! یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب بعض لوگ بعض کا تعاون کریں اور سپورٹ فراہم کریں۔پھر اس تعاون اور سپورٹ کے نتیجے میں وہ ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قوت والی جماعت اور گروہ بن جائیں۔پھر وہ جو بھی اچھا یا برا کام سرانجام دیں گے تو اس کے ثواب وعذاب اور نفع ونقصان میں سب کے سب شریک اور پارٹنر ہوں گے اور ایک اچھے کام کو سرانجام دینے کی بات کو مجاہدین کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاءُ هُمْ : يَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ وَ يُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ ۔ يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلٰى مُضْعِفِهِمْ وَ مُتَسَرِّيهِمْ عَلٰى قَاعِدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ ، وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ ۔)) [1]

① اہل اسلام کے خون برابر ہیں: یعنی سزا میں کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا ۔قانونِ اسلام کی نظر میں سب مجرم برابر ہیں۔

---

[1] صحیح ابی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی السرية ترد على أهل العسكر ، الحديث: ٢٣٩٠ و کتاب الديات: باب أيقاد المسلم بالكافر ،الحديث: ٣٧٩٧ ۔صحیح سنن النسائی= کتاب القسامة: باب القود بين الاحرار والمماليك فى النفس ، الحديث: ٤٤١٢ ۔٤٤١٣ وباب سقوط القود من المسلم للكافر، الحديث: ٤٤٢١،٣٣٢٠ ۔صحیح ابن ماجة= کتاب الديات: باب المسلمون تتكافأ دماء هم ، الحديث: ٢١٧٢ ۔٢١٧٤ ، مسند احمد ٢١٥،٢١١،١٩٢،١٨٠/٢،١٢٢،١١٩/١:

④ معمولی مسلمان بھی کسی کافر کو امن فراہم کرسکتا ہے۔اور اس معمولی مسلمان کے معاہدۂ امن کو پورا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

③ اسی طرح کسی دور دراز علاقے میں رہنے والا مسلمان بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے ۔اگر چہ اس سے قریب والا شخص بھی موجود ہو۔

④ اپنے مخالفین کے مقابلے میں مسلمان یکمشت اور متحد ہوتے ہیں۔

⑤ جس شخص کی سواریاں طاقتور اور تیز رفتار ہوں وہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے کر چلے جس کی سواریاں کمزور اور سست رفتار ہوں۔

⑥ اسی طرح اگر کسی بڑے لشکر میں سے ایک گروہ الگ کر کے کسی کاروائی پر بھیجا جائے۔اس گروہ میں شامل ہر شخص اپنے دشمن کے علاقہ سے جو بھی مال غنیمت حاصل کرے اس مال غنیمت میں سے اس شخص کو بھی ضرور حصہ دے جو پیچھے لشکر میں بیٹھا رہا ہے۔اگر چہ وہ اس کاروائی میں شامل نہیں ہوا۔جس سے یہ مال غنیمت حاصل ہوا ہے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اگر مجاہدین اسلام کا ایک بڑا لشکر کسی بڑی کاروائی کے لیے جارہا ہے۔پھر اس بڑے لشکر میں سے ایک چھوٹا سا جہادی قافلہ الگ کر کے کسی معمولی کاروائی کے لیے روانہ کیا جاتا ہے۔اس کاروائی کے نتیجہ میں وہ چھوٹا قافلہ جو بھی مال غنیمت حاصل کرے۔اس مال غنیمت میں وہ پیچھے بیٹھے ہوئے بڑے لشکر کے افراد بھی برابر کے حصہ دار اور پارٹنر ہوں گے۔اس لیے کہ اس چھوٹے قافلے والوں کو بہر حال بڑے قافلوں والوں کے بارے میں یہ تصور اور سہارا تو تھا کہ وہ لوگ ہماری پشت پر موجود ہیں ۔ہماری کمر خالی نہیں ہے۔اگر ہمیں کسی ناگفتہ بہ صورت حال کا سامنا ہوا بھی تو وہ ہماری پشت (Back) پر موجود ہیں۔لہٰذا ان کی فتح وکامیابی میں ان بڑے لشکروں والوں کا بھی

عمل دخل تھا۔اس وجہ سے ان کو بھی برابر حصہ ملے گا۔یا! صرف اتنی بات ہے کہ امیر لشکر اس چھوٹے قافلے والوں کو حوصلہ افزائی کرتے ہوئے بطور انعام کے کچھ زائد مال غنیمت دے سکتا ہے۔سیدنا حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبعَ فِي الْبَدْأَةِ وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ)) ❶

''میں نے بعض غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال اور جہاد سے واپسی پر تہائی مال کا انعام دیا کرتے تھے۔'' ❷

---

❶ صحیح ابوداؤد=کتاب الجهاد، باب فیمن قال النفل، الحدیث:۲۳۷۹، ۲۳۸۸، صحیح ابن ماجة=کتاب الجهاد:باب النفل، الحدیث:۲۳۰۲

❷ جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال اور واپسی پر تہائی مال کے انعام کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑا قافلہ لے کر کسی بڑی کاروائی کے لیے جا رہے ہوتے۔مگر اس بڑی کاروائی سے پہلے ہی جاتے جاتے کوئی چھوٹی موٹی کاروائی کرنے کی ضرورت پڑ جاتی۔تو اس چھوٹی کاروائی کے لیے چھوٹا لشکر بڑے لشکر سے الگ روانہ کیا جاتا، فتح کے بعد وہ جو مال غنیمت حاصل کرتا، وہ مال غنیمت تمام لشکر میں برابر تقسیم ہوتا۔مگر کل مال غنیمت کا خمس (۱/۵) نکال کر باقی مال غنیمت کا چوتھا حصہ (۱/۴) صرف ان لوگوں کو بطور انعام کے دے دیا جاتا جو اس چھوٹی کاروائی میں شامل ہوئے۔

اسی طرح اگر کوئی بڑا لشکر کسی بڑی کاروائی سے فارغ ہو کر واپس آ رہا ہوتا۔واپس آتے آتے راستہ میں کوئی کاروائی کرنے کی ضرورت پڑ جاتی تو اس کے لیے بھی اس بڑے لشکر میں سے ایک چھوٹا لشکر الگ کر دیا جاتا۔وہ چھوٹا قافلہ فتح و کامرانی کی صورت میں جو مال غنیمت بھی اس کاروائی کے نتیجے میں حاصل کرتا۔تمام لشکر والے اس میں برابر شریک ہوتے۔مگر اس کل مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (۱/۵) نکال کر پھر تہائی حصہ اس چھوٹے قافلہ والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں دے دیا جاتا۔اس مسئلہ سے اسلام کے انصاف پسند مزاج کی بہت بڑی دلیل سامنے آ رہی ہے کہ جاتے وقت کاروائی کرنے والوں کو خمس نکال کر چوتھا حصہ دیا جاتا، واپس آتے وقت کاروائی کرنے والوں کو خمس نکال کر باقی مال غنیمت کا تیسرا حصہ دیا جاتا۔آخر اس چوتھائی اور تہائی حصے کے فرق کی وجہ کیا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ ایک تہائی حصہ ایک چوتھائی حصہ سے بڑا ہوتا ہے۔کسی بڑی کاروائی کے لیے جاتے ہوئے کاروائی کرنا آسان ہوتا ہے۔کیونکہ اس وقت اسلام کے سپاہی اور مجاہد تازہ دم ہوتے ہیں۔جبکہ کسی بڑی کاروائی سے واپس آتے ہوئے کاروائی کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس وقت اسلام کے فوجیوں اور غازیوں کو تھکے ماندے دوبارہ کاروائی کرنی پڑتی۔لہٰذا اگر دونوں قسم کے غازیوں اور مجاہدوں کو برابر حصہ دے دیا جاتا تو یہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہوتا۔واپسی پر کاروائی کرنے والوں کے ساتھ خواہ معمولی سہی بہر حال زیادتی ہوتی۔

اس اصول سے وہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام نے عورت کے لیے مرد کے مقابلہ میں مال وراثت میں نصف حصہ کیوں مقرر کیا ہے؟ بعض فتنہ پرور اور فتنہ پرداز عناصر، نئی روشنی کی پیداوار اور مغرب کی تہذیب کی یلغار سے...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی اس گفتگو کے آخر میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ کسی بھی مضبوط و مستحکم گروہ کے معاون، مددگار اور عام فوجی بھی اس گروہ کے ساتھ شامل سمجھے جاتے ہیں۔ جو نفع ونقصان اور جزا وسزا اس گروہ میں بڑے بڑے لیڈروں کو حاصل ہوگی وہی اس گروہ کے عام کارکنان اور ورکرز (workers) کو بھی حاصل ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ کی وضاحت:

علامہ ابن قدامہ المقدسی فرماتے ہیں:

"وَ حُكْمُ الرِّدْءِ مِنَ الْقُطَّاعِ حُكْمُ الْمُبَاشِرِ ، وَ بِهٰذَا قَالَ مَالِكٌ وَ اَبُوحَنِيْفَةَ ، وَ قَالَ الشَّافِعِيُّ : "لَيْسَ عَلَى الرِّدْءِ اِلَّا التَّعْزِيْرُ ، لِأَنَّ الحَدَّ يَجِبُ بِارْتِكَابِ المَعْصِيَةِ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِالْمُعِيْنِ كَسَائِرِ الْحُدُودِ" وَلَنَا: أَنَّهُ حُكْمٌ يَتَعَلَّقُ بِالْمُحَارَبَةِ ، فَاسْتَوٰى فِيْهِ الرِّدْءِ وَالْمُبَاشِرُ كَاسْتِحْقَاقِ الْغَنِيْمَةِ ، وَذَالِكَ لِأَنَّ الْمُحَارَبَةَ مُبْنِيَةٌ عَلٰى حُصُوْلِ المَنَعَةِ وَالْمُعَاضَدَةِ وَالْمُنَاصَرَةِ ، فَلَا يَتَمَكَّنُ الْمُبَاشِرُ مِنْ فِعْلِهِ اِلَّا بِقُوَّةِ الرِّدْءِ بِخِلَافِ

متأثر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ عورت (صنف نازک) پر ظلم ہے، اسلام نے عورت کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔ یہ سراسر جھوٹ اور دین اسلام سے عدم واقفیت کی علامت ہے۔ اسلام نے وراثت میں عورت کے لیے مرد سے نصف حصہ اس لیے مقرر کیا کہ جو مالی ذمہ داریاں اور اہل خانہ کی کفالت کے امور وفرائض مردوں پر لاگو ہوتے ہیں عورت پر لاگو نہیں ہوتے۔ لہٰذا اگر وراثت میں عورت کا مرد سے نصف حصہ مقرر کیا گیا ہے تو یہ بھی اسلام کے مبنی بر انصاف مزاج کے عین مطابق ہے۔ اگر دونوں حصے برابر رکھ دیے جاتے تو یہ بہر حال مردوں پر ظلم ہوتا۔ مگر چونکہ مرد بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور عورتیں بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ دونوں کی بشری ضروریات اور جبلی تقاضوں کو اللہ تعالیٰ سب سے بہت جانتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری مجموعہ قوانین ''دین اسلام'' میں بنی نوع انسان کے لیے مبنی بر انصاف قوانین نازل فرمائے ہیں۔ جو لوگ اندھا دھند یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت اور مرد کو بالکل برابر حقوق دیے ہیں وہ لوگ یہ بات کہتے ہوئے نہ جانے کیوں بھول جاتے ہیں کہ وراثت میں عورت کے لیے مرد سے نصف حصہ مقرر کرنا بھی اسلام ہی کا قانون ہے۔

الغرض کسی بڑی جہادی کاروائی کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں کوئی چھوٹی کاروائی کرنے والوں کو چھوتھائی حصہ دینا اور واپس آتے ہوئے راستہ میں کسی چھوٹی کاروائی میں حصہ لینے والوں کو تہائی حصہ دینا عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ بلکہ دین اسلام نے جس جس کو جو حصہ اور حق دیا ہے اور جہاں جہاں رکھا ہے وہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے مطابق بالکل درست اور صحیح مقام پر رکھا ہے۔

سَائِرِ الْحُدُوْدِ ۔ فَعَلٰی هٰذَا اِذَا قَتَلَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ ثَبَتَ حُكْمُ الْقَتْلِ فِيْ حَقِّ جَمِيْعِهِمْ وَ اِنْ قَتَلَ بَعْضُهُمْ وَ أَخَذَ بَعْضُهُمُ الْمَالَ جَازَ قَتْلُهُمْ وَ صُلْبُهُمْ كَمَا لَوْ فَعَلَ الْأَمْرَيْنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ" [1]

''ڈاکوؤں اور لٹیروں میں جو حکم اور سزا کارروائی کرنے والے اصل افراد کی ہوگی وہی حکم اور سزا ان کو تعاون پیش کرنے والوں کی ہوگی ۔امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے ۔امام شافعی رحمہ اللہ کا اس بارے موقف ذرا مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں: تعاون پیش کرنے والے کو وہ ''حد'' نہیں لگے گی جو اصل ڈاکو اور لٹیرے کی ہے۔ بلکہ تعاون پیش کرنے والے کو کچھ تعزیر (یعنی مناسب سزا) ہوگی ۔اس لیے کہ اصل حد صرف کسی جرم کا ارتکاب کرنے والے پر ہی لگتی ہے۔کسی تعاون کرنے والے کو اصل ''حد'' نہیں بلکہ کوئی مناسب سزا ہی دی جاسکتی ہے۔جس طرح تمام حدود کا معاملہ ہے۔

اس بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ ڈکیتی والا معاملہ ''محاربہ'' سے تعلق رکھتا ہے۔اس میں اصل مجرم اور معاون بالکل برابر ہیں ۔جس طرح مال غنیمت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اصل ذمہ دار اور معاون مال غنیمت میں برابر حصہ دار ہوتے ہیں ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ محاربہ (لوٹ مار کی کارروائی) میں قوت وطاقت، رعب و دبدبہ کا ہونا لازمی امر ہے ۔یہ چیزیں بغیر ایک دوسرے کی مدد ومعاونت کے ممکن ہی نہیں ۔جب تک کارروائی کرنے والے اصل ذمہ دار کو کسی معاون کا تعاون میسر نہیں آئے گا وہ اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنا ہی نہیں سکتا۔لہٰذا ہم اس معاملہ کو حدود والے معاملے پر قیاس نہیں کرسکتے ۔یہی

[1] المغنی:۸/۲۹۷ ، کتاب الحدود ، طبعة عالم الکتب

وجہ ہے کہ جب کسی شخص کو ڈاکوؤں میں سے صرف ایک آدمی ہی قتل کر ڈالے سزا میں تمام ڈاکو شامل کیے جائیں گے۔ اگر بعض قتل کرنے والے اور بعض مال لوٹنے والے ہوں تو ان سب کو قتل اور سولی کی سزا میں برابر سمجھا جائے گا۔ بالکل ایسے جیسے ڈکیتی کی کاروائی میں ہر شخص ہی قتل کرتا اور مال لوٹتا تو ان کو سزا میں برابر سمجھا جاتا۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

سعودی عرب میں فتوٰی صادر کرنے والی کمیٹی کا فتوٰی:

جب کوئی شخص کسی گروہ کی طرف منسوب ہوتا ہو اور اس کا مددگار ہو تو آیا اس کا حکم وہی ہوگا جو باقی گروہ کا حکم ہوگا؟ اس متعلق سے موجودہ دور کے علماء کے فتاوٰی میں وہ فتوٰی بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے جو مملکت سعودیہ کی مستقل کمیٹی "لُجنَةُ الدَّائِمَةُ لِلبُحُوثِ العِلمِيَّة وَالِافتَاء" نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جاری کیا ہے۔ سوال کچھ یوں ہے: اہل تشیع کے اثنا عشری رافضیوں میں سے جو عوام الناس ہیں۔ علماء و قائدین نہیں ان کا کیا معاملہ اور حکم ہے؟ علاوہ ازیں کوئی بھی فرقہ اور گروہ جو ملت اسلامیہ سے خارج ہے، اس کے علماء اور عوام الناس میں کفر و فسق کے اعتبار سے کوئی فرق ہوگا کہ نہیں؟ افتاء کمیٹی نے اس سوال کا درج ذیل جواب ارشاد فرمایا:

" اَلحَمدُ لِلّٰهِ وَحدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَ آلِهٖ وَ صَحبِهٖ وَ بَعدُ : مَن شَايَعَ مِنَ العَوَامِ اِمَامًا مِن أَئِمَّةِ الكُفرِ وَالضَّلَالِ وَانتَصَرَ لِسَادَتِهِم وَكُبَرَاءِ هِم بَغيًا وَ عَدوًا حُكِمَ لَهُ بِحُكمِهِم كُفرًا وَ فِسقًا : قَالَ تَعَالٰى : ﴿ يَسـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُل اِنَّمَا عِلمُهَا عِندَ اللّٰهِ وَ مَا يُدرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الكٰفِرِينَ وَ اَعَدَّ لَهُم سَعِيرًا ۝ خٰلِدِينَ فِيهَآ اَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيرًا ۝ يَومَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُم

فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَ قَالُوْآ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآئَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِھِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْھُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا ۝﴾

- وَاقْرَأْ الْآیَاتِ رقم:١٦٥،١٦٦،١٦٧ مِنْ سُوْرَةِالْبَقَرَةِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:٣٧،٣٨،٣٩ مِنْ سُوْرَةِ الْأَعْرَافِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:٢١،٢٢ مِنْ سُوْرَةِ اِبْرَاھِیْمَ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:٢٨،٢٩ مِنْ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:٦٢،٦٣،٦٤ مِنْ سُوْرَةِ الْقَصَصِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:٣١،٣٢،٣٣ مِنْ سُوْرَةِ سَبَا،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:٢٠ حتّٰی ٣٦ مِنْ سُوْرَةِ الصَّافَاتِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:٥٠ مِنْ سُوْرَةِ غَافِرٍ ، وَغَیْرِ ذَالِكَ کَثِیْرٌ فِی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔

وَلِأَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَاتَلَ رُؤُسَآءَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ أَتْبَاعَھُمْ وَ کَذَالِكَ فَعَلَ أَصْحَابُہُ وَلَیُفَرِّقُوْا بَیْنَ السَّادَةِ وَالْأَتْبَاعِ ، وَ بِاللّٰہِ تَعَالَی التَّوْفِیْقُ ، وَ صَلَّ اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔

توقیع: عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ قَعُوْد / عَبْدُ اللّٰہِ بنُ غَدْیَانِ / عَبْدُ الرَّزَّاق عَفِیْفِی / عَبْدُ العَزِیْزُ بْنُ بَاز۔" [1]

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ درود وسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان کی آل پر اور ان کے صحابہ پر ہو۔ حمد وثنا کے بعد! کفر وضلالت کے اماموں میں سے کسی امام اور لیڈر را اگر عوام

[1] فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء:٢/٢٦٧،٢٦٨، رقم الفتوی:٩٢٤٧

الناس میں سے کسی نے ساتھ دیا اور مدد کی ،اسلام کی بغاوت کرتے ہوئے یا دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے۔عوام الناس میں سے پیروکاروں اور کارکنوں کا بھی کفر اور فسق میں وہی معاملہ ہوگا جو ان کے پیشواؤں کا ہوگا۔اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب کی آیات :۶۳۔۶۸ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے،آپ کو کیا خبر بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے،وہ کوئی حامی و مددگار نہ پائیں گے۔اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔(حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ! ہم اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتے ۔اور کہیں گے اے ہمارے رب !ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی ،جنہوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا ۔پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت فرما۔''

- سورۃ البقرہ=۲:۱۶۵-۱۶۷
- سورۃ الاعراف=۷:۳۷-۳۹
- سورۂ ابراہیم=۱۴:۲۱،۲۲
- سورۃ الفرقان=۲۵:۲۸،۲۹
- سورۃ القصص=۲۸:۶۲-۶۴
- سورۂ سبا=۳۴:۳۱-۳۳
- سورۃ الصافات=۳۷:۲۰-۳۶

سورۃ الغافر/المومن=۴۰: ۴۷---۵۰

مذکورہ آیات کے علاوہ اور بھی زیادہ آیات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ،رسول رحمت، پیغمبر جہاد محمد ﷺ نے جب مشرکین سے جنگ کی تھی تو صرف اورصرف قریشی رئیسوں اور وڈیروں سے ہی نہیں کی تھی۔ بلکہ آپ ﷺ نے مکہ کے عام پیروکاروں سے بھی جنگ کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طرز عمل تھا۔انھوں نے بھی قائدین اور عام کارکنان میں کوئی فرق روا نہیں رکھا تھا۔ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے فقط اللہ کی توفیق سے بیان کیا ہے۔درود وسلام ہو محمد ﷺ پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر۔

1. عبداللہ بن قعود
2. عبداللہ بن غدیان
3. عبدالرزاق عفیفی
4. عبدالعزیز بن باز (المملكة السعودية کی افتاء کمیٹی کے فتوی کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا مفصل و مدلل بیان:

شیخ الاسلام امام ابن قیم رحمہ اللہ ان لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں جو معاہدہ توڑنے والے ہوں۔ان کے ساتھ ایک جیسا سلوک روا رکھا جائے۔خواہ وہ بذاتِ خود عہد توڑنے والے ہوں یا اس معاہدہ توڑنے پر خاموشی اختیار کرنے والے اور پسندیدگی ظاہر کرنے والے ہوں۔سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے اس بارے روشنی ڈالتے ہوئے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَكَانَ هَدْيُهُ ﷺ إِذَا صَالَحَ قَوْمًا فَنَقَضَ بَعْضُهُمْ عَهْدَهُ وَ صُلْحَهُ وَ أَقَرَّهُمُ الْبَاقُونَ وَ رَضُوا بِهِ غَزَا الْجَمِيعَ وَ جَعَلَهُمْ نَاقِضِينَ ، كَمَا فَعَلَ

بِقُرَيْظَةَ وَ النَّضِيْرِ وَ بَنِيْ قَيْنُقَاعِ ، وَ كَمَا فَعَلَ فِي أَهْلِ مَكَّةَ ، فَهٰذِهِ سُنَّتُهُ فِيْ أَهْلِ الْعَهْدِ ، وَعَلٰى هٰذَا يَنْبَغِيْ أَنْ يَّجْرِيَ الْحُكْمُ فِيْ أَهْلِ الذِّمَّةِ ، كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْفُقَهَاءُ مِنْ أَصْحَابِ أَحْمَدَ وَ غَيْرَهُمْ وَ خَالَفَهُمْ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ۔

اِلٰى أَنْ قَالَ رَحِمَهُ اللّٰه:وَ قَدْ أَفْتَيْنَا وَلِيَّ الْأَمْرِ لَمَّا أَحْرَقَتِ النَّصَارٰى أَمْوَالَ الْمُسْلِمِيْنَ بِالشَّامِ وَ دُوْرَهُمْ وَ رَامُوْا اِحْرَاق جَامِعِهِمُ الْأَعْظَمَ حَتّٰى أَحْرَقُوا مَنَارَتَهُ وَكَادَ ——لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ ——أَنْ يُّحْتَرَق كُلُّه، وَعَلِمَ بِذَلِكَ مَنْ عَلِمَ مِنَ النَّصَارٰى وَوَطَئُوا عَلَيْهِ وَ أَقَرُّوهُ وَ رَضُوْا بِهِ وَ لَمْ يُعْلِمُوْا وَلِيَّ الْاَمْرِ ، فَاسْتَفْتٰى فِيْهِمْ مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ مَنْ حَضَرَهُ مِنَ الْفُقُهَاءَ ، فَأَفْتَيْنَاهُ بِانْتِقَاضِ عَهْدِ مَنْ فَعَلَ ذَالِكَ وَ أَعَانَ عَلَيهِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ أَوْ رَضِيَ بِهٖ وَ أَقَرَّ عَلَيْهِ ، وَ أَنَّ حَدَّ الْقَتْلِ حَتْمًا لَا تَخْيِيْرَ لِلْاِمَامِ فِيْهِ كَالْأَسِيْرِ ، بَلْ صَارَ الْقَتْلُ لَهُ حَدًّا ——اِلٰى قَوْلِه: وَ أَنَّ هَدْيَهُ وَ سُنَّتَهُ اِذَا صَالَحَ قَوْمًا وَ عَاهَدَهُمْ فَانضَافَ اِلَيْهِم عَدُوٌّ سِوَاهُمْ ، فَدَخَلُوْا مَعَهُمْ فِيْ عَقْدِهِمْ ، وَ انْضَافَ اِلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُوْنَ فَدَخَلُوْا اِلَيْهِ فِيْ عَقْدِهٖ۔ صَارَ حُكْمُ مَنْ حَارَبَ مَنْ دَخَلَ مَعَهُ فِيْ عَقْدِهٖ مِنَ الْكُفَّارِ حُكْمُ مِنْ حَارَبَهُ . الشَّرْقِ لَمَّا أَعَانُوْا عَدُوَّ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى قِتَالِهِمْ فَأَمَدُّوْهُمْ بِالْمَالِ وَالسِّلَاحِ وَ اِنْ كَانُوْا لَمْ يَغزُوْنَا وَ لَمْ يُحَارِبُوْنَا ، وَرَاٰهُمْ بِذَالِكَ نَاقِضِيْنَ لِلْعَهْدِ۔" [1]

[1] زادالمعاد بتحقيق شعيب و عبدالقادر الارناؤط : ۳/۱۳۶،۱۳۸

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و ہدایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کسی قوم سے صلح کا معاہدہ کرتے ۔ پھر اس قوم میں سے بعض افراد اپنے معاہدے اور صلح کو توڑ دیتے ۔جبکہ کچھ لوگ اس ''نقص عہد'' کی توثیق وتائید کرتے اور اس پر اپنی رضامندی ظاہر کرتے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام سے جنگ کرتے اوران سب ہی کوعہد توڑنے والوں کے زمرہ میں شامل کرتے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ ، بنونضیر اور بنو قنیقاع کے ساتھ یہی سلوک کیا۔یہی سلوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے ساتھ بھی روا رکھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے عہد مبارک میں یہی طریقہ و معمول تھا۔لہٰذا ان تمام اہل ذمہ (فدیہ دینے کے معاہدے کے ساتھ اسلامی حکومت کے تحت زندگی گزارنے والے لوگوں) کے ساتھ اسی سنت وسیرت کے مطابق معاملہ کرنا چاہیے ۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگردوں اوران کے علاوہ دیگر فقہاء نے بھی یہی وضاحت بیان کی ہے جبکہ امام شافعی کے شاگردوں نے اس بارے میں اختلافی ریمارکس دیے ہیں۔

(امام ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:) وقت کے حکمرانوں کو ہم نے تو یہی فتوی دیا تھا ۔جب عیسائیوں نے شام کے اندر مسلمانوں کی جائیداد، املاک ، دیہاتوں ،شہروں اور گھروں کو نذر آتش کر دیا۔انہوں نے شام کی سب سے بڑی جامع مسجد کو بھی خاکستر کرنے کی مکمل تیاری کر لی تھی ۔ یہاں تک کہ اس جامع مسجد کا ایک مینار انہوں نے جلا بھی دیا تھا۔اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص فضل نہ ہوتا تو وہ ساری مسجد کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیتے۔

ملک شام کے اندر ہونے والی اس کاروائی کا جب وہاں موجود دیگر عیسائیوں کو پتہ چلا ۔انہوں نے اس کی موافقت اور تائید ہی ظاہر کی ۔اس پر خوشی کا اظہار کیا۔لیکن اس بات

کی انہوں نے وقت کے حکمرانوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ (معاملہ کھل جانے پر) اس وقت کے حکمران نے اس وقت کے فقہاء سے فتوٰی طلب کیا۔ہم اس کو یہ فتوٰی دیا کہ جس جس عیسائی نے اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے معاہدہ توڑا ہے۔حملہ آوروں کا کسی طرح تعاون کیا ہے، اس پر خوشی کا اظہار کیا ہے یا اپنے لبوں پر مہر خاموشی لگاتے ہوئے ان کی تائید کی ہے۔ان سب معاہدہ توڑنے والوں کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں ہے۔ [1]

(امام ابن قیم مزید فرماتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور حیات مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ کسی قوم سے معاہدہ وصلح کرتے پھر جن کے ساتھ آپ کا معاہدہ طے پاتا ان کے ساتھ کوئی اور دشمن قبیلہ جاملتا اور ان کے معاہدے میں شامل ہوجاتا تو وہ اس کیے ہوئے معاہدہ میں شامل سمجھا جاتا۔اسی طرح اگر کوئی قبیلہ نبی ﷺ سے حالتِ کفر پر ہوتے ہوئے بھی آملتا۔تو وہ آپ کے ساتھ معاہدہ میں شامل سمجھا جاتا۔آپ کے ساتھ معاہدے میں شامل ہونے والے کسی کافر کے ساتھ کوئی قبیلہ بدعہدی کرتے ہوئے جنگ کرتا تو نبی ﷺ ان بدعہدی کرنے والوں کو بھی اپنا مدمقابل دشمن سمجھتے اور ان کے ساتھ جنگ کرتے۔ [2]

---

[1] سورۃ القتال/سورۂ محمد کی آیت:۴ کی روشنی میں امیر لشکر کو قیدیوں کے بارے میں تین اختیارات حاصل ہیں: ①......ان کو قتل کروادینا۔②......فدیہ لے کر آزاد کردینا۔③......بطور احسان بغیر فدیہ لیے معاف کردینا۔مگر معاہدہ توڑنے والے بدعہد قیدیوں کے بارے میں امیر کو صرف اور صرف قتل کروانے کا اختیار حاصل ہے۔باقی دونوں اختیارات اس کو حاصل نہیں۔لہٰذا بدعہدی اور غداری کی صورت میں صرف اور صرف قتل کرنا ہی سزا ہے۔

[2] اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نجیب اہل مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ کیا۔اس کے بعد قبیلۂ بنوبکر اہل مکہ کے ساتھ شامل ہوگئے اور قبیلہ بنوخزاعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آشامل ہوا۔ایک وقت آیا کہ بنوبکر نے معاہدہ توڑتے ہوئے بنوخزاعہ پر دھاوا بول دیا۔اہل مکہ نے بنوبکر کا پورا پورا ساتھ دیا اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کے مرتکب ہوئے۔اس کے نتیجہ میں نبی اکرم ﷺ نے پوری تیاری کرتے ہوئے اہل مکہ پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے مکہ کو فتح کرلیا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مشرق کے عیسائیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فتویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی دیا ہے۔اس لیے کہ ان مشرقی عیسائیوں نے مسلمانوں کے دشمنوں کا مسلمانوں کے خلاف مال کے ساتھ اور اسلحہ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔ حالانکہ انھوں نے بذات خود نہ جنگ میں شرکت کی تھی نہ ہی مقابلے پر اترے تھے۔صرف تعاون کرنے سے ہی ان کو معاہدہ توڑنے والے قرار دیا گیا اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فتویٰ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جاری کیا تھا۔'' (امام ابن قیم رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما کی وضاحت سے معلوم ہوا:

توجہ فرمائیے! شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس شخص پر جو مسلمانوں سے جنگ کے موقع پر کفار کا تعاون کرتا ہے اور آلات حرب وضرب اور مال ودولت کے ساتھ ان کو سپورٹ فراہم کرتا ہے۔وہ جنگ کرنے والوں اور لڑائی کرنے والوں کے ہی حکم میں شامل ہے۔ان تعاون کرنے والوں کا بالکل وہی معاملہ ہے جو مسلمانوں کیساتھ بذات خود جنگ کرنے والوں کا ہے۔باجود اس کے کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ بذات خود جنگ میں شامل نہیں تھے۔

اسی طرح جن عیسائیوں نے مسلمانوں کے گھروں اور جائیدادوں کو نذر آتش کرنے والوں کی بے غیرتی پر مسرت وشادمانی کا اظہار کیا تھا۔امام ابن قیم دونوں قسم کے افراد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ سب قتل کردیے جانے کے مستحق ہیں۔حاکم وقت کو یہ بھی اختیار نہیں کہ وہ ان میں سے کسی کے لیے معافی کا پروانہ جاری کرسکے۔ان کی حتمی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔

اس سے آپ کو اس شخص کے متعلق تو بالکل واضح ہوجائے گا کہ جو کافروں کے اقدامات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے ان کا تعاون کرتا ہے، ان کو مالی طور پر (Financially) اور

لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوخزاعہ پر حملے کو اپنے اوپر حملہ تصور کیا اور جوابی کاروائی کی۔حالانکہ بنوخزاعہ اس وقت تک کافر قبیلہ تھا۔

معلومات کی فراہمی (for Providing informations) کے ساتھ سپورٹ فراہم کرتا ہے۔ بلکہ اس سے کہیں آگے نکل کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے کافروں کے ساتھ نکل کھڑا ہوتا ہے۔ کافروں کے اتحاد میں شامل ہو جاتا ہے (یہ الگ بات ہے کہ اس کو لڑائی میں عملاً حصہ لینے کا موقع نہ بھی ملے) ایسے معاونین اور مددگاروں کا وہی حکم ہے جو اس جنگ میں حصہ لینے والے بڑے بڑے بدمعاشوں، سرغنوں اور سرپرستوں کا ہے۔ یہ سب کے سب اب ایک گروہ شمار ہوں گے اور ان کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہوگا۔

علماءِ حق اور سرکاری ملاؤں میں زمین وآسمان کا فرق:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردِ رشید شیخ الاسلام امام ابن قیم رحمہ اللہ کے گذشتہ دونوں فتوؤں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے دین کے داعی حقیقی علماء اور دنیا کے بھوکے، درباری اور سرکاری ملاؤں کے موقف ونظریہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اللہ والے حقیقی علماء صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ سے ڈرتے ہیں۔ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ساری دنیا کے کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اس حقیقت سے بھی آشنا ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کی مدد ومعاونت میں ایک قوت، ایک طاقت اور ایک ملت ہوتے ہیں۔

ان کے مقابلے میں درباری اور سرکاری اصحاب جبہ ودستار کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، دین اسلام کے مسائل کو آپس میں گڈ مڈ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وقت کے حاکموں کی تجاویز وآراء، پروگرامز اور پروجیکٹس (programs & projects) کو تحفظ اور سند جواز فراہم کرتے ہیں۔ وہ پروگرام اور پروجیکٹ جو مختلف ناموں سے منظر عام پر لائے جاتے ہیں: کوئی پروگرام امن وسلامتی کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے، کوئی پروگرام ملکی سلامتی اور خود مختاری کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے، کوئی ملکی یکجہتی اور اتحاد کے نام سے

ظاہر کیا جاتا ہے۔

ان درباری اور سرکاری ملاؤں میں اتنی بھی اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ ظلم وستم اور جبر واستبداد کے ساتھ مسلم علاقوں پر قبضہ کرنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق ہی وہ فتوٰی صادر کرسکیں جن کے وہ مستحق اور اہل ہیں، وہ یہودی اور عیسائی جو مسلمانوں کے خلاف کینہ وبغض کی بنا پر دانت پیس رہے ہیں ۔ ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں ۔ یہ علماءِ سوء ان یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں قرآن وسنت کے وہ شرعی احکام بیان کرنے سے ہی خوف کھاتے ہیں جو تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ وقتال واجب ہے اور ان کے ساتھ بزدل بن کر اور جھک کر صلح کرنا بہرصورت حرام ہے۔

چڑھتے سورج کے پجاری سرکاری مولویوں کے فتوے:

ان درباری اور سرکاری مولویوں نے جو باطل فتوے دیے وہ صرف دنیوی مفادات اور دنیوی عیش وعشرت کے کھو جانے کے خوف سے دیے ہیں ۔ جو کچھ ان کو حکمرانوں کے صدارتی محلات اور پارلیمنٹ ہاؤس کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے، اس کے مطابق یہ اپنے فتوے صادر کرتے ہیں ۔ وہ حکمران جو روٹی کے چند ٹکڑوں (ڈالرز اور پونڈ) کے عوض اپنا دین قربان کر چکے ہیں اور اقتدار کے ایوانوں میں بزدلی کے ساتھ اپنے سر چھپائے ہوئے ہیں ۔ مزید برآں ان درباری مولویوں نے یہ بھی جسارت کی کہ مجاہدین اسلام کے خلاف خوب خوب ہرزہ سرائی کی ۔ وہ مجاہدین جو اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہادی پرچم سربلند کیے ہوئے ہیں ۔ وہ اللہ کے دشمن خواہ مرتد حکمرانوں میں سے ہوں، خواہ سیکولر اور لبرل حکمرانوں میں سے ہوں ۔ خواہ اسرائیل کے ظالم وجابر یہودی ہوں یا امریکہ کے قابض وغاصب عیسائی ہوں یا ان کے علاوہ مشرک پلید ہندو ہوں ۔

جوشخص بھی ان سرکاری ملاؤں کے معاملے پرغور کرتا ہے اس کو یہ بات انتہائی تعجب انگیز معلوم ہوگی کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ایسے ایسے بیانات جاری کرتے ہیں جن سے مجاہدین کے خلاف دشمنی اور عناد ٹپک رہا ہوتا ہے۔ جو حد اعتدال سے کوسوں دور نکل جانے والے اور زمین پر فساد برپا کرنے والے بیانات ہوتے ہیں ۔یہ سرکاری مفتی تو یہ فتوٰی بھی دیتے ہیں کہ جوشخص یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ جہاد کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ ہے اس کی گردن اڑادینی چاہیے۔ بلکہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ کو دہشت گرد ،تخریب کار اور مخالف جنگجو قرار دے کر قابل گردن زدنی قرار دیتے ہیں۔

اکثر وبیشتر یہ سرکاری علماء اس وقت فتوٰی صادر کرتے ہیں جب حکمرانوں اور بڑوں کی طرف سے ڈیمانڈ آتی ہے۔مگر بدقسمتی سے کبھی کبھی یہ محض اپنی خوشی اور رضا ورغبت ہی سے نمبر بنانے کے لیے فتوے دینے لگتے ہیں۔

درباری ملاؤں کا کردار اور بگڑتا ہوا معاشرہ:

- ایسے لگتا ہے کہ ان کو اپنے بڑوں ،حکمرانوں اور لیڈروں کے اندر تخریب کاری اور فساد کی کوئی رمق نظر نہیں آتی۔
- ایسے لگتا ہے کہ اللہ کے حکم قانون (قرآن وسنت) کے بغیر فیصلے کرنے اور اپنے خود ساختہ (self made) قوانین کے ساتھ عدالتی نظام چلانے میں ان درباری علماء کو کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔
- ایسے لگتا ہے کہ ان مولویوں کے ہاں یہودیوں ،عیسائیوں اور دیگر کافروں سے بہرصورت دوستایاں رچانے کے عمل کو ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کر لینا چاہیے حکومتی پالیسیوں کے نتیجے میں ہرسو پھیلے ہوئے دنگا فساد ،اور مسلمانوں کے خلاف لوٹ مار کو ایک

مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کر لینا چاہیے۔

❁ ایسے لگتا ہے کہ اجنبیوں کے سامنے عورتوں کے بے پردہ اور آراستہ و پیراستہ ہو کر نکلنے میں انہیں کوئی خرابی نظر نہیں آتی ۔ کھلے چہرے، کھلے گریبان، ننگے سر، ننگے باز و اور نیم برہنہ بدن کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہوئے دیکھ کر انہیں کوئی بے غیرتی ، بے حمیتی اور خرابی محسوس نہیں ہوتی۔

❁ ایسے لگتا ہے کہ ہر سو پھیلی ہوئی بدکاری اور زنا کی منکرات، رقص و سرور کی مجلسیں ،شراب وشباب کی تقریبات (Functions)،سود اور جوا کے معاملات اور پھر ہر بے دین این جی اوز (NGOs) کی زبان پر شخصی آزادی کا نعرہ جیسے امور ایسے حقائق کو بغیر کسی تردّد کے تسلیم کر لینا چاہیے۔

❁ آج ہر کافر کے ساتھ ذلت ورسوائی پر مبنی معاہدے طے پا رہے ہیں ،کافروں کے ہاتھوں اپنی قیمتی املاک اور ادارے فروخت کیے جا رہے ہیں ، بلکہ مسلم علاقوں اور شہروں کو کافروں کے کنٹرول اور تسلط میں دیا جا رہا ہے۔اپنی گردنوں میں کافروں کی غلامی کے طوق پہنائے جا رہے ہیں مگر یہ اصحاب جبہ و دستار ،صاحبان مرتبہ وفضیلت مفتیان اور اکابر علماء و اسکالرز ان حالات میں بھی مسلم عوام کو بیدار کرنا جرم عظیم تصور کرتے ہیں۔

درباری مولویوں کی مثال قرآن مجید سے:

ان شُیُوخُ الضَّلَالَةِ ، عُلَمَاءُ السَّلَاطِین اور حکمرانوں کی خواہشات (Requirements) کے مطابق فتوی دینے والے مفتیان کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جن کے بارے اللہ رب العزت اپنی لاریب کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ

الْغٰوِیْنَ ۝ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ [الاعراف=۷:۱۷۵،۱۷۶]

''اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے! جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہوگیا۔اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ (عطا) کر دیتے۔لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہوگیا۔اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔سو اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی۔کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو تب بھی ہانپے اور اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے! شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔''

درباری ملاؤں کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتوٰی اور نصیحت:

اسی بنا پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک ایسے عالم دین کے بارے میں فرماتے ہیں ،جو کتاب وسنت کی کھری دعوت جانتے ہوئے بھی ترک کر دیتا ہے اور حق کی مخالفت کرتے ہوئے حکام وقت کی خواہش کی پیروی کرتا ہے،امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَمَتٰى تَرَكَ الْعَالِمُ مَا عَلِمَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَ سُنَّةِ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَاتَّبَعَ حُكْمَ الْحَاكِمِ الْمُخَالِفِ لِحُكْمِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ كَانَ مُرْتَدًّا كَافِرًا يَسْتَحِقُّ الْعَقُوْبَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ وَ لَوْ ضُرِبَ وَ

حُبِسَ وَ أُوْذِيَ بِأَنْوَاعِ الْأَذَى لِيَدَعَ مَا عِلِمَهُ مِنْ شَرَعِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ الَّذِيْ يَجِبُ اتِّبَاعُهُ وَاتَّبَعَ حُكْمَ غَيْرِهِ كَانَ مُسْتَحِقًّا لِعَذَبِ اللّٰهِ ، بَلْ عَلَيْهِ أَنْ يُّصْبِرَ وَ اِنْ أُذِيَ فِي اللّٰهِ فِي الْأَنْبِيَاءِ وَ أَتْبَاعِهِمْ ، قَالَىٰ تَعَالىٰ : ﴿الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝﴾ وَ قَالَ تَعَالىٰ ﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ نَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝﴾، وَ قَالَىٰ تَعَالىٰ ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝﴾ [1]

''جب ایک عالم دین کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہوئے بھی برحق موقف ترک کر دے اور حاکم وقت کے ایسے حکم کی پیروی کرنے لگ جائے جو حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے صریحاً خلاف ہو۔ایسا عالم دین مرتد اور کافر ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف:۱-۳ میں فرماتے ہیں: ''الٓمّٓصٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اسلیے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعے سے (لوگوں کو) ڈرائیں،سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہو اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی پیروی مت کرو۔تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔اگر بالفرض اس عالم دین کو مارا پیٹا جائے

[1] مجموع الفتاوی:۳۵/۳۷۲،۳۷۳

اس کو پس زندان کر دیا جائے یا اس کو طرح طرح کی اذیتوں اور تکلیفوں سے دوچار کیا جائے ،اس وجہ سے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی شریعت کو چھوڑ دے۔جس شریعت کی پیروی کرنا واجب ہے۔اللہ اور اس کے رسول کے حکم اور قانون کی بجائے وہ کسی اور حکم اور قانون کی پیروی کرنے لگ جائے۔تو یہ عالم اگر ان مصائب وآلام کو سامنے دیکھ کر دین کی کھری دعوت سے باز آجاتا ہے تو بھی یہ شخص اللہ کی طرف سے سزا کا مستحق قرار پائے گا۔اس عالم دین پر فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ تکلیفوں اور اذیتوں کے وقت صبر وبرداشت کا مظاہرہ کرتا۔کیونکہ یہ سب کچھ اس نے اپنے اللہ کے لیے برداشت کیا تھا۔انبیاء کرام اور ان کے پیروں کاروں (followers) میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریقہ یہی ہے کہ وہ مصائب وآلام کے ساتھ آزماتا ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ العنکبوت کی آیات:۱-۳ ارشاد فرماتے ہیں:

1......"الٓمٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف دعوے پر کہ ایمان لائے ہیں ،ہم انہیں بغیر آزمائے ہی چھوڑ دیں گے۔ان سے پہلے لوگوں کو بھی ہم نے خوب جانچا ،یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں۔"

2......اسی طرح سورۂ محمد کی آیت:۳۱ میں فرمایا:"یقیناً ہم تمہارا امتحان کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم کر لیں ،اور ہم تمہاری حالتوں (خبروں) کی بھی جانچ کریں گے۔"

3......اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت:۲۱۴ میں ارشاد فرمایا:"کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے ،حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے۔جو تم

سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے بھی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ رہو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔''

(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

باب:7

مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار ساری جماعت اور گروہ کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہے۔

اس بارے میں تکبر وغرور میں ڈوبے ہوئے قائدین اور معاشرے کے کمزور ماتحت عام فوجیوں ،سپاہیوں اور ہرکاروں میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔صحیح اور واضح موقف یہی ہے کہ ان تمام کی ایک ہی سزا ہوگی۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مرتدین کے مقتولین کے بارے میں دوزخ کی آگ کی گواہی بھی دی ہے۔

جنگ زبان سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی

مشورہ دینا تعاون کی (سب سے) بڑی صورت ہے:

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ اپنی تصنیف ''المغنی'' کی کتاب الجہاد میں ان اقسام واصناف کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو میدان میں قتل کرنا منع ہے۔ مثلاً خواتین، بوڑھے افراد، لنگڑے اور معذور افراد ، مذہبی پیشوا اور بچے وغیرہ۔ عام طور پر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو جنگ نہیں کرتے۔ اس قسم کے افراد کا تذکرہ کرنے کے بعد رقمطراز ہے:

وَمَنْ قَاتَلَ مِمَّنْ ذَكَرْنَا جَمِيْعَهُمْ جَازَ قَتْلُهُ لِأَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَتَلَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ امْرَأَةً أَلْقَتْ رَحًى عَلٰى مَحْمُوْدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَ مَنْ كَانَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الرِّجَالِ الْمَذْكُورِيْنَ ذَا رَأْيٍ يُعِيْنُ فِي الْحَرْبِ جَازَ قَتْلُهُ ، لِأَنَّ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ قُتِلَ يَوْمَ حُنَيْنَ وَ هُوَ شَيْخٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ وَكَانُوْا خَرَجُوْا يَتَمَيَّنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِرَأْيِهِ ، فَلَمْ يُنْكِرِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَتْلَهٗ ، وَ لِأَنَّ الرَّايَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَعُوْنَةِ فِي الْحَرْبِ۔" [1]

''ہم نے پہلے جن افراد (عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور لاغروں وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے ان تمام اقسام کے افراد کو قتل کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ خود لڑائی میں حصہ لیں۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی قریظہ کے دن ایک عورت کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، جس نے سیدنا محمود بن مسلمہ پر چکی کا پاٹ گرادیا تھا۔ [2] اسی طرح جو شخص مذکورہ

[1] المغنی لابن قدامۃ=کتاب الجھاد:۸/۴۷۸۔ مطبوعۃ عالم الکتب

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

افراد (معذور اور خواتین وغیرہ) میں سے ہوں مگر صاحب الرائے ہو۔ یعنی ایک اچھی

❷ زیادہ درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ غزوۂ بنی قریظہ کے دن جو صحابی رسول ﷺ چکی کے پاٹ سے شہید ہوئے تھے وہ سیدنا خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن صامت خزرجی رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بنی قریظہ کے دن شہید نہیں ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں-- ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کی ہے۔ محمد بن جعفر، عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں۔ عروہ بن زبیر اپنی خالہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

لَمْ يُقْتَلْ مِنْ نَسَآءِ هِمْ اِلَّا اِمْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ -- قَالَتْ وَاللّٰهِ اِنَّهَا لَعِنْدِیْ تُحَدِثُ مَعِی تَضْحَكُ ظَهْرًا وَ بَطْنًا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَتَلَ رِجَالُهَا فِي السُّوْقِ۔ اِذْ هَتَفَ هَاتِفٌ بِاسْمِهَا: اَيْنَ فُلَانَةُ؟ قَالَتْ: اَنَا وَاللّٰهِ! قَالَتْ: قُلْتُ لَهَا: وَيْلَكِ مَالَكِ؟ قَالَتْ: أُقْتَلُ: قُلْتُ: وَلِمَ؟ قَالَتْ لِحَدَثٍ اَحْدَثْتُهُ۔ قَالَتْ: فَانْطَلِقَ بِهَا فَضُرِبَتْ عُنُقُهَا ۔ وَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ : فَوَاللّٰهِ اِمَا اَنْسٰى عَجَبًا مِنْهَا طِيْبَ نَفْسِهَا وَ كَثْرَةِ ضِحْكِهَا وَ قَدْ عَرَفَتْ اَنَّهَا تُقْتَلُ۔ (البداية والنهاية=٣/١٤٤، صحيح ابی داؤد=كتاب الجهاد:باب فی قتل النساء، الحديث:٢٣٢٥)

''بنو قریظہ کی خواتین میں سے سوائے ایک خاتون کے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ میرے پاس تھی اور میرے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ باتوں کے دوران ہنستے ہوئے وہ دائیں بائیں اور آگے پیچھے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ اس کے خاندان کے مردوں کو (بدعہدی اور غداری کی سزا کے طور پر) قتل کر رہے تھے۔ اچانک ایک آواز دینے والے نے اس کا نام لے کر آواز دی: فلاں عورت کہاں ہے؟ وہ فوراً بولی: اللہ کی قسم! میں ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس سے پوچھا: تیری بربادی ہو، تیرا کیا معاملہ ہے؟ تیرا نام لے کر تجھے کیوں آواز دی گئی ہے؟ اس نے کہا: میں عنقریب قتل کر دی جاؤں گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے پوچھا آخر کس لیے؟ اس نے کہا: اس لیے کہ میں نے ایک 'انوکھا کام'' کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کو پھر لے جایا گیا اور اس کی گردن تن سے جدا کر دی گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے اُس کا معاملہ کبھی نہیں بھولتا۔ اُس کا معاملہ بڑا عجیب تھا۔ بالکل خوش باش تھی کھلکھلا کر مسکرا رہی تھی۔ جبکہ اس کو معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد مجھے قتل کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا عورت کے بارے میں ابن اسحاق فرماتے ہیں: ''یہی وہ عورت تھی جس نے چکی کا پاٹ ایک چھت سے گرا کر سیدنا خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ پھر خلاد بن سوید کے بدلے رسول اللہ نے اس کو قتل کروایا تھا۔'' (حوالہ کے لیے دیکھیے البدایۃ والنھایۃ=٣/١٤٤) جبکہ سنن ابی داؤد کے شارح امام خطابی رحمہ اللہ اس مذکورہ بالا عورت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی'' یہی وہ ''انوکھا کام'' تھا جو اس نے سرانجام دیا ہوا تھا (حوالہ کے لیے دیکھیے معالم السنن للخطابی ٤/١٤)

الغرض مذکورہ بالا دونوں اسباب میں سے کوئی بھی سبب ہو۔ یہ بات تو واضح ہے کہ اس عورت کو بلا وجہ قتل نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے قولاً یا فعلاً مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا، تو اس کو قتل کیا گیا تھا۔ اگر وہ باقی عورتوں کی طرح کسی طرح جنگ میں پارٹی سپیٹ (Prticipate) نہ کرتی تو اس کو باقی عورتوں کی طرح قتل نہ کیا جاتا۔

اس موقع پر دوسری وضاحت یہ ہے کہ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے جو یہ کہا ہے کہ ''بنو قریظہ کی ......عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ اس نے سیدنا محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے اوپر چکی کا پاٹ گرا کر قتل کر دیا تھا۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کو یہاں ''خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کی جگہ محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا جو تسامح ہوا ہے۔ اس کی وجہ کچھ یوں سمجھ آتی ہے کہ دراصل محمود بن مسلمہ بھی چکی کے پاٹ ہی سے شہید ہوئے تھے مگر ان کے اوپر چکی کا پاٹ غزوۂ بنی قریظہ میں نہیں بلکہ غزوۂ خیبر میں گرایا گیا تھا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے:

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا والد اور متعصب یہودی حیی بن اخطب کسی جانور کی ......(بقیہ اگلے صفحہ پر)

رائے اور کارگر مشورہ کے ساتھ وہ جنگ میں کافروں کی مدد کرتا تو اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو ہوازن قبیلہ کے ایک بوڑھے سردار اور انتہائی زیرک ومعاملہ فہم شخص دُرید بن صِمّہ کو جنگ حنین میں قتل کیا گیا تھا۔حالانکہ وہ بہت بوڑھا آدمی تھا۔اس میں لڑنے کی ذرا بھی سکت نہ تھی۔لیکن جب بنو ہوازن رسول اللہ ﷺ کے مدمقابل نکلے تو وہ اپنے اس بوڑھے شخص کو باعث برکت سمجھتے اور اس کی جنگی واقفیت سے اس کا

کھال میں بہت زیادہ خزانہ ڈال کر بنوقریظہ کی جلاوطنی کے ساتھ مدینہ سے ساتھ لایا تھا۔وہ خزانہ کنانہ بن ابوالحقیق کے پاس تھا۔غزوۂ خیبر میں جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فتح ہوچکی تو رسول اکرم ﷺ نے یہودی سردار کنانہ بن ابوالحقیق سے پوچھا: وہ بنونضیر والا خزانہ کدھر ہے؟اس نے وہ خزانہ ایک نامعلوم مقام پر چھپایا ہوا تھا۔مگر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا کہ اسے خزانے کے بارے میں کوئی علم ہے۔اس کے بعد ایک یہودی نے آکر بتایا کہ میں کنانہ کو روزانہ ایک ویرانے میں چکر لگاتے ہوئے دیکھتا تھا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے کنانہ سے فرمایا: یہ بتاؤ کے اگر ہم نے یہ خزانہ تمہارے پاس سے برآمد کرلیا، پھر تو ہم تجھے قتل کرنے میں حق بجانب ہوں گے نا؟اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے ویرانہ کھودنے کا حکم دیا۔وہاں سے کچھ خزانہ برآمد ہوگیا۔پھر باقیماندہ خزانے کے بارے میں آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا۔اس نے پھر جھوٹ بولا اور کچھ بتانے سے انکار کردیا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیا اور فرمایا: اسے سزا دو۔یہاں تک کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب کچھ ہمیں حاصل ہوجائے۔سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر چقماق پتھر کی چند ضربیں لگائیں (چقماق وہ پتھر ہے جس کو رگڑنے سے آگ نکلتی ہے) یہاں تک کہ اس کی جان پر بن آئی۔مگر وہ اپنے جھوٹ، ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔بقول شاعر

جھوٹ بولا ہے تو اس پر قائم بھی رہو غالب
آدمی کو صاحب کردار ہونا چاہیے

بالآخر رسول اللہ ﷺ نے اسے یہودی طاغوت کعب بن اشرف کو قتل کرنے والے مشہور صحابی رسول ﷺ سیدنا محمد بن مسلمہ کے حوالے کردیا۔سیدنا محمد بن مسلمہ نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بدلے اس کی گردن ماری دی۔اس لیے کہ سیدنا محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سایہ حاصل کرنے ''قلعہ ناعم'' کی دیوار کے نیچے بیٹھے تھے کہ کنانہ بن ابوالحقیق نے ان پر چکی کا پاٹ گرا کر شہید کردیا۔

یہودیوں کے خیبر میں آٹھ بڑے بڑے اور مضبوط قلعے تھے، جن میں وہ سکونت پذیر تھے۔ان میں سے سب سے بڑا اور مضبوط قلعہ ''قلعہ ناعم'' تھا۔یہودیوں کے آٹھ قلعوں میں سے یہ پہلے نمبر پر تھا۔یہ قلعہ اپنے محل وقوع کی نزاکت اور اسٹریٹجی کے لحاظ سے یہود کی پہلی دفاعی لائن (front line) کی حیثیت رکھتا تھا۔یہی قلعہ مرحب نامی اس شہ زور اور جانباز یہودی کا تھا۔جسے ایک ہزار مردوں کے برابر مانا جاتا تھا۔(حوالہ کے لیے دیکھیے الرحیق المختوم صفحہ: ۲۰۴، ۵۹۸) تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس وجہ سے غزوۂ بنی قریظہ کے ضمن میں محمود بن مسلمہ کا نام لے لیا کہ انھیں بھی چکی کے پاٹ سے شہید کیا گیا تھا۔یہ تو بجا ہے مگر غزوۂ بنی قریظہ میں شہید ہونے والے صحابی رسول ﷺ کا نام خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ ہے اور غزوۂ خیبر میں چکی کے پاٹ سے شہید ہونے والے کا نام محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہے۔
(وَاللّٰہُ أَعلَمَ وَ عِلْمِهُ أَتَمُّ وَ أَصْوَبُ)

تعاون حاصل کرتے تھے۔ جب اس کو قتل کیا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل پر کوئی تنقید اور انکار ظاہر نہیں فرمایا تھا۔[1] حالت جنگ میں رائے اور مشورہ دینا تعاون اور مدد کی سب سے بڑی صورت ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس بارے میں وضاحت کرتے ہیں:

" وَ أَمَّا مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْمُعَانِعَةِ وَ الْمُقَاتِلَهِ كَالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانَ وَالرَّاهِبِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيْرِ وَ الْأَعْمٰى وَ الزَّمِنِ وَ نَحْوِهِمْ فَلَا يُقْتَلُ عِنْدَ جمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ اِلَّا أَنْ يُّقَاتِلَ بِقَوْلِهٖ أَوْ فِعْلِهٖ ۔ [2]

''جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو مسلمانوں کے رکاوٹ بننے والے اور جنگ میں شرکت کرنے والے نہ ہوں۔ مثلاً: عورتیں، بچے، مذہبی پیشوا، (پادری اور پوپ وغیرہ) بوڑھے، لاغر، معذور اور ان جیسے دیگر افراد کے متعلق اکثر و بیشتر علماء اسلام کا

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے مسند البزار کے حوالے سے حسن سند کے ساتھ درید بن صمہ کے قتل کا واقعہ یوں بیان کیا ہے: جب مشرکین شکست کھا چکے تو درید بن صمہ بھی چھ سو (۶۰۰) افراد کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ لوگ ایک پہاڑی ٹیلے پر کھڑے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک فوجی دستہ اپنی طرف آتے دیکھا۔ بوڑھا درید بن صمہ بولا: ان لوگوں کو میری طرف آنے دو۔ میں ان کو سنبھال لوں گا۔ قریب آنے پر اس نے دیکھا تو کہنے لگا: یہ تو بنو قضاعہ قبیلہ کے لوگ ہیں۔ ان سے کوئی خطرہ نہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں نے ایک اور فوجی دستہ اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو درید بن صمہ نے کہا: یہ تو بنو سلیم کے لوگ ہیں۔ پھر اس نے ایک شہسوار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے کہا: اس کو میری طرف آنے دو، میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اس کے ساتھیوں نے بتایا یہ آنے والا شہسوار اپنے سر پر سیاہ پگڑی باندھے ہوئے ہے۔ تو درید بن صمہ نے کہا: یہ سیاہ پگڑی والا زبیر بن عوام (رضی اللہ عنہ) ہے۔ یہ شخص تمہارا کام تمام کردے گا اور تم کو اس جگہ سے نکال کر ہی دم لے گا۔ جب سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اس شکست خوردہ گروہ کو اس پہاڑی ٹیلے پر دیکھا تو (اپنے ساتھیوں سے) کہنے لگے: یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ پھر وہ ان کی طرف چل پڑے۔ مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت بھی ان کے ساتھ ہو لی۔ مقابلہ خوب ہوا۔ مجاہدین کی مختصر جماعت نے مشرکین کے اس گروہ میں سے تین سو کافر جہنم واصل کیے۔ درید بن صمہ، جو لڑنے کے قابل نہ تھا فقط اپنی قوم کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹ ڈالا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر پیش خدمت کر دیا۔''
(حوالہ کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۴۲/۸، کتاب المغازی: باب غزوۃ اوطاس، حدیث: ۴۳۲۳ کی شرح)

[2] مجموع الفتاوی: ۲۸/۳۵۴

موقف یہی ہے کہ ان کو جنگ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ ہاں ! اگر وہ اپنے قول وفعل سے جنگ میں شریک ہوتے ہیں تو ان کو قتل کیا جائے گا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

اسی طرح ایک اور مقام پر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید وضاحت کرتے ہیں:

" وَلَا تُقْتَلُ نِسَاؤُهُمْ اِلَّا أَن يُّقَاتِلْنَ بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ [1]

'' کافروں کی خواتین کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ مگر یہ کہ وہ اپنے قول اور عمل سے یعنی زبان اور ہاتھ سے جنگ میں شریک ہوں۔ اس بات پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے۔''

صاحب السیف والقلم امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

" وَالْمُحَارَبَةُ نَوْعَانِ: مُحَارَبَةٌ بِالْيَدِ ، وَ مُحَارَبَةٌ بِاللِّسَانِ ...... اِلٰى قَوْلِهٖ رَحِمَهُ اللّٰهِ : وَ كَذٰلِكَ الْاِفْسَادُ قَدْ يَكُونُ بِالْيَدِ وَ قَدْ يَكُوْنَ بِاللِّسَانِ ، وَمَا يُفْسِدُهُ اللِّسَانُ مِنَ الْأَدْيَانِ أَضْعَافُ مَا تُفْسِدُهُ الْيَدُ ۔ " [2]

'' جنگ دو طرح کی ہوتی ہے: (۱) ہاتھ سے جنگ (۲) زبان سے جنگ ...... (امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:) کبھی کبھار تو اس میں ہاتھ کا عمل دخل ہوتا ہے۔ (۲) کبھی کبھار اس میں زبان کا دخل ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ جو فساد دینوں اور مذہبوں کی طرف سے زبان کے ساتھ پھیلایا جاسکتا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو ہاتھ کے ساتھ پھیلانا ممکن ہے۔''

---

[1] مجموع الفتاوی: ۲۸/۴۱۴

[2] الصارم المسلول: ۳۸۵

ہم نے مذکورۃ الصدر موضوع پر تمام علماء اسلام کے جو اقتباسات نقل کیے ہیں اور واضح کیا ہے کہ اس موقف پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ''جو شخص بھی اپنے قول سے یا اپنے عمل سے مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں شریک ہو، اس کی سزا اسلام کی رو سے قتل ہے۔'' سابقہ گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگ صرف اور صرف ہاتھ اور عمل سے ہی نہیں لڑی جاتی بلکہ جنگ زبان اور قول سے بھی لڑی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں کافروں کو مدد فراہم کرے گا یا ان کا تعاون کرے گا، اس مدد اور تعاون کرنے والے شخص کا بھی وہی معاملہ ہوگا جو اس جنگ کرنے والے گروہ کا ہوگا۔ وہ مدد اور تعاون چاہے کوئی اپنے ہاتھ سے کرے یا اپنی زبان سے کرے۔ دونوں قسم کے لوگوں میں کوئی فرق نہیں سمجھا جائے گا۔ بلکہ یہ بات تجربہ اور مشاہدہ میں آئی ہے کہ کبھی کبھی تو زبان کے تیر ایسے گہرے زخم لگاتے ہیں کہ کمان کے تیر بھی وہ زخم نہیں لگا سکتے بلکہ زبان کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ دلوں کی مضبوطی اور استحکام میں زیادہ بڑا کردار ادا کرتی ہے اور دلوں کو قوت اور طاقت بخشتی ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس بارے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے ہوئے ہند بنت عتبہ کا جو قولی کردار پیش کیا ہے وہ ایک بہت بڑی مثال ہے جنگ احد میں جب مسلمان اور کافر ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے بالکل قریب آ گئیں تھیں ۔عین اس نازک گھڑی میں ہند بنت عتبہ (جو اس وقت حالتِ کفر پر تھیں) دیگر خواتین کے جھرمٹ میں کھڑی ہوئیں ۔اپنے ہاتھوں میں دف (ہلکا پھلکا ساز بجانے کا ایک آلہ) پکڑا ،مردوں کے پیچھے وہ دف بجاتیں ہوئیں انہیں جنگ پر برانگیختہ کرنے لگیں ۔اس وقت ہند نے جو اشعار پڑھے ان میں سے ایک شعر یہ بھی تھا۔

وَيُهَـــــا بِـــنِــــيُ عَبُــــدِ الـــــدَّارِ

وَيُهَـــــا حُــمَـــاـــــةَ الأدبَـــــارِ

(ترجمہ:)

دیکھو! بنی عبدالدّ ار

دیکھو! پشت کے پاسدار

خوب کرو شمشیر کا وار

شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عورت بھی جنگجوؤں میں شامل ہوگی جب وہ اپنے قول سے یا فعل سے جنگجوؤں کا تعاون کرے گی ۔یا وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھار رہی ہو۔اسی طرح وہ بوڑھا جو اگر چہ اپنے اندر لڑنے کی سکت نہیں رکھتا تھا لیکن وہ اپنی رائے اور مشورہ سے جنگ میں تعاون پیش کرتا ہے وہ بھی قتل کر دیا جائے گا۔اس بارے درید بن صِمّہ کا واقعہ مشہور ومعروف دلیل ہے۔اسی طرح جب پوپ، پادری، پنڈت، پروہت اور گرو قسم کے لوگ لڑنے والے لوگوں کے ساتھ میل جول قائم رکھے ہوئے ہوں۔خواہ ان مذہبی پیشواؤں کا میدان میں لڑنے والوں کو صرف زبانی کلامی (رائے اور مشورہ) تعاون ہی حاصل ہو تو ان کا حکم بھی عورتوں اور بوڑھوں کی طرح وہی ہوگا جو لڑنے والوں کا ہے۔

غور کیجیے! جب جنگ میں زبانی تعاون پیش کرنے والی عورتوں، بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کا یہ معاملہ ہے۔حالانکہ ان لوگوں کا تعلق ان اقسام سے ہے جن کو شریعت اسلامیہ نے قتل کرنے سے منع کیا ہے۔جی ہاں! جب ایسے لوگ بھی رائے اور مشورہ کے ساتھ جنگ میں تعاون کریں تو وہ قتل کر دیے جائیں گے۔اس سے ہی جان لیجیے کہ ان لوگوں کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں

کیا حکم ہوگا جو بڑے بڑے طاغوتوں اور کافروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کرتے ہیں، مسلمانوں کو قتل کرنے پر ابھارتے ہیں، مسلمانوں کے خلاف کتابیں تصنیف کرتے ہیں، لمبے مقالات احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں، بڑی بڑی تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں اور بڑے بڑے عوامی اجتماع اور جلسے منعقد کرتے ہیں، ان کا معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ جب بھی مسلمانوں کے خلاف دنیا کے بڑے طاغوتوں کا حملہ اوراٹیک ذرا سرد پڑتا ہے تو یہ ''شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار'' اس جلتی پر تیل چھڑک کر آگ کو مزید بھڑکا دیتے ہیں۔

عوام الناس کو گمراہ کرنے والے مشائخ، جرائم پیشہ مصنفین اور ہر دسترخوان کی رونق بننے والے شعراء کا ہو بہو یہی گھناؤنا کردار ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کا جرم یہ ہے کہ بذات خود عملاً مسلمانوں کے خلاف بھڑکائی ہوئی جنگ میں شرکت اختیار کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ دراصل ایک ہی گروہ ہے۔ یہ سب لوگ دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ ان کو قتل کرنا اور اچانک چھاپہ مار کاروائی سے ان کو ختم کرنا جائز ہے، بلکہ بعض حالات میں تو واجب ہے۔ خاص طور پر ایسے شخص کے لیے یہ کاروائی تو بہت ضروری ہے جو مسلمانوں کے لیے دردسر بنا ہوا ہو۔ اس بارے شریعت اسلامیہ سے چند مثالیں اور دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

پہلی مثال: دشمن رسول ابورافع یہودی کا قتل:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''الجامع الصحیح'' میں درج ذیل واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ مثال ایک بہت بڑے اسلام دشمن اور رسول دشمن ابورافع یہودی کے بارے میں ہے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب خوب دشمنی رکھتا تھا اور بقیہ لوگوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرنے پر ابھارتا تھا۔ صحیح بخاری میں اس بارے میں جو واقعہ ہے، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:

بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى أَبِيْ رَافِعِ الْيَهُوْدِيِّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ كَانَ أَبُوْرَافِعٍ يُؤْذِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يُعِيْنُ عَلَيْهِ وَ كَانَ فِيْ حِصْنٍ لَّهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ ، فَلَمَّا دَنُوْا مِنْهُ وَ قَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَ رَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ لِأَصْحَابِهِ: اِجْلِسُوْا مَكَانَكُمْ فَإِنِّيْ مُنْطَلِقٌ وَ مُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّيْ أَنْ أَدْخُلَ ، فَأَقْبَلَ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهٖ كَأَنَّهُ يَقْضِيْ حَاجَةً وَ قَدْ دَخَلَ النَّاسُ ، فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُل فَإِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ ، فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ۔

فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيْقَ عَلٰى وَتِدٍ ، قَالَ : فَقُمْتُ اِلَى الْأَقَالِيْدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ ، وَكَانَ أَبُوْ رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ وَ كَانَ فِيْ عَلَالِيَّ لَهُ ، فَلَمَّ ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ اِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ ، قُلْتُ : اِنِ الْقَوْمُ نَذِرُوْا بِيْ لَمْ يَخْلُصُوْا اِلَيَّ حَتّٰى أَقْتُلَهُ ، فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ فِيْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسطَ عِيَالِهٖ لَا أَدْرِيْ أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا رَافِعٍ! فَقَالَ : مَنْ هٰذَا؟ فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أُثْخِنْتُهُ: وَلَمْ أَقْتُلْه، ثُمَّ وَضَعْتُ ظُبَةَ السَّيْفِ فِيْ بَطْنِهٖ حَتّٰى أَخَذَ فِيْ ظَهْرِهٖ فَعَرَفْتُ أَنِّيْ قَتَلْتُهُ۔فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى دَرجَةٍ لَهُ فَوَضَعْتُ رِجْلِيْ وَأَنَا أُرٰى أَنِّيْ قَدِ انْتَهَيْتَ اِلَى الْأَرْضِ فَوَقَعْتُ فِيْ لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ ، فَقُلْتُ : لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَعْلَمَ أَقْتَلْتُهُ ، فَلَمَّا صَاحَ الدِّيْكُ قَامَ النَّاعِيْ عَلٰى

السُّوُرِ فَقَالَ : أَنْعِیُ أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلُ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی أَصْحَابِیُ فَقُلْتُ : النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ أَبَا رَافِعٍ فَانْتَهِیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ ((اُبْسُطْ رِجْلَكَ)) فَبَسَطْتُّ رِجْلِی فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ابورافع یہودی رسول اکرم ﷺ کو تنگ کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں سکونت پذیر تھا۔ جب وہ اس قلعے کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ لوگ اپنے مویشی لے کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو چکے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہیں ٹھہرے رہو! میں (اس قلعہ پر) جا رہا ہوں اور دربان پر کوئی تدبیر کروں گا۔ تاکہ میں اندر جانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ (قلعہ کے پاس) آئے اور دروازے کے قریب پہنچ کر انھوں نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپا لیا جیسے کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو۔ قلعہ کے تمام آدمی اندر داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے آواز دی۔ اے اللہ کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلدی آ جا۔ میں اب دروازہ بند کر دوں گا۔ (سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے کہا:) چنانچہ میں بھی اندر چلا گیا اور چھپ کر اس کی حرکات و سکنات دیکھنے لگا۔
جب سب لوگ اندر آ گئے تو اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا

[1] صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قتل أبی رافع عبداللّٰہ بن ابی الحقیق ویقال : سلام بن ابی الحقیق کان بخیبر و یقال : فی حصن له بأرض الحجاز ، الحدیث: ٤٠٣٩

۔سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اٹھالیا۔پھر میں نے قلعہ کا دروازہ کھول لیا۔ابورافع کے پاس رات کے وقت داستانیں بیان کی جارہی تھیں۔اور وہ اپنے خاص بالا خانہ میں تھا۔جب رات کے وقت قصہ گوئی کرنے والے (داستان گو)اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے مخصوص کمرے (Specific-Room) کی طرف بڑھنے لگا۔اس تک پہنچنے کے لیے اس دوران میں جتنے دروازے کھولتا تھا انہیں اندر سے بند کرتا جاتا تھا۔میرا مطلب یہ تھا کہ اگر قلعے والوں کو میرے متعلق علم ہو بھی جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کرلوں۔آخر میں اس کے قریب پہنچ ہی گیا۔اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ (سورہا) تھا۔مجھے کچھ اندازہ نہ ہوسکا کہ وہ کہاں ہے؟اس لیے میں نے آواز دی :ابورافع ! وہ بولا کون ہے؟اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی۔اس وقت میرا دل دھک دھک کررہا تھا ،یہی وجہ ہوئی کہ میں اس کا کام تمام نہیں کرسکا۔جب وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیرتک باہر ہی ٹھہرارہا۔پھر دوسری مرتبہ اندر گیا۔میں نے پھر آواز بدل کر پوچھا:ابورافع یہ آواز کیسی تھی؟وہ بولا تیری ماں غارت ہو۔ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا ہے۔(سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :)میں نے پھر (آواز کی طرف بڑھ کر) تلوار کی ایک ضرب لگائی۔اگرچہ میں اس کو خوب لہولہان تو کرچکا تھا مگر وہ ابھی مرانہیں تھا۔اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔مجھے اب یقین ہوگیا کہ میں اسے قتل کرچکا ہوں۔

چنانچہ میں نے ایک ایک کرکے دروازے کھولنے شروع کیے۔بالآخر ایک زینے پر پہنچا

۔میں یہ سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ چکا ہوں، (لیکن میں ابھی میں پہنچا ہی نہ تھا) اس لیے میں اس پر پاؤں رکھ دیا اور نیچے گر پڑا۔ چاندنی رات تھی۔ اس طرح گر پڑنے سے میری پنڈلی زخمی ہوگئی۔ میں نے اس کو اپنی پگڑی سے باندھ لیا اور آخر دروازے پر بیٹھ گیا ۔میں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ آیا میں اسے قتل کر چکا ہوں یا نہیں؟ جب مرغ نے اذان دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل (دیوار) پر ایک آواز دینے والے نے کھڑے ہوکر آواز دی: لوگو! میں اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔ تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا چلنے کی جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو (میرے ہاتھوں) قتل کرادیا ہے۔

پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ابورافع کے قتل کی اطلاع دی ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا پاؤ آگے کرو۔'' میں نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا میرا پاؤں فوراً اتنا اچھا ہوگیا جیسے کبھی اس میں مجھ کو تکلیف ہوئی ہی نہ تھی''[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ابورافع یہودی کے قتل کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں پر اچانک چھاپہ مار کاروائی کی جاسکتی ہے۔ جس سے مسلمانوں کو انتہائی درجہ کی اذیتیں لاحق ہورہی

---

[1] امام بیہقی فرماتے ہیں: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اس پر وار کیا تھا۔ لیکن کام تمام کرنے والے سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ابورافع کے قتل کے موضوع پر جتنی بھی روایات ہیں سب میں یہ بات مشترک ہے کہ اس کو موت کے گھاٹ اتارنے کا سہرہ بہرحال سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے سر ہی ہے۔ یہ بات بھی تمام روایات میں مشترک ہے کہ گرنے سے جن کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی وہ بھی سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ (حوالہ کے لیے دیکھیے السنن الکبری للبیھقی =کتاب السیر: باب قتل اکنساء والصبیان فی التبییت والغارۃ من غیر قصد وما ورد فی اباحۃ التبییت :الحدیث:۱۸۱۰۱) (۹/۱۲۸)۔

ہوں۔ ❷

دوسری مثال: یہودی طاغوت کعب بن اشرف کا قتل:

اسی طرح کی ایک مثال کعب بن اشرف یہودی طاغوت کے قتل کی بھی ہے۔ یہ شخص بھی عوام الناس کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارتا اور برانگیختہ کیا کرتا تھا۔ اس پر مسلمانوں کی طرف سے قاتلانہ کاروائی کی مفصل روداد سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه)) فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَ تُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ فَأْذَنْ لِيْ أَنْ اَقُوْلَ شَيْئًا۔ قَالَ: ((قُلْ))

فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ اِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَ قَدْ اِنِّيْ قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ ، قَالَ: وَأَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ : اِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ أَنَّ نَدَعَهُ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيْرُ شَأْنُهُ ، وَقَدْ اَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسَقًا أَوْ وَسْقَيْنِ۔

(وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ : وَسَقًا أَوْ وَسَقَيْنِ ۔ فَقُلْتُ لَهُ : فِيهِ وَسَقًا أَوْ وَسَقَيْنِ؟ فَقَالَ : أُرٰى فِيْهِ : وَسَقًا أَوْ وَسَقَيْنِ)

---فَقَالَ نَعَمْ ۔ اِرْهَنُونِي ۔ قَالُوْا: ایَّ شَيْءٍ تُرِيْدُ؟ قَالَ : اَرْهَنُوْنِيْ نِسَاءَ كُمْ۔ قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَ نَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ ۔ فَيُقَالُ : رُهِنَ بِوَسَقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ؟ هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا۔ وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ "اَللَّامَةَ" (قَالَ سُفْيَانُ : يَعْنِي السَّلَاحَ)

فَوَاعَدَهُ أَنْ يَّاتِيهِ ۔ لَيْلًا وَ مَعَهُ اَبُوْ نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ

❷ فتح الباری:۷/۳٤٥

اِلَـى الْحِصْنِ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ اِمْرَأَتُهُ : أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ: اِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَ أَخِیُ أَبُوْ نَائِلَة۔

وَقَـالَ غَيْرُ عَمْرٍو : قَالَتْ : اَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ ۔ قَالَ أَخِیُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَ رَضِيْعِی أَبُوْنَائِلَة۔

---اِنَّ الْـكَـرِيْـمَ اِذَا دُعِـیَ الـی طَعَنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ ۔ قَالَ وَيَدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَـعَـهُ رَجُـلَيْنِ ۔ قِيْلَ لِسُفْيَانَ: سَمَّاهُمْ عَمْرٌو؟ قَالَ سَمّٰی بَعْضُهُمْ۔ قَالَ عَـمْـرٌو: جَـاءَ مَـعَهُ بِرَجُلَيْنِ وَ قَالَ غَيْرُ عَمْرٍو : ابوعَبَسَ بْنُ جَبرٍ وَالْحَارِثُ ابْنُ أَوْسٍ وَ عَبَّـادُ بْـنُ بِشْـرٍ ۔ قَـالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ : اِذَا مَا جَاءَ فَاِنِّی قَـائِـلٌ بِشَعْرِهٖ فَأَشُمُّهُ فَاِذَا رَأَيْتُمُوْنِی اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهٖ فَدُوْنَكُمْ فَاضْرِبُوْهُ۔ وَ قَالَ مَرَّةً ثُمَّ أُشِمُّكُمْ۔

فَـنَـزَلَ اِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيْحُ الطِّيْبِ۔ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيْحًا أَیْ أَطْيَـبَ۔ وَقَـالَ غَيْرُ عَمْرٍو : قَالَ عِنْدِیْ أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ۔ قَـالَ عَمْرٌو: فَقَالَ أَتَاذَنُ لِیْ أَنْ أَشُمَّ رَأْسَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ دُوْنَكُمْ فَقَتَلُوْهُ۔ ثُمَّ اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ)) [1]

”رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت زیادہ ستا رہا ہے۔“ اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو

---

[1] صحيح البخاری=كتاب المغازی:باب قتل كعب بن الأشرف ، الحديث :٤٠٣٧ ، و كتاب الجهاد:باب الكذب فی الحرب، الحديث:٣٠٣١ و باب الفتك بأهل الحرب ، الحديث :٣٠٣٢، صحيح مسلم=كتاب الجهاد:باب قتل كعب بن الاشرف طاغوت اليهود ، الحديث:١٨٠١

قتل کر ڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے یہ پسند ہے۔ انہوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ بقدر ضرورت اس سے جو مناسب سمجھوں بات کرلوں؟ (خواہ ظاہراً وہ بری اور ناجائز ہی ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: اجازت ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا: یہ شخص (اشارہ رسول اکرم ﷺ کی جانب تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں مشقت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب بن اشرف بولا اور کہنے لگا: ابھی آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔ اللہ کی قسم! تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: چونکہ اب ہم نے اس کی اطاعت کر لی ہے۔ اس لیے جب تک یہ معاملہ کھل نہ جائے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ میں تم سے ایک وسق (ایک وسق ساٹھ (۶۰) صاع کے برابر ہوتا ہے جو تقریباً ایک سو تیس کلو کے برابر بنتا ہے) یا (راوی نے بیان کیا کہ) دو وسق غلّہ بطور قرض لینے آیا ہوں۔

حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں: ہم سے حدیث کے ایک راوی عمرو بن دینار نے یہ حدیث کئی مرتبہ بیان کی۔ لیکن ایک وسق یا دو وسق غلے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کیا حدیث میں ایک وسق یا دو وسق غلے کا بھی ذکر ہے؟ انھوں نے کہا! میرا بھی خیال ہے کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر آیا ہے)

کعب بن اشرف نے کہا: ہاں! میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کونسی چیز تم گروی چاہتے ہو؟ کعب بن اشرف نے کہا: اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ سیدنا مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم عرب کے نہایت خوبصورت مرد ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں کل کلاں انہیں اسی بات پر گالیاں اور طعنے دیے

جائیں گے کہ یہ تو وہی ہے نا کہ جسے ایک وسق یا دو وسق غلّے کے بدلے گروی رکھا گیا تھا۔ یہ تو ہمارے لیے بہت بڑی ذلت ہوگی۔ البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ''لائمہ'' گروی رکھ دیتے ہیں (حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں: لائمہ سے مراد ہتھیار اور اسلحہ تھا۔)

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ملاقات (Meeting) کرنے کا وعدہ کیا۔ (کچھ دنوں کے بعد) وہ رات کے وقت کعب بن اشرف کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ابونائلہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ پھر اس کے قلعہ کے پاس جا کر انھوں نے آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: اس وقت (اتنی رات گئے) باہر کہاں جا رہے ہو؟ کعب بن اشرف نے کہا: باہر محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں۔

ویسے بھی ایک بہادر، معزز اور شریف آدمی کو اگر رات کے وقت نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ جب سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔ سفیان سے پوچھا گیا: کیا عمرو بن دینار نے ان کے نام بھی لیے تھے؟ انھوں نے بتایا کہ عمرو بن دینار نے بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم اپنے ساتھ دو آدمی اور لائے تھے۔ اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب ہماری طرف آئے گا تو میں اس کے بال اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اور انہیں سونگھوں گا۔۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ عمرو بن دینار نے ایک

دفعہ یہ بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں اس کا سر تمہیں بھی سنگھاؤں گا۔ بالآخر کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی ۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی ۔عمرو کے سوا دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے بیان کیا: کعب بن اشرف اس بات پر بولا : میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کا کوئی نظیر نہیں ۔عمرو بن دینار کہتے ہیں: محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمہارے سر کو سونگھنے کی مجھے اجازت ہے؟ اس نے کہا سونگھ سکتے ہو۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف کا سر سونگھا اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔پھر دوسری دفعہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سر کو سونگھنے کی اجازت مانگی ۔اس نے دوسری دفعہ بھی اجازت دے دی ۔پھر جب محمد بن مسلمہ نے پوری طرح اسے اپنے قبضہ میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔چنانچہ انھوں نے اسے قتل کر دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کامیاب قاتلانہ کاروائی کی اطلاع دی۔[1]

---

[1] کعب بن اشرف ایک مالدار یہودی سردار تھا۔یہ بدطینت اور شیطان صفت انسان لوگوں کو خاص طور پر قریش مکہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارتا اور برانگیختہ کیا کرتا تھا۔ہمیشہ اس ٹوہ میں لگا رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح دھوکے سے پیغمبر آخرالزمان جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرا دے۔فتح الباری میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ اس نے اس غرضِ فاسد کے تحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دعوت پر بھی مدعو کیا تھا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ بروقت آگاہ کر دیا اور آپ بال بال بچ گئے۔

کعب بن اشرف کی ان حرکات سیئہ کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کروانے کا خیال ظاہر کیا۔جس پر محمد مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آمادگی ظاہر کی۔کعب بن اشرف کی سرکوبی اور اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والے گروہ کے امیر سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ تو کر لیا مگر کئی دن اس کی پروگرامنگ (programming) کے بارے میں فکرمند رہے۔

ایک دن اپنے گہرے دوست اور صحابی رسول سیدنا ابونائلہ کے گھر آئے۔وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔بعد ازاں انھوں نے عباد بن بشر، حارث بن اوس، اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم کو بھی پروگرامنگ اور مشاورت میں شامل کیا۔پھر یہ سب کے سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت آپ کے بارے (فقط حیلہ سازی کے لیے) کوئی ناپسندیدہ کلمات کہہ سکیں۔جو موقع محل کے لحاظ سے ہم مناسب سمجھیں......

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

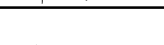
تیسری مثال: فتح مکہ کے روز کچھ مجرموں کا خونِ رائیگاں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ کو کفار ومشرکین کے ہاتھوں آزاد کرایا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل مکہ کے لیے آزادی کا پروانہ جاری کردیا۔سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے اس سے پہلے مسلمانوں کو بہت پریشان کررکھا تھا۔خواہ وہ اپنے عمل اور کردار سے پریشان کررہے تھے یا اپنے قول اور گفتار سے پریشان کررہے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ،مشہور مؤرخ اسلام علامہ ابن ہشام نے اپنی معروف تالیف ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کامل''میں اور دورِ حاضر کے عظیم مصنف فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر اپنی عالمی شہرت یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم''میں ان افراد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔مختلف کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے روز عام معافی کے اعلان کے باوجود جن کا خون رائیگاں قرار دیا گیا تھا وہ کل تیرہ افراد تھے۔جن میں سے ۹ مرد اور ۴ عورتیں تھیں اور وہ درج ذیل تھے:

1. ......عبدالعزیٰ بن خطل
2. ......حارث بن نفیل:تاریخ میں شاید ان کا یہ دوسرا نام''حویرث بن نقید بن وہب بن عبد بن قصی''مذکور ہے۔کیونکہ دونوں قسم کے ناموں کے تحت ذکر کردہ جرم اور کیفیت وسزا ایک جیسی مذکور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس چیز کی اجازت مرحمت فرمائی۔رات کے وقت جب یہ لوگ مدینہ منورہ سے کاروائی کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو سید الاولین والآخرین،امام الانبیاء والمرسلین نے بنفس نفیس ان کو جنت البقیع (اصل نام بقیع الغرقد) تک آکر الوداع کیا۔یہ سن تین ہجری تھا ۔ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔چاندنی رات تھی۔مجاہدین کی اس مختصر سی چھاپہ مار گوریلا ٹیم کو رخصت کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جاؤ!اللہ تمہاری مدد کرے۔''



③......مقیس بن صبابہ کنانی

④......حارث بن طلاطل خزاعی

⑤......عبدالعزّٰی بن خطل کی دولونڈیوں میں سے ایک،جس کا نام ارنب اور غالباً اس کی کنیت ام سعد تھی۔

⑥......عبداللہ بن سعد ابی سرح (رضی اللہ عنہ)

⑦......عکرمہ بن ابی جہل (رضی اللہ عنہ)

⑧...... ہبار بن اسود (رضی اللہ عنہ)

⑨......کعب بن زبیر (رضی اللہ عنہ)

⑩......وحشی بن حرب (رضی اللہ عنہ)

⑪...... ہند بن عتبہ (رضی اللہ عنہا)

⑫......عبدالعزّٰی بن خطل کی لونڈیوں میں سے، یہ مسلمان ہوگئی تھی۔

⑬......بنی عبدالمطلب میں سے کسی شخص کی ایک لونڈی جس کا نام ''سارہ'' یا ''ام سارہ'' تھا۔

مذکورہ بالا فہرست میں سے اوّل الذکر پہلے پانچ تو اس اعلان کے مطابق قتل کردیے گئے ۔چاہے ان میں سے کوئی کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی لٹکا ہوا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخیاں اور آپ کو اذیتیں ان کی طرف سے انتہاء کو پہنچی ہوئی تھیں۔گویا اپنے قول اور فعل سے پریشان کرتے تھے۔جبکہ پہلے پانچ کے بعد بقیہ آٹھ افراد کا جرم قدرے کم تھا۔انہوں نے اپنے جرائم سے توبہ کی،معافی کی خواہستگار ہوئے اسلام قبول کیا اور اسلام میں رہتے ہوئے

اچھا کردار اور رویہ پیش کیا۔لہٰذا ان کو معاف کر دیا گیا۔[1]

کفار کے معاونین: کالم نگاروں،شعراء،مولویوں اور فوجی اہلکاروں کا حکم:

مذکورہ بالا تمام مثالوں،دلیلوں اور واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ بات کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں اپنے قول یا اپنے فعل سے شریک ہوگا،مجاہدین اسلام کے خلاف اپنے ہاتھ یا زبان سے کافروں کی مدد کرے گا وہ کافر اور مرتد ہے۔ایسے شخص کو قتل کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس اس کام کی استطاعت موجود ہے۔

اس بارے میں وہ تمام افراد برابر ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا ہے اور جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔

- چاہے وہ بڑے بڑے حکمران اور لیڈر رہوں۔
- چاہے حکمرانوں کے وزیر اور مشیر ہوں۔
- چاہے ان کی حمایت میں آرٹیکلز (Articles) لکھنے والے کالم نگار ہوں۔
- چاہے وہ شُیُوخُ الضَّلَالَة (گمراہ کرنے والے مولوی) ہوں جو مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں عام لوگوں کو کافروں کا ساتھ دینے کی دعوت اور تبلیغ کرتے ہوں۔
- چاہے وہ افواج اور انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے عام فوجی اور اہلکار ہوں۔
- چاہے وہ کافروں کے لیے اپنا قولی اور فعلی تعاون کرنے والے مفسرین،شعراء مفکرین، اخبار نویس اور اخباری رپورٹر ہوں۔
- چاہے کافروں کو اپنا جانی اور مالی تعاون پیش کرنے والے اسلام دشمن عناصر ہوں۔الغرض

---

[1] فتح الباری: ۶۰/۴۰، ۶۱ ۔ زادالمعاد: ۴۱۱/۳ ۔ سیرۃ النبی کامل لابن ھشام: ۴۸۵/۲ ۔ الرحیق المختوم: ۶۵۵

یہ تمام لوگ درحقیقت ایک گروہ اور جماعت ہیں، کفر وارتداد کے احکام اور جنگ وقتال کے معاملہ میں ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وضاحت فرماتے ہیں:

" وَكَذَالِكَ الْأَثَرُ الْمَرْوِیُ ((اِذا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قِيْلَ : أَيْنَ الظَّلَمَةُ وَ أَعْوَانُهُمْ؟ أَو قَالَ: وَأَشْبَاهُهُمْ؟ فَيُجْمَعُوْنَ فِیْ تَوَابِيْتَ مِنْ نَارٍ ثُمَّ يُقْذَفُ بِهِمْ فِی النَّارِ)) وَ قَدْ قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السَّلَفِ: ((أَعْوَانُ الظَّلَمَةِ مِمَّنْ أَعَانَهُمْ ، وَ لَوْ أَنَّهُ لَاقَ لَهُمْ دَوَاءً ، أَوْ بَرٰى لَهُمْ قَلَمًا ، ومِنْهُمْ مَنْ كَانَ يَقُوْلُ : " بَلْ مَنْ يَّغْسِلُ ثِيَابَهُمْ مِنْ أَعْوَانِهِمْ ، وَأَعْوَانُهُمْ هُمْ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ الْمَذْكُوْرِيْنَ فِی الْآيَةِ، فَاِنَّ الْمُعِيْنَ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى مِنْ أَهْلِ ذَالِكَ ، وَالْمُعِيْنُ عَلَى الْاِثْمِ وَالعُدْوَانِ مِنْ أَهْلِ ذٰلِكَ ، قَالٰى تَعَالٰى: ﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِيْتًا ۝﴾ وَالشَّافِعُ الَّذِیْ يُعِيْنُ غَيْرَهُ فَيَصِيْرُ مَعَهُ شَفَعًا بَعْدَ أَنْ كَانَ وِتْرًا ، وَ لِهَذَا فُسِّرَتُ الشَّفَاعَةُ الْحَسَنَةُ بِاِعَانَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الجِهَادِ ، وَالشَّفَاعَةُ السَّيِّئَةُ بِاِعَانَةِ الْكُفَّارِ عَلٰى قِتَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا ذَكَرَ ذَلِكَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَأَبِیْ سُلَيْمَانَ۔" [1]

''جب قیامت کا دن ہوگا آواز دی جائے گی: ظالم وجابر اور ان کے مددگار ومعاون کہاں ہیں ؟انہیں آگ کے صندوقوں میں جمع کردیا جائے گا۔ پھر ان سب کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا

[1] مجموع الفتاوی:٧/٦٤

جائے گا۔اسی وجہ سے سلف صالحین میں سے بہت زیادہ افراد کا یہ موقف ہے کہ: ظالموں اور جابروں کے مددگاران لوگوں کے حکم ہی میں شامل ہیں جن کا وہ تعاون کرتے ہیں۔اگرچہ وہ ظالموں کے لیے محض دوادارو اور علاج معالجہ کا ہی بندوبست کریں یا محض ان کو قلم تراش کر ہی پیش کریں۔''

بعض سلف نے تو یہاں تک کہا ہے کہ: ظالموں کے کپڑے دھونے والا بھی ان کے ساتھ ہوگا۔جس جس میدان میں کوئی کسی کو تعاون پیش کرتا ہے وہ اس میدان میں اصل ذمہ دار کے گناہ یا ثواب میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔اگر کوئی کسی کا نیکی اور تقوٰی کے معاملات میں تعاون کرتا ہے تو وہ اس نیکی اور تقوٰی میں ثواب میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔اسی طرح اگر کوئی گناہ اور زیادتی کے معاملات میں کسی کا تعاون کرتا ہے تو وہ اس گناہ اور زیادتی کی سزا میں برابر شریک ہوتا ہے۔اسی بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے:[1]

نیز اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کی آیت:۸۵ میں فرماتے ہیں:''جو شخص کسی نیکی یا بھلے کام کی سفارش کرے اسے بھی اس (نیکی اور بھلے کام کے اجر) کا کچھ حصہ ملے گا اور جو برائی اور بدی میں سفارش کرے اس کے لیے بھی اس (برائی اور بدی کے گناہ اور سزا) میں ایک حصہ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

عربی زبان میں ایک لفظ ''الشـــفـــع'' ہے اور ایک لفظ ''الـــوتـــر'' ہے۔طاق عدد کو

---

[1] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:﴿وَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [المائدة=۵:۲]

''نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو، گناہ اور ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔''

"الوتر" کہتے ہیں جبکہ جفت عدد کو "الشفع" کہتے ہیں۔ "الشافِع" (سفارشی) وہ ہوتا ہے کہ جو کسی کی سفارش کر کے اس کی معاونت اور مدد کرتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مل کر شفع (یعنی ڈبل) ہو جاتا ہے جبکہ سفارش سے پہلے وہ "وتر" (یعنی سنگل) ہوتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکورہ سورۃ النساء کی آیت: ۸۵ میں جو ﴿شَفَاعَةً حَسَنَةً﴾ کا تذکرہ آیا ہے۔ مفسرین کرام نے اس سے "مومنوں کی جہاد پر مدد" کرنا مراد لیا ہے۔ اسی آیت کریمہ میں جو ﴿شَفَاعَةً سَيِّئَةً﴾ کا تذکرہ آیا ہے اہل تفسیر نے اس سے مومنوں کے خلاف جنگ میں کافروں کی مدد کرنا" مراد لیا ہے۔ امام ابن جریر طبری اور امام ابوسلیمان نے اپنی اپنی تفاسیر میں یہ تفسیر بیان فرمائی ہے۔"

(امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

فرعون کو "صاحب اوتاد" کیوں کہا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں طاغوتوں اور کافر حکمرانوں کے لشکروں کو "اوتاد" کہا ہے۔ لفظ "اوتاد" جمع ہے۔ اس کا واحد "وَتِدٌ" ہے۔ "وَتِدٌ" کا معنی میخ اور کھونٹی ہے۔ کیل اور میخ کسی چیز کو مستحکم کرنے کے لیے ٹھوکا جاتا ہے۔ طاغوتوں اور کافر حکمرانوں کے فوجیوں اور لشکروں کو قرآن میں "اوتاد" اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے حکمرانوں کے اقتدار اور حکومت کو مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ۝ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ۝ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ۝﴾

[الفجر=۸۹: ۱۰-۱۲]

"اور (بھلا کیا سلوک کیا تیرے رب نے) فرعون کے ساتھ جو میخوں والا (یعنی لشکروں والا) تھا۔ ان سب (لشکروں) نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا۔ اور بہت زیادہ فساد مچا

رکھا تھا۔''

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اللہ جل ثناؤہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے رب نے ''صاحب اوتاذ''فرعون کے ساتھ جو حشر کیا، کیا آپ نے اس کو دیکھا؟۔اہل تفسیر کا "ذی الأوتاد" کی تفسیر میں کچھ اختلاف ہے۔اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ فرعون کو "ذی الأوتاد" کا لقب کیوں دیا گیا؟اس بارے میں بعض مفسرین کا موقف یہ ہے کہ "ذی الأوتاد" کا معنی "ذی الجُنُود" ہے۔"ذی الجُنُود" کا اردو میں معنیٰ ''لشکروں والا'' ہے۔لہٰذا لفظ اوتاد سے وہ افراد لشکر،افواج اور انتظامیہ مراد ہے جو اس کی حکومت و اقتدار کو طاقت اور قوت بخشتے تھے۔مفسرین کے ایک گروہ کے موقف کے مطابق مذکورہ آیات میں لفظ ''اوتاد'' دراصل ''لشکروں'' کے معنی میں ہے۔''[1] (امام ابن جریر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

مذکورہ بحث سے لشکروں کو ''اوتاد'' کہنے کی وجہ اور سبب بھی معلوم ہوگیا کہ وہ چونکہ کفر کی بادشاہت اور حکومت کو استحکام اور تسلط فراہم کرتے ہیں اس لیے وہ اوتاد (یعنی میخیں اور کیل)ہیں۔اگر ان طاغوتوں اور حکمرانوں کو ان لشکروں اور افواج کی سپورٹ حاصل نہ ہوتی تو ان کا کفر اور باطل اقتدار بہت جلد زمین بوس ہو جاتا۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی بیان کردہ تفسیر اس شخص کے دماغ کی کھڑکیاں کھولنے کے لیے کافی ہے جو ان حکمرانوں کی ماتحتی میں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے والے عام فوجیوں اور اہلکاروں کا دفاع کرتا ہے کہ یہ لوگ ناچار اور بے بس ہیں۔ان کو اوپر سے

---

[1] تفسیر الطبری:۲۰/۱۷۹

جو حکم ملتا ہے یہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔ان کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں۔لہٰذا یہ بالکل بے قصور اور بے گناہ ہیں یا پھر اسی طرح کے دیگر عذر اور اسباب بیان کرتے ہیں۔جبکہ اپنی ان باتوں پر وہ قرآن مجید کی کوئی آیت یا کوئی مستند اور صحیح حدیث پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

طلیحہ اسدی کے پیروکاروں کا وفد خدمت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں:

عہد صدیقی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع اور اتفاق ہو چکا تھا کہ مرتدین میں سے بڑے بڑے اماموں اور سرداروں کا جو حکم ہے وہی ان کے معاونین اور حامیوں کا ہے۔مثلاً نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی کے پیروکاروں اور مددگاروں کو اسی سزا کا مستحق سمجھا گیا جس کا مستحق جھوٹے نبیوں کو سمجھا گیا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے بھی گویا اس موقف کو تقویت ملتی ہے کہ جو حکم کفار اور مرتدین کا ہے وہی ان کے انصار و معاونین کا ہے۔اس موضوع کی مناسبت سے طارق بن شہاب نے ایک اثر روایت کیا ہے، جو اس طرح ہے:

جَاءَ وَفْدَ مِنْ أَسَدٍ وَ غَطَفَانَ اِلٰی أَبِی بَكْرٍ يَسَأَلُوْنَهُ الصُلْحَ ، فَخَيَّرَهُمْ بَيْنَ الْحَرْبِ الْمُجْلِيَةِ أَوِ السِّلْمِ الْمُخْزِيَةِ ، فَقَالُوْا: يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! هٰذِهِ الْمُجْلِيَةُ قَدْ عَرَفْنَا فَمَا الْمُخْزِيَةُ؟ قَالَ: تُنْزِعُ مِنْكُمُ الْحَلْقَةَ وَالْكُرَاعَ ، وَنَغْنَمُ مَا أَصَبْنَا مِنْكُمْ وَتَرُدُّوْنَ عَلَيْنَا مَا أَصَبْتُمْ مِنَّا وَتَدُوْنَ قَتْلَانَا وَلَا نَدِیْ قَتْلَاكُمْ ، وَتَكُوْنُ قَتْلَاكُمْ فِی النَّارِ ، وَتَتْرُكُوْنَ أَقْوَامًا تَبْتَغُوْنَ أَذْنَابَ الْإِبِلِ حَتّٰی يُرِیَ اللّٰهُ خَلِيْفَةَ رَسُوْلِهِ وَالْمُهَاجِرِيْنَ أَمْرًا يَعْذِرُوْنَكُمْ بِهِ ، فَعَرَضَ أَبُوْبَكْرٍ مَا قَالَهُ عَلَی الْقَوْمِ ، فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: قَدْ رَأَيًا وَ سَنُشِيْرُ عَلَيْكَ:

”اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْهَرَبِ الْمُجْلِيَةِ وَالسِّلْمِ الْمُخْزِيَةِ فَنِعْمَ مَا ذَكَرْتَ ، وَأَمَّا مَا

ذَکَرْتَ تَدُوْنَ قَتْلَانَا وَ تَکُوْنُ قَتْلَاکُمْ فِي النَّارِ فَإِنَّ قَتْلَانَا قَاتَلَتْ فَقُتِلَتْ عَلٰی أَمْرِ اللّٰهِ ، أُجُوْرُهَا عَلَی اللّٰهِ لَیْسَ لَهَا دِیَاتٌ ، قَالَ : فَتَتَابَعَ الْقَوْمُ عَلٰی مَا قَالَ عُمَرُ[1] وَالْحَدِیْثُ أَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيِّ)) [2]

''بزاخہ خاندان کی دوذیلی شاخوں بنواسد اور بنوغطفان کا ایک مشترکہ وفد خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خدمت میں حاضر ہوا۔اس وفد کے افراد نے آپ رضی اللہ عنہ سے نقض عہد کے بعد تجدید صلح کی درخواست کی۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا: جلاوطنی پر مبنی جنگ چاہتے ہو یا ذلت آمیز صلح وفد کے ارکان کہنے لگے: جلاوطنی پر مبنی جنگ کی تو ہم کو سمجھ میں آگئی ہے البتہ ذلت آمیز صلح کی سمجھ نہیں آئی۔یہ کیا چیز ہے؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ذلت آمیز صلح کی یہ وضاحت فرمائی:

① ہم تمام اسلحہ اور گھوڑے تم سے چھین لیں گے۔

② جو کچھ ہم نے تم سے حالت جنگ میں مال حاصل کیا ہوا ہے وہ ہمارے پاس غنیمت کے طور پر رہے گا۔جب تک کہ تم نے جو مال ہم سے حاصل کیا ہوا ہے وہ تم ہمیں واپس کروگے۔

③ تم لوگ ہمیں مقتولین (اور شہداء) کا فدیہ دوگے جب کہ ہم تمہارے مقتولین (اور مرداروں) کا فدیہ ادا نہیں کریں گے۔بلکہ تمہارے مقتولین جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

④ ہم تمہیں ایسی حالت میں زندہ رہنے دیں گے کہ تم (غریب رعیت کی طرح) اونٹوں کی دموں کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے فقط اونٹ چراتے رہو۔(تاکہ تم معاشرے میں باوقار،خود

[1] فتح الباری:۱۳/۲۱۰ ، نیل الاوطار:۸/۲۲۔ اس کوامام برقانی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر روایت کیا ہے۔

[2] صحیح البخاری=کتاب الاحکام: باب الاستخلاف ، الحدیث:۷۲۲۱

مختار اور سر کردہ افراد کی حیثیت اختیار نہ کر سکو) تمہیں اس حالت میں اس وقت تک باقی رکھا جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے خلیفہ اور مہاجرین کو کوئی ایسی صورت حال واضح نہ کر دے جس سے وہ تمہارا (بدعہدی، غداری اور بغاوت والا) جرم معاف نہ کر دیں۔ [1]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ قوم پر پیش کیا: تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: اے خلیفۂ رسول! آپ نے جو رائے دی سو دی۔ ہم بھی آپ کی خدمت میں کچھ باتیں بطور مشورہ کے عرض کرنا چاہتے ہیں: آپ نے جلاوطنی پر مبنی جنگ اور ذلت آمیز صلح کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس بارے میں آپ نے جو فرمایا ہے بلاشبہ بہت خوب فرمایا ہے۔ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم ہمارے شہداء کی دیت دو گے اور تمہارے مقتولین جہنم میں جائیں گے۔ اس بارے میں صرف اتنی گزارش ہے کہ جب ہمارے شہداء نے اللہ کے حکم کی بناء پر جنگ اور جہاد کیا ہے، پھر اس کے نتیجہ میں وہ اگر قتل (یعنی شہید) بھی ہوئے ہیں تو ان کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ ہمارے ان شہداء کے لیے خون بہا نہیں ہونا چاہیے۔ اس واقعہ کو بیان کرنے والا راوی کہتا ہے کہ لوگوں نے بھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مشورہ اور رائے کی تائید کی۔ یہ مکمل روایت اگرچہ بخاری شریف میں نہیں البتہ اس حدیث کا اصل مفہوم اور مین پوائنٹ (Main Point) بہرحال بخاری شریف میں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا اثر کو امام برقانی کی

[1] یعنی تمہارے قول و فعل سے، کردار اور گفتار سے، رہن سہن سے اور بود باش سے یہ واضح نہ ہو جائے کہ اب تم نے صحیح معنوں میں توبہ کر لی ہے اور آئندہ تم اس قسم کی بدعہدی اور باغیانہ روش کے مرتکب نہیں پائے جاؤ گے۔ اس وقت تک نہ تو ہتھیار اور گھوڑے تمہارے پاس ہوں گے، نہ مال کی فراوانی تمہارے پاس ہوگی، بلکہ اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے کوئی بھی متحرک، باعزت، آزادانہ اور معزز کردار ادا کرنے کی تمہیں ہرگز اجازت نہیں ہوگی بقول اے قرآن ﴿وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ ''وہ ذلیل و پست ہو کر زندگی گزارنے والے ہوں گے۔''

روایت سے بیان کیا ہے۔اس کے بعد اس اثر کی تشریح اور تصریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اثر کا صرف آخری تھوڑا سا حصہ ہی بیان کیا ہے۔یعنی تَتبَعُوْنَ أَذْنَابَ الْاِبِلِ حَتّٰی یُرِیَ اللّٰهُ خَلِیْفَةَ رَسُوْلِهٖ وَالْمُهَاجِرِیْنَ أَمَرًا یَعْذِرُوْنَكُمْ تک الفاظ ہی نقل فرمائے۔تاہم امام برقانی نے اپنی سند سے اس ''اثر'' کو پوری تفصیل سے نقل کیا ہے۔جس کا فقط تھوڑا سا حصہ امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔یہ جانی پہچانی بات ہے کہ خاندان ''بزاخہ'' کے مذکورہ افراد ''طلیحہ اسدی'' کذاب کی قوم کے لوگ تھے ،جنہوں نے طلیحہ کذاب کی اطاعت گزاری کی اور اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کی۔

جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور ان کو بدترین شکست سے دوچار کیا تو ان لوگوں نے اپنا ایک وفد تشکیل دے کر خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب روانہ کیا۔(تاکہ وہ اسلام لانے کے بعد اپنی بدعہدی کرنے اور ایک جھوٹے نبی کا ساتھ دینے پر معذرت اور معافی کی درخواست پیش کریں۔)[1]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیان کی تشریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی زبانی:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا اثر میں سے چند درج ذیل الفاظ کے معنی اور شرح بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

① اَلْحَرْبُ الْمُجْلِیَة: تمام مال اور جائیداد سے بے دخل کر دینے والی جنگ۔

② السِّلْمُ الْمُخْزِیَة: لفظ ''الْمُخْزِیَة'' خِزْیٌ سے مشتق ہے۔الخِزْیُ کا معنی ہے ''ذلت ورسوائی کے اوپر برقرار رکھنے والی صلح''

---

[1] فتح الباری:۱۳/ ۲۱۰،۲۱۱

③ الحَلَقَة: آلاتِ حرب وضرب، ہتھیار

④ الکُرَاعُ: تمام قسم کے گھوڑے

⑤ وَ نَغْنَمُ مَا أَصَبْنَا مِنْكُمْ: یعنی جو ہم نے تم سے مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ مستقل طور پر ہماری دسترس میں رہے گا۔ہم اس کو شرعی فریضہ کے طور پر اپنے درمیان تقسیم کریں گے اس میں سے کوئی چیز بھی تمہاری طرف واپس نہیں کریں گے۔

⑥ وَتَرُدُّوْن عَلَيْنَا مَا اَصِبْتُم مِنَّا : یعنی جو مال تم نے مسلمانون کے لشکر(یعنی مجاہدین اسلام) سے حالت جنگ میں لوٹا ہوا ہے وہ تم ہماری طرف واپس کرو گے۔

⑦ تَدُوْنَ: ہمارے شہداء اور مقتولین کی دیتیں اور خون بہا تم ہمیں ادا کرو گے۔

⑧ قَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ: یعنی تمہارے مقتولین آخرت میں جہنم کے اندر داخل ہوں گے یعنی وہ دوزخی ہیں۔ہم ان کی دیت ادا نہیں کریں گے۔اس لیے کہ وہ اپنے کفر، ارتداد اور شرک پر مرے ہیں وہ کوئی ناحق اور ناجائز قتل نہیں کیے گئے۔اس وجہ سے دنیا میں ان کی کوئی دیت (خون بہا) ادا نہیں کی جائے گی۔

⑨ تَتبَعُوْنَ أَذْنَابَ الْبَقَرِ: یعنی تم ایک غریب رعایا کی طرح فقط اونٹ چرانے والے بن کر زندگی گزارو گے۔معاشرے میں تمہیں موثر اور ایکٹو رول (Active Role) ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔جب تک تمہاری توبہ کی حقیقت واضح نہ ہو جائے ۔کیونکہ جب ان سے اسلحہ سلب کرلیا جائے گا تو وہ دیہات کے عام باشندے بن کر رہ جائیں گے۔ان کو زندگی کی فقط وہی آسائشیں حاصل ہوں گی جو ان کے اونٹوں کی کمائی سے ان تک پہنچ سکیں گی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی بیان کی مزید تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''بزاخہ خاندان کے عہد شکن مرتدین سے اسلحہ چھین لینے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی شان وشوکت اور دبدبہ وہیبت ختم ہو جائے۔لوگ ان کی طرف سے بہر حال بے خوفی اور امن محسوس کریں۔ ❶

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طلیحہ اسدی کذاب کی اطاعت قبول کرنے والے اور اس کا ساتھ دینے والے ''خاندان بزاخہ'' کے لوگ پہلے اسلام میں داخل ہوئے۔ بعدازاں مرتد ہو گئے۔ارتداد کے بعد انہوں نے اپنے جرم کی معافی کے لئے اپنے قاصدوں کا ایک وفد تشکیل دے کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانب روانہ کیا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کا اس وقت تک فیصلہ کرنا پسند نہ کیا جب تک ان کے بارے اپنے دیگر ساتھیوں ''أَهْلُ الْحَلِّ وَالْعَقد'' سے مشورہ طلب نہ کر لیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سناتے ہوئے انہیں فرمایا کہ تم صرف جنگلوں میں رہتے ہوئے اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر کھیتی باڑی کر کے یا مال مویشی پال کر اپنی گزراوقات کر سکتے ہو۔ ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

(حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ خاندان بزاخہ کے بارے مزید فرماتے ہیں)

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاندانِ بذاخہ کو مہلت اور ڈھیل دی تھی اس کا مقصد وحید صرف یہ تھا کہ پتہ چل جائے کہ وہ اپنے جرم وگناہ کی توبہ،معذرت اور معافی میں کس حد تک مخلص ہیں۔نیز یہ بات کھل جائے گی کہ انہوں نے مذہب اسلام کے حسن وجمال کو قبول کرنے کے لحاظ سے کس قدر دوستی پیدا کی ہے۔'' ❸

---

❶ فتح الباری:۱۳/۲۱۰،۲۱۱

❷ فتح الباری:۱۳/۲۱۰،۲۱۱

❸ فتح الباری:۱۳/۲۱۰،۲۱۱

خلاصۂ کلام:

وفد بزاخہ کے واقعہ پر غور کنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان تمام مرتدین کے بارے میں متفقہ فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ سب کے سب سزا کے حق دار ہیں۔خواہ وہ ان لوگوں کے ورثاء ،پیشوا،لیڈر اور بڑے بڑے سردار تھے یا عام رعایا اور کارکنان سب کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیا گیا،دنیا وآخرت میں ان پر ایک جیسے احکام لاگو کیے جائیں،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ابتدائی دور کا یہ واقعہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے،جس کو تسلیم کیے بغیر چارۂ کار نہیں ہے کہ مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ساری جماعت اور گروہ کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہے۔اس بارے میں تکبر وغرور میں ڈوبے ہوئے قائدین اور معاشرے کے کمزور ماتحت عام فوجیوں،سپاہیوں اور ہرکاروں میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔صحیح اور واضح موقف یہی ہے کہ وہ سب کے سب اسلام کے خلاف اور کفر کی حمایت میں جنگ کرنے میں اکٹھے تھے۔پھر اسی کفر پر ہوتے ہوئے وہ قتل کیے گئے۔لہٰذا بدیہی طور پر ان سب کا حکم بھی ایک ہی ہونا تھا۔

❁ اللہ کرے کہ ہم ان لوگوں میں سے ہوں،جن کا سینہ خلاّق عالم نے نورِ ہدایت کے لیے منور کردیا ہے۔

❁ اللہ کرے کی ہمارا شمار ان لوگوں میں سے ہو،جن کے سینے میں خواہش نفس کی پیروی کا کوئی عمل دخل نہیں۔

❁ اللہ کرے کہ ہم اس چیز کو مضبوطی سے تھامنے والے بن جائیں،جس چیز پر ایسے بہترین لوگوں نے متفقہ فیصلہ دے دیا۔جن لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے بہترین گواہی ہے۔

جب آپ گزشتہ بحث پر غور وفکر کریں گے تو یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے کے لیے نکلتا ہے اور جو شخص بھی ان لڑنے والوں کے ساتھ کسی بھی طرح

شریک ہوتا ہے وہ سب لوگ سزا کے مستحق اور سزا میں برابر ہیں ۔دنیا و آخرت میں ان پر ایک جیسے احکام لاگو ہوں گے۔اس بارے حکمران اور حکمرانوں کے ماتحت عام فوجی سب برابر شریک ہوں گے کوئی فرق نہیں ہوگا۔ (وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ)

باب:8

مشکلات اور سخت حالات میں جو کلمہ حق سر بلند کرتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوموں میں سر بلندیاں اور رفعتیں عطا فرماتا ہے اور لوگ بھی ان کا نام لیتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہم پڑھتے ہیں یعنی ان کے لیے اللہ سے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس درباری،سرکاری اور پیٹ کے پجاری مولویوں کا کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ ان پر، لعنتیں ہی بھیجتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کسی شرعی ضرورت کے تحت کفار کا ساتھ دینا

قبل ازیں یہ بحث گزر چکی ہے کہ کافروں سے دوستی کرنا، ان کی مدد کرنا اوران کوتقویت پہنچانا بہت بڑا جرم ہے۔ یہ ایسا جرم ہے کہ جو ایک مسلمان کوملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی مسلم شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ذریعہ، واسطہ (وچکولا)، اور سفارشی ہونے کا کردارادا کرے۔ نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ کافروں کی اتحادی افواج کے ساتھ اپنا اتحاد قائم کرے۔ چہ جائیکہ وہ باقاعدہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے درپے ہو جائے۔ ایک مسلمان سے مسلمان ہوتے ہوئے اس چیز کی امید نہیں کی جاسکتی۔

اب اس بحث میں ہم اس مسئلہ کو ایک اور زاویہ سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی شرعی ضرورت اور جائز ضرورت کے تحت کافروں اور مسلمانوں کے درمیان ذریعہ، واسطہ اور بظاہر معاون کا کردارادا کرتا ہے تو یہ شخص کافروں کے مددگاروں اور معاونین کے حکم میں داخل نہیں ہوگا۔ وہ اس طرح کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کوئی ایسا کام کرے جس میں مسلمانوں کی مصلحت اور خیر خواہی مقصود ہو۔ مثلاً کسی سر چڑھے طاغوت کو، کسی بہت بڑے فسادی کو اور مسلمانوں کو اذیتیں اور تکلیف دینے والے کسی شخص کو قتل کرنا مقصود ہو۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور شرعی مصلحت پیش نظر ہو، جس کو شریعت واقعتاً مصلحت قرار دیتی ہو تو ایسی صورت میں کسی کافر کا ساتھ دینا، مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک رابطے کا کردارادا کرنا جائز اور درست ہے۔ ایسی صورت میں یہ عمل کرنے والا ہرگز کافر نہیں ہوگا۔ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم

ہو جائے کہ اس کا معاملہ اس طرح کا ہے تو اس کے ساتھ کافروں والا سلوک نہیں کیا جائے گا ۔ بلکہ اس طرح کا کردار ادا کرنے والا ایک مسلم مجاہد کا کردار ادا کرتا ہے ۔ اس موضوع پر ہم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چار واقعات پیش خدمت کرتے ہیں:

پہلا واقعہ: سیدنا فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسود عنسی کا قتل:

سب سے پہلا واقعہ سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے ۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعوی کر ڈالا ۔ اہل یمن کی ایک بہت بڑی جماعت دینِ اسلام سے پھر گئی اور مرتد ہو گئی ۔ اس مرتد جماعت کے افراد نے اسود عنسی کی پیروی اختیار کر لی ۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ اسود عنسی ''صنعاء'' شہر پر غالب آ گیا ۔ اس وقت صحابی رسول سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسود عنسی کے سامنے ظاہر کیا کہ گویا وہ اس کے خاص لوگوں میں شامل ہے اور بہترین معاونین میں سے ہے ۔ لیکن دل کے اندر ایک پروگرام تھا کہ میں نے اسے قتل کرنا ہے ۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا فیروز الدیلمی کے واقعہ کو اپنی ''الجامع الصَّحِیُح'' میں بیان فرمایا ہے ۔ ایک تابعی عبیداللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے صحابی رسول اور حِبرُ ھٰذِہِ الُاُمَّۃ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے بارے میں دریافت کیا جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کسی بیان کرنے والے نے مجھے وہ خواب یوں بیان کیا ہے (دوسری روایت میں اس بیان کرنے والے کا نام سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے) کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((بَیُنَـا أَنَـا نَـائِـمٌ أُرِیتُ أَنَّہُ وُضِعَ سِوَارَانِ مِنُ ذَھَبٍ فَفَظِعُتُھُمَا وَ کَرِھُتُھُمَا ۔ فَـأُذِنَ لِـی فَـنَـفَـخُـتُـھُـمَـا فَـطَارَا فَأَوَّلُتُھَا کَذَّابَیُنَ یَخرُجَانِ)) فَقَالَ عُبَیُدُ اللّٰہِ : اَحَدُھُمَا الُعَنسِیُّ اَلَّذِیُ قَتَلَہُ فَیرُوزُ وَالُآخِرُ مُسَیُلَمَۃُ الُکَذَّابُ'' ❶

’’مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا کہ میرے ہاتھوں پر سونے کے دو کنگن رکھ دیے گئے ہیں ۔میں ان سے بہت گھبرایا اور میں نے دونوں کنگنوں کو ناپسند کیا۔ پھر مجھے حکم ہوا اور میں نے انہیں پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے ۔میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ نبوت کے دو جھوٹے دعویدار عنقریب نکلنے والے ہیں ۔‘‘ روایت بیان کرنے والے تابعی جناب عبیداللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبوت کے ان دو جھوٹے دعویداروں میں سے ایک اسود عنسی تھا جسے سیدنا فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ نے یمن میں قتل کیا تھا۔اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا۔‘‘

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مندرجہ ذیل حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((ثُمَّ خَرَجَ فَيُرُوزُ الدَّيُلمِيُّ عَلَى الْأَسُوَدِ الْعَنُسِيِّ وَ جَآءَ الْخَبَرُ اِلٰى رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ بِقَتُلِهِ وَهُوَ فِي مَرَضِ مَوُتِهٖ ، فَخَرَجَ فَأَخُبَرَ أَصُحَابَهُ بِذَالِكَ وَ قَالَ : ((قُتِلَ الْأَسُوَدُ الْعَنَسِيُّ اللَّيُلَةَ قَتَلَهُ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنُ صَالِحِيُنَ)) وَ قِصَّتُهُ مَشُهُوُرَةٌ ❷

’’پھر سیدنا فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ اسود عنسی کذاب کا قصہ تمام کرنے کے لیے نکلے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے کہ بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے قتل کی خبر پہنچ گئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو یہ خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا: آج اسود عنسی کا قصہ تمام ہو چکا ہے اور

---

❶ (پچھلے صفحہ کا حاشیہ):صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب قصة الاسود العنسی، الحدیث:٤٣٧٩

❷ الجواب الصحیح فیمن بدل دین المسیح:١/١٠٩

نیک لوگوں میں سے ایک نیک شخص نے اس کو قتل کیا ہے۔'' اسود عنسی کے قتل کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

سیدنا فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے سیدنا فیروز کے واقعہ میں اپنی سند کے ساتھ ضحاک بن فیروز سے بیان کیا ہے۔ ضحاک بن فیروز اپنے والد فیروز سے بیان کرتے ہیں:

((قُدِمَ عَلَيْنَا وَبْرُ بْنُ يَحْنُسٍ بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا فِيهِ بِالْقِيَامِ دِيْنِنَا وَالنُّهُوْضِ فِي الْحَرْبِ وَالْعَمَلِ فِي الْأَسْوَدِ اِمَّا مُصَادَمَةٌ ، وَأَنْ نُبَلِّغَ عَنْهُ مَنْ رَّأَيْنَا أَنَّ عِنْدَهُ نَجْدَةً وَ دِيْنًا فَعَمِلْنَا فِي ذَالِكَ)) [1]

''سیدنا وبر بن یحنس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ گرامی (خط) لے کر ہمارے پاس آئے۔ اس خط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمارے لیے یہ حکم تھا کہ ①...... تم اپنے دین ''اسلام'' پر قائم اور ڈٹے رہنا۔ ②...... دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ میں برسر پیکار رہنا ہے۔ ③...... اسود عنسی کذاب کا کام تمام کرنا ہے۔ چاہے کسی خفیہ پلاننگ سے وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے یا پھر دو بدو جنگ سے اور ④...... ہر وہ شخص جس کے پاس جرأت و بہادری اور پرہیز گاری اور دینداری کے جذبات ہیں اس تک میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ سیدنا فیروز فرماتے ہیں: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم نامہ پر پورا پورا عمل کیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۲۴۷-۲۵۷، فتح الباری: ۸/ ۹۳

"أَنَّ فَيرُوز وَ مَنُ مَعَهُ احتَالُوا عَلَى الأَسوَدِ وَ أَظهَرُوا مُتَابَعَتَهُ حَتّٰى تَمَكَّنُوا مِنُ قَتلِهِ ، وَقَدُ أَثْنَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَيرُوزَ"[1]

''سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اوران کے ساتھیوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ اسود عنسی کذاب کے قتل کے لیے منصوبہ بندی اورحیلہ سازی کی۔انھوں نے بڑی فہم وفراست سے اسود عنسی کے سامنے اپنی پیروی اوراطاعت کا اظہار کیا۔یہاں تک کہ سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کے لیے اس کذاب ومرتد کو قتل کرنا ممکن ہوگیا۔اس عظیم اورکامیاب مشن کو پورا کرنے پرہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیروز رضی اللہ عنہ کے لیے تعریفی کلمات ارشادفرمائے۔''

دوسرا واقعہ: سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کعب بن اشرف کا قتل:

کافروں کو دھوکہ دینا جائز ہے اوراپنا ٹارگٹ اورمقصد پورا ہونے تک کافروں کی موافقت ظاہر کرنا بھی جائز ہے۔اس مسئلہ میں وہ واقعات بھی بطور دلیل پیش کیے جاسکتے ہیں جوکعب بن اشرف ،ابن ابی الحقیق اور خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کے بیان میں کتب احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔کعب بن اشرف کودھوکے کے ساتھ اچانک قتل کرنے کا واقعہ امام بخاری اورامام مسلم رحمہم اللہ نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ : ((مَنُ لِكَعبِ بُنِ الأَشُرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدُ آذَى اللّٰهَ وَ رَسُولَه)) فَقَامَ مُحَمَّدُ بُنُ مُسلِمَةَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! اَ تُحِبُّ أَنُ أَقتُلَهُ؟ قَالَ:

---

[1] تاريخ الطبری:۲/۲۴۷-۲۵۷، فتح الباری:۸/۹۳

((نَعَمْ)) قَالَ فَأذَن لِیْ أَنْ اَقُوْلَ شَیْئًا۔ قَالَ: ((قُلْ))، فَأَتَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ فَقَالَ اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَۃٌ وِاِنَّہُ قَدْ عَنَّانَا وَ قَدْ اِنِّیْ قَدْ أَتَیْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ ......))

''کعب بن اشرف کا کون کام تمام کرے گا ؟ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت ستا رہا ہے۔اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اورعرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اسے قتل کرآؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہاں'' مجھے یہ پسند ہے ۔سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ اس سے کچھ (بظاہر نازیبا) باتیں کرلوں۔آپ ﷺ نے اجازت دے دی ۔سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اوراس سے کہنے لگے :یہ شخص (اشارہ رسول اکرم ﷺ کی طرف تھا)ہم سے صدقہ مانگتا رہتاہے اوراس نے ہمیں تنگ کررکھا ہے۔اس لیے میں تجھ سے کچھ قرض لینے آیا ہوں......''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

حافظ ابن حجرعسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں اس واقعہ سے متعلق درج ذیل پانچ روایات بیان کرتے ہیں:

1. وَفِیْ مُرْسَلِ عِكْرَمَۃَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلَمَۃ : اِئْذَنَ لَنَا أَنْ نُصِیْبَ مِنْكَ فَیَطْمَئِنُّ اِلَیْنَا ، قَالَ ﷺ : ((قُوْلُوْا مَا شِئْتُمْ))
2. وَرَوَاہُ ابْنُ اِسْحَاقَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ وَ فِیْہِ : أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَشٰی مَعَھُمْ اِلٰی بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ ثُمَّ وَجَّھَھُمْ فَقَالَ : ((اِنْطَلِقُوْا عَلَی اسْمِ اللّٰہِ ، اَللّٰھُمَّ

أَعِنهُم))

③ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ : وَعِندَ الْوَقِدِيّ أَنَّ كَعْبًا قَالَ لِأَبِیُ نَائِلَةَ : أَخبِرنِیُ مَا فِیُ نَفسِكَ؟ مَا الَّذِیُ تُرِيُدُونَ فِیُ أَمرِهِ؟ قَالَ خُذ لَانَهُ وَالتَّخَلِیَّ عَنهُ، قَالَ : سَرَرْتَنِیُ

④ قَالَ ابْنُ حَجَرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ : وَفِیُ مُرسلِ عِكرَمَةَ (فَأَصْبَحَتْ يَهُودُ مَذْعُورِيْنَ ، فَأَتَوا النَّبِیَّ ﷺ فَقَالُوا قُتِلَ سَيِّدُنَا غِيُلَةً ، فَذَكَرَهُمُ النَّبِیُّ ﷺ صَنِيُعَهُ وَمَا كَانَ يُحَرِّضُ عَلَيُهِ وَ يُؤْذِیُ الْمُسْلِمِيُنَ))

⑤ زَادَ ابْنُ سَعْدٍ ((فَخَافُوا فَلَمْ يَنطِقُوا)) [1]

(مندرجہ بالا روایات کا ترتیب وار ترجمہ)

① عکرمہ سے مرسل روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم آپ کے بارے میں جو کہنا چاہیں (بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت) کہہ لیں تا کہ وہ پوری طرح ہماری طرف سے مطمئن ہو جائے ۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو تم کہنا چاہتے ہو کہہ لو۔ تمہیں اجازت ہے۔''

② ابن اسحاق نے حسن درجہ کی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے اس میں یہ بات بھی مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ بقیع الغرقد (جنت البقیع) تک ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کعب بن اشرف کی طرف روانہ کرتے ہوئے الوداع کیا اور آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر اپنے مشن پر چل پڑو۔ یا اللہ! ان مجاہدین کی مدد فرما۔''

[1] فتح الباری؛٧/٣٣٦، ٣٤٠ ، صحيح البخاری= كتاب الجهاد : باب الكذب فی الحرب ، الحديث : ٣٠٣١ـ و باب الفتك بأهل الحرب، الحديث : ٣٠٣٢

③ علامہ واقدی رحمہ اللہ کے حوالہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: کعب بن اشرف نے سیدنا ابونائلہ رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے بتا! تیرے دل میں کیا بات ہے؟ آخر کس کام کے لیے تم میرے پاس آئے ہو اور تم اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟ تو سیدنا ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے (بظاہر دھوکہ دینے کے انداز میں اور اس کی موافقت کے انداز میں) فرمایا: ہم اس کو ذلیل ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اور اس سے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ تب کعب بن اشرف (اپنے نتھنے پھلاتا ہوا) بولا: تو نے میرا دل خوش کر دیا۔

④ عکرمہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے مرسل روایت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (جب کعب بن اشرف کو کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی ہوئی چھاپہ مار ٹیم نے قتل کر دیا تو) یہودی اس کے بعد خوفزدہ اور دہشت زدہ ہو گئے۔ بعد ازاں یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے سردار کے قتل کی شکایت لے کر آیا اور کہنے لگا: ہمارے سردار کو اچانک خفیہ طور پر دھوکہ سے قتل کر دیا گیا ہے اور آپ کے ساتھیوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کرتوتیں اس وفد کے سامنے پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف ابھارتا تھا۔ میرے قتل کے منصوبے بناتا تھا اور اس نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔

⑤ ابن سعد نے اپنی تاریخ میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب سن کر خوفزدہ ہو گئے اور اُنھوں نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا۔

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَعْنَاهُ ائْذَنْ لِیْ أَنْ أَقُوْلَ عَنِّیْ وَ عَنْكَ مَا رَأَيْتُهُ مَصْلِحَةً مِنَ التَّعْرِيْجِ وَ غَيْرِهِ فَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى جَوَازِ التَّعْرِيْضِ وَ هُوَ أَنْ يَّاتِیَ بِكَلَامٍ بَاطِنُهٗ

صَحِيحٌ وَ يَفْهَمُ مِنْهُ الْمُخَاطَبُ خَيْرَ ذَالِكَ ، فَهَذَا جَائِزٌ فِي الْحَرْبِ وَ غَيْرِهَا مَا لَمْ يُمْنَعْ بِهٖ حَقًّا شَرْعِيًّا" [1]

"(سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فرمایا تھا کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ آپ کے بارے میں ہم اگر کچھ کہنا چاہیں تو کہہ سکیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں اپنے بارے اور آپ کے بارے "تعریض وتوریہ" کرتے ہوئے جو کہنا چاہوں کہہ لوں۔ اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دلیل بھی معلوم ہوگئی تعریض اور توریہ کرنا جائز ہے۔ "تعریض اور توریہ" یہ ہے کہ انسان کوئی ایسی بات کرے جس بات کرنے والے کے دل میں جو معنی ومطلب ہو وہ درست ہی بنتا ہو جبکہ مخالف اور سامع اس خفیہ مطلب کے علاوہ کوئی اور مطلب سمجھے۔ اس کو تعریض اور توریہ کہتے ہیں: اس طرح کلام اور گفتگو لڑائی اور جنگ وغیرہ میں جائز ہے، جب تک شریعت کی طرف سے واضح ممانعت ثابت نہ ہو۔"

(امام نووی رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

آپ نے غور فرمایا کہ کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ کتنی واضح دلیل ہے بطور خاص کہ کسی ایسے کافر کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنا جائز ہے جس کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں۔ اس کو قتل کرنے کے لیے کوئی بھی ممکن طریقہ اختیار کیا جائے تو درست ہے۔ یہاں تک کہ اس کافر پر پوری طرح قابو پالیا جائے اور اس کو قتل کر دیا جائے۔ اس مشن کی خاطر خواہ کافر کو یہ ظاہر کرنا بھی پڑے میں تیرے اقدامات ونظریات کا پورا پورا حامی ہوں۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کی ٹیم کے دیگر ساتھیوں کو اجازت مرحمت فرمائی کہ آپ میرے بارے اور اپنے بارے جو مناسب سمجھیں کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ ان کو رخصت فرماتے وقت ان کی

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی:۱۲/۱۳۶

کامیابی اور کامرانی کے لیے دعا بھی فرمائی۔

مذکورہ بالا واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کر لیجیے کہ جو شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ ''اس طرح کی کاروائی دھوکہ اور فریب ہے اور یہ حرام اور ناجائز ہے اسلام اس طرح کی کاروائیوں کو حرام قرار دیتا ہے'' اس کی طرح کی باتیں کرنے والا علم سے بالکل کورا ہے اور دین اسلام سے بھٹکا ہوا ہے۔ اس شخص کی یہ جہالت اور گمراہی ممکن ہے اس کو آہستہ آہستہ اس حد تک لے جائے کہ وہ قرآن وسنت کی شرعی نصوص کو جھٹلانے لگ جائے۔ یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ شرعی مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار کفار کو دھوکہ دینا جائز ہے اور قرآن وسنت کے صحیح دلائل سے ثابت ہے

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام نووی رحمہ اللہ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے:

"وَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَّقُوْلَ اِنَّ قَتْلَهُ —— أَیْ كَعْبَ بْنَ الْأَشْرَفِ —— كَانَ غَدْرًا ، وَقَدْ قَالَ ذَالِكَ اِنْسَانٌ فِیْ مَجْلِسٍ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَمَرَ بِهِ فَضُرِبَ عُنُقُهُ۔" [1]

''کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ کعب بن اشرف کے قتل کے واقعہ کو دھوکہ دہی قرار دے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کسی انسان نے ایسی بات کہہ ڈالی تھی تو سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔''

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی: ۱۳۶/۱۲

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کو قتل کروانے کا مذکور بالا واقعہ واضح دلیل ہے جس کو امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔علاوہ ازیں امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں درج ذیل فرمان باری تعالیٰ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اشارہ بھی فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ۝﴾ [التوبة=۹:۱۲]

''اگر یہ لوگ عہد و پیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سرداران کفر سے ٹکرا جاؤ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آ جائیں۔''

مذکورہ آیت میں دین اسلام کے بارے میں طعنہ زنی کرنے والے کو کفر کا سردار کا کہا گیا ہے ۔لہٰذا آیت بالا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص بھی دین اسلام کے بارے میں طعنہ زنی کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طعنہ زنی کیا ہے۔جواب یہ ہے کہ طعہ زنی اس کو کہتے ہیں کہ دین اسلام کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جو اس کے لائق اور شایانِ شان نہ ہو۔یا طعنہ زنی یہ ہے کہ اسلام کے کسی حکم کے بارے میں گھٹیا اور خفت آمیز رویہ اختیار کرے۔وہ حکم جو صحت کے اصولوں کے مطابق اور استقامت کی فروعات کے مطابق انتہائی درجہ کی مضبوط دلیل سے ثابت ہو۔

(امام قرطبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:)یہ واقعہ مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کسی شخص نے یہ کہہ دیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا دھوکہ اور فریب تھا تو سیدنا علی

رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن زدنی کا حکم صادر فرما دیا تھا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بھی پیش آیا۔اس مجلس میں کعب بن اشرف کو قتل کرنے والی ٹیم کے امیر سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔اس مجلس میں کسی نے یہ کہہ دیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا دھوکہ اور فریب تھا۔سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس مجلس سے فوراً کھڑے ہو گئے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: ''آپ کی مجلس میں اس طرح کی بات ہو رہی ہے اور آپ خاموش ہیں۔اللہ کی قسم! میں آپ کے ساتھ اس چھت کے نیچے کبھی نہیں ٹھہر سکتا اگر مجھے علیحدگی میں کہیں موقع مل گیا اور یہ شخص میرے ہاتھ لگ گیا تو میں ضرور اسے قتل کر ڈالوں گا۔''

(علامہ قرطبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں) ہمارے علماء نے یہ بات کہی ہے کہ ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا اور اس کو توبہ کی مہلت بھی نہیں دی جائے گی اگر وہ شخص دھوکہ دہی کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتا ہے۔یعنی یہ بات کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ اور فریب کرتے ہوئے کعب بن اشرف کو قتل کروایا تھا۔یہی بات سیدنا علی ابن ابی طالب اور سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما اس بات کے کرنے والے شخص کے متعلق سمجھتے تھے کہ وہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے اس طرح کی گستاخانہ بات زبان سے نکالنا بہت بڑی بے دینی اور واضح کفر و ارتداد ہے۔

اگر وہ شخص دھوکہ دہی کی نسبت ان قتل کرنے والے افراد سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ انھوں نے پہلے کعب بن اشرف کو اعتماد دلایا، اس کو امن دلایا، مطمئن کیا پھر اس کے ساتھ دھوکہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔اس کی بات کے متعلق واضح کفر اور ارتداد کا فتوی تو نہیں لگے گا البتہ ایسی بات کو جھوٹ اور غلط بیانی کہہ سکتے ہیں (اس لیے کہ اس خطرناک اور سازشی دشمن کو قتل کرنے کے لیے یہ حیلہ سازی ضروری تھی۔وہ گئے ہی اس مشن پر

تھے۔) البتہ ایسے شخص کو قتل تو نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ کی طرف دھوکہ دہی کی نسبت نہیں کر رہا بلکہ ایک امتی اور صحابی کی طرف کر رہا ہے۔

(امام قرطبی مزید فرماتے ہیں) ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس کو بغیر کسی سزا کے چھوڑ دیا جائے گا۔ بلکہ ایسے شخص کو مناسب سزا دی جائے گی مثلاً جیل میں بند کیا جائے گا، سخت مار ماری جائے گی اور ذلیل ورسوا کیا جائے گا۔"[1]

تیسرا واقعہ: سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ابورافع یہودی کا قتل:

ابورافع ابن ابی الحقیق خیبر کا متعصب یہودی تھا۔ وہ مکہ مکرمہ گیا اور قریش مکہ کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کام کے لیے بہت زیادہ گروہوں اور جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرلیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا واقعہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یوں بیان فرمایا ہے:

((بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى أَبِىْ رَافِعِ الْيَهُوْدِىِّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ كَانَ أَبُوْرَافِعٍ يُؤْذِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يُعِيْنُ عَلَيْهِ وَ كَانَ فِىْ حِصْنٍ لَّهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ)) [2]

"رسول اللہ ﷺ نے انصار کے چند آدمی ابورافع بن ابی حقیق یہودی کی طرف روانہ فرمائے سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر اور سربراہ مقرر فرمایا، ابورافع یہودی رسول اکرم ﷺ کو تنگ کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کیا

---

1. تفسیر القرطبی: ۸/ ۱۸۰، ۱۸۱ طبع دارالحدیث
2. صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب قتل أبی رافع عبداللّٰہ بن أبی الحقیق، الحدیث: ۴۰۳۹

کرتا تھا۔صحابہ کرام کی یہ مختصر سی جماعت جب اس کو قتل کرنے گئی تو وہ اس وقت اپنی سرزمین حجاز والے قلعے میں تھا۔‘‘

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں:

((بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَھْطًا اِلٰی أَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَیْہِ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَتِیْكٍ بَیْتَہُ لَیْلًا وَ ھُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَہُ)) [1]

’’رسول اللہ ﷺ نے تقریباً دس آدمیوں کے ایک وفد کو ابورافع یہودی کا کام تمام کرنے کے لیے روانہ کیا۔ان میں سے ایک سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ تھے۔سیدنا عبداللہ بن عتیک رات کے وقت ابورافع کے گھر میں داخل ہوئے وہ اس وقت سورہا تھا تو انھوں نے موقعہ پا کر ان کو قتل کردیا۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کے لیے کئی حربے اختیار کیے۔بہرحال ان میں سے ایک حربہ اور حیلہ اختیار کرتے ہوئے وہ قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔پھر انھوں نے یہودیوں کے گھروں کے دروازوں کو باہر سے بند کردیا۔اس کے بعد وہ ابورافع یہودی کی طرف بڑھے۔جاتے ہوئے جس دروازے سے بھی داخل ہوتے تھے اس کو بند کرتے تھے۔وہاں پہنچ کر سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنی آواز کو بدل (Change) لیا۔تاکہ وہ پہچانے نہ جائیں۔

ابورافع کے کے واقعہ سے حاصل شدہ چند احکام ومسائل:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:مذکورہ واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں،جو

[1] صحیح البخاری=کتاب المغازی:باب قتل أبی رافع عبداللّٰہ بن أبی الحقیق، الحدیث:٤٠٣٨

درج ذیل ہیں۔

" جَوَازُ اِغْتِيَالِ الْمُشْرِكِ الَّذِیْ بَلَغَتْهُ الدَعْوَةُ وَأَصَرَّ ، وَ قَتْلِ مَنْ أَعَانَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ أَوْ مَالِهٖ أَوْ لِسَانِهٖ ، وَجَوَازُ التَّجَسُّسِ عَلٰی أَهْلِ الْحَرْبِ وَ تَطَلُّبِ غِرَّتِهِمْ وَ الْأَخْذِ بِالشِّدَّةِ فِی مُحَارَبَةِ الْمُشْرِكِيْنَ وَ جَوَازُ اِبْهَامِ الْقَوْلِ لِلْمَصْلِحَةِ وَ تَعَرُّضِ الْقَلِيْلِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لِلْكَثِيْرِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ " [2]

① "ایسے مشرک کو اچانک دھوکے سے قتل کرنا جائز ہے جس کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو پھر بھی وہ اپنے کفر پر اصرار کر رہا ہو۔

② ایسے شخص کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے ہاتھ،اپنے مال اور اپنی زبان کے ساتھ مخالفین کی مدد کرتا ہو۔

③ جن لوگوں کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں ان کی جاسوسی کرنا اور ان کو اچانک دھوکے سے جالینا بھی جائز ہے۔

④ مشرکین کے ساتھ جاری جنگ میں ان پر سخت ہاتھ ڈالنا بھی جائز ہے۔

⑤ مصلحت کی خاطر اصل بات چھپا کر رکھنا بھی جائز ہے۔

⑥ مذکورہ واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا چھوٹا سا گروہ مشرکین کے کسی بڑے جتھے کے ساتھ ٹکر لے سکتا ہے۔" (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

❀❀❀❀❀

---

[2] فتح الباری: ۷/۳٤۵

چوتھا واقعہ: سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خالد ہذلی کا قتل:

دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کے جواز پر ایک واقعہ خالد بن سفیان ہذلی کے بارے میں بھی مروی ہے۔ دشمنان اسلام اور دشمن رسول خالد ہذلی کو قتل کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانباز صحابی سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس واقعہ کو امام احمد بن حنبل، امام ابوداؤد اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے بیان کیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اپنی زبانی وہ واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

((دَعَانِیُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : اِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِیُ أَنَّ خَالِدَ بْنَ سُفْيَانَ بِنْ نَبِيْحٍ يَجْمَعُ لِیَ النَّاسَ لِيَغْزُوْنِی وَهُوَ بِعُرْنَةَ ، فَأتِهِ فَاقْتُلْهُ ، قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنْعَتْهُ لِیُ حَتّٰی أَعْرِفَهُ قَالَ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم : اِذَا رَأَيْتَهُ وَ جَدتَّ لَهُ قَشْعَرِيْرَةً ، قَالَ : فَخَرَجْتُ مُتَوَشِّحًا بِسَيْفِیُ حَتّٰی وَقَعْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ بِعُرْنَةَ مَعَ ظَعْنٍ يَرْتَادُ لَهُنَّ مُنْزِلًا ، وَحِيْنَ كَانَ وَقْتُ الْعَصْرِ - فَلَمَّا رَأَيْتُهُ وَجَدْتُّ مَا وَصَفَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهُ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْقَشْعَرِيْرَةِ ۔ فَأَقْبَلْتُ نَحْوَهُ ، وَخَشِيْتُ أَنْ يَّكُوْنَ بيْنِیَ وَ بَيْنَهُ مُحَاوَلَةٌ تَشْغَلُنِیُ عَنِ الصَّلَاةِ ، وَأَنَا أَمْشِیُ نَحْوَهٗ أَوْمِیُ بِرَأسِیُ الرَكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ، فَلَمَّا انْتَهَتُ اِلَيْهِ قَالَ: مَنِ الرَّجُلُ ؟ قُلْتُ : رَجُلٌ مِّنَ الْعَرَبِ سُمِعَ بِكَ وَ بِجُمْعِكَ لِهٰذَا الرَّجُلِ فَجَآءَ كَ لِهٰذَا قَالَ : أَجَلُ أَنَا فِیُ ذَالِكَ ، قَالَ : فَمَشِيْتُ مَعَهُ شَيْئًا حَتّٰی اِذَا أَمْكَنَنِیُ حَمَلْتُ عَلَيْهِ السَّيْفَ حَتّٰی قَتَلْتُهُ ، ثُمَّ خَرَجْتُ وَ تَرَكْتُ ظَعَائِنَهُ مُكِبَّاتٍ عَلَيْهِ ، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَآنِیُ فَقَالَ : أَفْلَحَ الْوَجْهُ ، قَالَ : قُلْتُ : قَتَلْتُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ : صَدَقْتَ......)) [1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا:''بلاشبہ مجھے یہ خبریں ملی ہیں کہ خالد بن

سفیان بن صبیح ہذلی میرے خلاف لڑنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔اس وقت وہ ''عرنہ'' (مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) میں ٹھہرا ہوا ہے۔تو اس کے پاس جا اور اس کو قتل کر ڈال۔سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا یا رسول اللہ! اس کے متعلق کچھ نشانیاں اور علامتیں مجھے بتا دیں۔تا کہ میں اس کو پہچان لوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آپ اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کو دیکھیں گے تو آپ اس کو اس حالت میں پائیں گے کہ اس پر کپکپی اور لرزش (رعشہ) طاری ہوگئی۔سیدنا عبداللہ بن انیس فرماتے ہیں: میں اپنی گردن میں تلوار لٹکائے اس کی طرف نکل پڑا اور اس کے پاس جا پہنچا۔رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق وہ واقعتاً اس وقت ''عرنہ'' مقام پر موجود تھا اور اپنی بیویوں کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہا تھا۔

جب میں اس کے پاس پہنچا اس وقت عصر کا وقت ہو چکا تھا۔جب میں نے اس کو دیکھا وہ واقعتاً ایسی حالت میں تھا جو رسول اللہ ﷺ نے حالت بتائی تھی کہ اس پر کپکپی اور لرزش طاری ہوگی۔میں دھیرے دھیرے اس کی طرف چل پڑا۔میرے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس سے گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو ممکن ہے ''نمازِ عصر'' جاتی رہے ،لہٰذا میں نے چلتے چلتے اشارے سے نماز پڑھنی شروع کر دی۔رکوع اور سجدہ کرنے کے لیے میں اپنے سر کو ذرا نیچے جھکاتا رہا۔بالآخر میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

---

❶ سنن أبی داؤد=کتاب الصلوۃ/تفریع ابواب صلوۃ السفر: باب صلوۃ الطالب ، سنن البھیقی=کتاب صلوۃ الخوف:باب کیفیة صلوۃ شدۃ الخوف ، الحدیث:۶۰۲۴، البدایة والنھایة لابن کثیر :۴/۱۶۰-۱۶۱، نیل الاوطار:۳/۲۱۳، مسند احمد:۳/۴۹۶ ، اس حدیث کی سند پر امام ابوداؤد اور امام منذری ﷭ نے خاموشی اختیار کی ہے جبکہ حافظ ابن حجر ﷫ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

اس نے مجھے دیکھ کر سوال کیا: آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا میں اہل عرب سے تعلق رکھنے والا ایک فرد ہوں۔(اس کو اعتماد میں لینے کے لیے کہنے لگے) آپ کے بارے میں سنا ہے کہ اس شخص (اشارہ رسول اللہ ﷺ تھا) کو قتل کرنے کے لیے کوئی فوج جمع کررہے ہیں۔اسی جذبہ کے تحت میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ میں بھی اس فوج میں شامل ہوجاؤں۔دشمنِ اسلام خالد ہذلی کہنے لگا: بالکل! میں آج کل اسی منصوبے پر کام کررہا ہوں۔سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں کچھ دیر اس کے ساتھ چلتا رہا اور چہل قدمی کرتا رہا۔یہاں تک جب میرے لیے ممکن ہوا، میں نے تلوار کے ساتھ اس پر بھرپور حملہ کیا اور اس کو واصل جہنم کردیا۔پھر میں وہاں سے نکل پڑا۔میں نے آتے ہوا دیکھا کہ کی بیویاں اس پر (روتے ہوئے اور بین کرتے ہوئے) جھکی ہوئی تھیں۔جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی دعائیہ انداز میں فرمایا: اللہ اس چہرے کو بامراد اور تروتازہ رکھے۔میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اس کو قتل کرڈالا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: آپ نے اپنی بات کو اور اپنے ارادے کو سچ کر دکھایا ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث میں جو چار واقعات درج ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ جو دیگر واقعات اس موضوع پر مروی ہیں، ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر اچانک دھوکے سے جھپٹ پڑنا جائز اور مباح ہے۔بطور خاص وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہوں ان پر جھپٹنا ان کو قتل کرنا اور ہر ممکن طریقہ سے ان کی طرف پہنچنے کی منصوبہ بندی کرنا جائز ہے۔یہ سارا عمل ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہی سے تعلق رکھتا ہے۔سرکاری علماء، مجرم صحافی اور ملحد مصنفین ہی اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ اس ''عمل'' کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

ہم اس بارے میں علماء حق کے فتاوٰی اور اقتباسات کعب بن اشرف کے قتل کے واقعہ میں

بیان

کر چکے ہیں ۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلسوں میں جن لوگوں نے کعب بن اشرف کے قتل کو جہاد فی سبیل نہیں بلکہ دھوکہ دہی اور فریب پر محمول کیا تھا۔ایسے شخص کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دینے کا حکم صادر فرما دیا۔

فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرحمٰن الدّوسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں عرب کے مشہور عالم فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن الدوسری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں وضاحت فرمائی ہے۔علامہ عبدالرحمٰن الدوسری فرمان باری تعالیٰ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے عبودیت کے مراتب کا تذکرہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

ثُمَّ اِنَّ اِعْدَادَ الْقُوَّةَ حَسَبَ الْمُسْتَطَاعِ مِنْ وَاجِبَاتِ الدِّيْنِ وَ لَوَازِمِ اِقَامَتِهِ وَالْعَابِدُ الصَّحِيْحُ لِلّٰهِ لَا يَعْتَوِرُهُ التَّسْوِيْفُ فِيْ هٰذَا ، فَضْلًا عَنْ تَرْكِهِ أَوْ التَّسَاهُلِ فِيْهِ ، وَأَيْضًا فَالْعَابِدُ لِلّٰهِ الْمُصَمِّمِ عَلَى الْجِهَادِ يَكُوْنُ مُنَفِّذًا لِلْغِيْلَةِ فِيْ أَئِمَّةِ الْكُفْرِ مِنْ دَعَاةِ الْاِلْحَادِ وَالْاِبَاحِيَةِ ، وَ كُلِ طَاعِنٍ فِي وَحْيِ اللّٰهِ أَوْ مُسَخِّرٍ قَلَمَهُ أَوْ دِعَايَتِهِ ضِدَّ الدِّيْنِ الْحَنِيْفِ لِأَنَّ هَذَا مُؤْذِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْ بُقَاعِ الْاَرْضِ مِنْ خُصُوْصٍ وَ عُمُوْمٍ أَن يَّدْعُوْهُ عَلٰى قَيْدِ الْحَيَاةِ لِأَنَّهُ أَضَرُّ مِنَ ابْنِ أَبِى الْحَقِيْقِ مِمَّنْ نَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَى اغْتِيَالِهِمْ ، فَتَرْكُ اغْتَالِ وَرَثَتِهِمْ فِي هَذَا الزَّمَانِ تَعْطِيْلٌ لِوَصِيَّةِ الْمُصْطَفٰى صلی اللہ علیہ وسلم وَ اخْلَالٌ فَظِيْعٌ بِعُبُوْدِيَةِ اللّٰهِ وَ سَمَاحٌ صَارِخٌ شَنِيْعٌ لِلْمَعَاوِلِ الْهَدَّامَةِ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ ، وَلَا

يَـفْسُرُ صُدُوْرُهُ اِلَّا مِنْ عَدَمِ الْغَيْرَةِ لِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْغَضَبِ لَوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ ، وَ ذَالِكَ نَـقْـصٌ عَـظِيْـمٌ فِي حُبَّ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ تَعْظِيْمِهَا لَا يَصْدُرُ مِنْ مُحَقِّقٍ لِعُبُوْدِيَةِ اللّٰهِ بِمَعْنَاهَا الصَّحِيْحِ الْمَطْلُوْبِ" [1]

''بلاشبہ حسب استطاعت کافروں کے خلاف اپنی قوت تیار رکھنا بھی دین کے واجبات اور اقامت دین کے لوازمات سے تعلق رکھتا ہے صحیح معنی میں جو عابد ہوتا ہے وہ جہاد کی تیاری کے معاملے میں ٹال مٹول نہیں کرتا کہ ابھی کر لیں گے ابھی کر لیں گے۔ چہ جائیکہ وہ اس کو چھوڑ بیٹھے اور اس سے سستی اور غفلت اختیار کرے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ صحیح معنی میں اللہ کی عبادت کرنے والا جہاد فی سبیل اللہ کا پختہ ارادہ رکھنے والا کفر کے بڑے بڑے اماموں کو دھوکے کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ وہ کفر کے امام جو لوگوں کو کفر و الحاد، آزاد خیالی اور لادینیت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کو بری چیزوں پر لگانا چاہتے ہیں۔ کفر کے سرداروں کے علاوہ ایسے شخص کو اچانک دھوکے کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارنا ضروری سمجھتے ہیں جو اللہ کی وحی میں طعن و تشنیع کرنے والا ہو، اپنے قلم و کاغذ کو دین اسلام کے خلاف استعمال کرنے والا ہو جو اور دین حنیف کے خلاف آواز بلند کرنے والا ہو۔ ایسے لوگوں کو ختم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ یہ لوگ بھی کعب بن اشرف اور ابورافع وغیرہ کی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے والے ہیں۔ اللہ کی سرزمین کے مختلف خطوں میں سے کسی بھی خطے میں بسنے والے عام و خاص مسلمانوں کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ ان کو زندہ رہنے کے لیے چھوڑ دیں۔ اس لیے کہ ایسے لوگ ابن ابی الحقیق جیسے شخص سے بھی زیادہ

[1] صفوة الآثار والمفاهيم من تفسير القرآن العظيم للشيخ الدوسری: ١/٢٦٨

خطرناک ہیں اور ابن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے ایک شخص تھا جن کو اچانک دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے چھاپہ مار ٹیمیں روانہ کی تھیں ۔ابن ابی الحقیق وغیرہ کے وارثوں اور ان کی ناجائز ذرّیت کو موجودہ دور میں کچھ نہ کہنا اور زندہ رہنے دینا گویا محمد مصطفیٰ ﷺ کی وصیت کو معطل اور ختم کرنے والی بات ہے ،اللہ کی عبادت کے متعلق انتہائی قابل نفرت بگاڑ پیدا کرنے والی بات ہے اور یہ ایسی مکروہ ''درگزر'' ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ہم دین الٰہی کو گرانے والی کدالوں کو سر اٹھانے کی گویا دعوت دے رہے ہیں ۔بہرحال جس کے دل میں اللہ کے دین کی غیرت موجود ہے اس سے تو اس قسم کی امید نہیں کی جاسکتی ۔البتہ جو غضب الٰہی کا مستحق ہے ،اس سے تو اس رویے کی امید نہیں کی جاسکتی ۔یہ بھی یاد رکھیے کہ دین اسلام کے بارے اس طرح کی نرم اور لچکدار پالیسیاں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اقرار عظمت کے بارے میں بڑے نقص کی آئینہ دار ہیں ۔جو صحیح معنی میں اللہ کی عبادت کو ثابت کرنے والا ہو اس شخص سے اس طرح کی نرم و لچکدار پالیسیاں صادر نہیں ہوسکتیں ۔

(علامہ الدوسری رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

علامہ الدوسری رحمہ اللہ کی کھری کھری باتیں اور علماء سلاطین کا کردار:

شیخ عبدالرحمٰن الدوسری رحمہ اللہ کی بیان کردہ تفسیر اور ان کا زوردار بیان بھی پڑھ لیں اور پھر موجودہ دور کے علماء کا طرز عمل بھی دیکھ لیں ۔آج کے دور کے سرکاری علماء بزدل بن چکے ہیں ،دین کے بارے میں بہت زیادہ نرمی اور ڈگمگاہٹ کا ثبوت دے رہے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے بارے میں ان کے دلوں سے غیرت وحمیت ختم ہوچکی ہے ۔جس طرح کی کھری کھری بات شیخ عبدالرحمٰن الدوسری نے کہہ دی ہے موجودہ دور کے سرکاری علماء کو اس طرح کی

کھری کھری بات کہنے کی توفیق کہاں؟اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان سرپرست اور آقا ان کو اجازت دیں تو وہ اس طرح کی بات کہیں۔جب وہ ان کو اجازت نہیں دیں گے وہ کیسے ایسی کھری کھری باتیں کہہ سکیں گے۔مشکلات اور سخت حالات میں جو کلمہ حق سر بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوموں میں سر بلندیاں اور رفعتیں عطا فرماتا ہے اور لوگ بھی ان کا نام لیتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہم پڑھتے ہیں یعنی ان کے لیے اللہ سے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس درباری،سرکاری اور پیٹ کے پجاری مولویوں کا کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ ان پر لعنتیں ہی بھیجتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تاکہ دوسرے لوگ بھی عبرت پکڑیں:

رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ احادیث کی روشنی میں ہر اس شخص کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ ان سرکش و باغی گروہ کو،لوگوں کے عقائد اور دینداری کو برباد کرنے والوں کو،اللہ تعالیٰ،اس کے رسول اور اہل اسلام کو تنگ کرنے والوں کو اور دین اسلام میں طعن و تشنیع کرنے والے افراد کو قتل کرنے پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے کہ وہ ضرور اس کام کو سرانجام دے۔اللہ تعالیٰ کے اوپر اپنا توکل اور بھروسہ کرے۔وہی اللہ اس کے لیے کافی اور مددگار رہے۔اس مشن میں اگر اس کی اپنی جان بھی چلی جاتی ہے تو ان شاء اللہ العزیز وہ شہید ہوگا۔جو اپنا یہ کارنامہ ”فی سبیل اللہ“ آخرت میں بھیج رہا ہے اس پر وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ان طاغوتوں کو اس طریقہ سے ختم کیا جائے کہ ان جیسے دوسرے افراد بھی اپنی کرتوتوں اور خلافِ اسلام حرکتوں سے باز آجائیں۔ایسے طریقہ سے ان طاغوتوں کا خاتمہ ہو کہ اللہ کے دین میں کیڑے نکالنے والے اور عیب جوئی کرنے والے جس شخص کو اپنا یہ عمل بہت خوبصورت اور بھلا محسوس ہوتا ہے،یا جو دین اسلام میں طعن و تشنیع کرتا رہتا ہے،یا جو اللہ کے

مومن بندوں کو تنگ کرتا رہتا ہے۔ایسے شخص کے لیے بھی وہ طریقہ روک تھام اور سد باب کا سبب بن جائے اور دیگر تمام مجرمین کے لیے بھی یہ کاروائی عبرت کا نشان بن جائے۔بالکل ایسے جیسے یہودیوں کا بڑا سردار کعب بن اشرف مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوا تو اس سے باقی یہودی بھی سہم گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر شکایت کرتے ہوئے کہنے لگے: ہمارا قائد ولیڈر دھوکے سے قتل کر دیا گیا ہے(اور اس کو آپ کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے) نبی ﷺ نے ان یہودیوں کی اس شکایت کے جواب میں ان کے قائد کی بری حرکتیں اور شرارتیں بیان فرمائیں۔نیز یہ بھی واضح کیا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف جنگ کرنے اور مجھے قتل کرنے پر ابھارا کرتا تھا۔یہ سن کر وہ خوفزدہ ہو گئے اور کچھ کہے بغیر اٹھ کر چل دیے۔

جرم کیے اگر لمبا عرصہ بیت جائے تو:

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ لمبا عرصہ اور مدت مدید گزرنے کے باوجود جنگی جرائم کی سزا ساقط نہیں ہوا کرتی۔نبی اکرم ﷺ نے چند جنگی مجرموں کو فتح مکہ کے روز سزا سنائی اور ان کا خون رائیگاں قرار دے دیا اور فرما دیا کہ یہ لوگ جہاں بھی نظر آ جائیں ان کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ مرد تھے یا عورتیں تھیں۔حالانکہ ان کی طرف سے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیے ہوئے ایک لمبا زمانہ گزر چکا تھا۔جب چند سالوں کے بعد اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ کو فتح کر دیا تو اس وقت ان کو ان کے ان جرائم کی سزائیں دی گئیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک گروپ روانہ کیا اور فرمایا:

((اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَ فُلَانًا فَأَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ……)) [1]

---

[1] صحیح البخاری=کتاب الجهاد:باب لا یعذب بعذاب اللّٰه ، الحدیث:٣٠١٦

''اگر فلاں اور فلاں شخص تمہیں مل جائے تو ان کو آگ کے ساتھ جلا دینا......''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ وَقَعَ فِیُ رِوَایَةِ ابُنِ اسُحَاقَ ((اِنُ وَجَدتُّمُ هِبَّار بُنَ الْاَسُوَدِ وَالرِّجُلَ الَّذِیُ سَبَقَ مِنُهُ اِلٰی زَیُنَبَ مَا سَبَق فَحَرِّقُوُهُمَا بِالنَّارِ)) یَعُنِی زَیُنَبَ بِنُتَ رَسُوُلِ اللّٰهِ ﷺ وَ كَانَ زَوُجُهَا أَبُوُ الْعَاصِ بُنَ الرَّبِیُعِ لَمَّا أَسَرَهُ الصِّحَابَةُ ثُمَّ أَطُلَقَهُ النَّبِیُّ ﷺ مِنَ الْمَدِیُنَةِ شَرَطَ عَلَیُهِ أَنُ یُّجَهِّزَ لَهُ ابُنَتَهُ زَیُنَبَ فَجَهَّزَهَا ، فَتَبِعَهَا هَبَّارُ بُنُ الْأَسُوَدِ وَ رَفِیُقُهُ فَنَخَسَا بَعِیُرَهَا فَأَسُقَطَتُ وَمَرِضَتُ مِنُ ذَالِكَ ، قَالَ الحَافِظُ ابُنُ حَجَرٍ فِی فَوَائِدِ هَذَا الْحَدِیُثِ : وَفِیُهِ أَنَّ طُوَلَ الزَّمَانِ لَا یَرُفَعُ الْعُقُوُبَةَ عَمَّنُ یَسُتَحِقُّهَا" ❶

''ابن اسحاق کی روایت میں ان لوگوں کے بارے میں کچھ وضاحت بھی آئی ہے جن کو جلانے کا حکم آپ ﷺ نے دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

''اگر تم ہبار بن اسود کو اور اس شخص کو پا لو جس سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں وہ غلط حرکت سرزد ہوئی تھی۔ جو بھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ان کو جلا کر خاکستر بنا دینا۔''

مذکورہ روایت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا جو تذکرہ ہوا ہے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ کی سب بڑی صاحبزادی سیدہ زینب بنت رسول ﷺ مراد ہیں۔ ان کے خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع تھا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اس کو گرفتار کر لیا تھا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کو مدینہ سے اس شرط پر آزاد کر دیا تھا کہ وہ مکہ جا کر

❷ فتح الباری:٦/١٤٩–١٥٠

میری بیٹی زینب کو تیار کر کے میری طرف روانہ کر دے۔اس نے اپنی بات کو پورا کیا اور جا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ روانہ کر دیا۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر کر رہی تھیں۔ ہبار بن اسود اور اس کا ایک ساتھی ان کے پیچھے چل پڑے۔ان دونوں افراد نے عداوت اسلام کی بناء پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو ایک لکڑی چبھو کر بھگا دیا۔سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ سے گر پڑیں اور اس کی وجہ سے بیمار ہو گئیں۔(او راسی جرم اور شرارت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ہبار بن اسود اور اس کے ساتھی کا خون رائیگاں قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ لوگ جہاں بھی نظر آئیں ان کو قتل کر دیا جائے۔)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سزا کے مستحق سے لمبا زمانہ بیت جانے کے باوجود سزا ختم نہیں ہوتی۔''

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

مظلوم کا ہاتھ اور ظالم کا گریبان:

فتح مکہ کا یہ واقعہ ایک بہت بڑا ڈراوا ہے اس شخص کے لیے جو مسلمانوں کی عزتوں اور حرمتوں کو آج پامال کر رہا ہے۔مسلمانوں کا بے دریغ ناحق خون بہا رہا ہے اور ان کے مال و دولت کو اپنے قبضہ میں کرتا جا رہا ہے۔ایسے شخص کو ڈرنا چاہیے کہ زمانے کا وہ دن دور نہیں جب ان مجاہدین کے ہاتھ بھی ان کے گریبان تک جا پہنچیں گے۔(ان شاء اللہ) یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عام لوگ تو شاید ان مظالم اور مصائب کو بھول جائیں تو بھول جائیں لیکن مظلوم اپنے اوپر ہونے والے جبر واستبداد کو کبھی نہیں بھولتا۔ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب مظلوم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیں گے اور پورا پورا قصاص وصول کریں گے۔''

جب مظلوم کا ہاتھ ظالم کے گریبان تک جا پہنچے گا اس وقت ظالم کو کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس پر رحم کرے جس طرح اس سے پہلے مظلوم کی حالت تھی کہ جب مظلوم پر ظلم ہوتا تھا تو آگے بڑھ کر اس وقت ظالم کا ہاتھ نہیں پکڑتا تھا کہ ظالم کو ظلم سے روک سکے۔اس طرح پورا پورا بدلہ اور قصاص ہوگا۔(ان شاء اللہ)(وہ چاہے دنیا میں ہو چاہے آخرت میں ہو)

❀❀❀❀❀

باب:9

جس کو کافروں نے اپنے ساتھ زبردستی نکالا ہو اگر وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں قتل بھی ہو جائے تو قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔جبکہ ہمارے ذمہ یہ بات ہے کہ ہم اس سارے لشکر سے جنگ کریں جو ہمارے خلاف برسرپیکار ہے ۔اس میں ارادہ وقصد سے آئے ہوئے اور زبردستی لائے ہوئے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

مجبور کیے جانے والے شخص کا حکم

گرفتاری سے پہلے اور گرفتاری کے بعد:

اس شخص کے بارے بحث گزر چکی ہے کہ جو کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے کافروں کا ساتھی بنتا ہے۔ایسا شخص بلاشک وشبہ کافر ہے۔جنگی امور میں اس کے ساتھ کافروں والا معاملہ ہی اختیار کیا جائے گا۔مسلمانوں سے لڑنے والے گروہ کے تمام افراد کا یہی حکم ہے۔اس عام حکم میں سے صرف وہ شخص مستثنیٰ قرار پائے گا جس کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جائیں۔ایسا مجبور شخص درحقیقت کافر نہیں ہوگا نہ ہی اس کے ساتھ کافروں والا معاملہ کیا جائے گا۔البتہ ظاہراً اس کا معاملہ یوں ہوگا کہ اگر تو اس پر قابو پانے اور اس کو قیدی بنانے سے پہلے پہلے اس کی حالت کا علم ہوجائے اور وہ ہتھیار ڈال دے تو ایسا شخص دنیاوی احکام میں بھی کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے کہ جس کے اصل معاملہ کی تمیز مسلمان جنگ سے قبل نہ کرسکیں تو اس کا معاملہ بھی دنیا کے ظاہری احکام میں دیگر مخالف جنگجوؤں کی طرح ہوگا۔یہ بات پیش نظر رہے کہ مسلمانوں پر یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ وہ اس بات کی چھان پھٹک کرتے پھریں کہ ہمارے خلاف برسرپیکار مخالفین میں سے کون کون دل کی خوشی سے جنگ کرر ہا ہے اور کون کون زبردستی جنگ میں جھوکا گیا ہے جو بھی مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہو اور جنگ سے قبل اس پر قابو پانے یا گرفتار کرنے سے پہلے پہلے اس کے بارے میں کنفرم (Conferm) نہ ہو کہ یہ شخص زبردستی جنگ میں لایا گیا تھا تو اس کا حکم وہی ہوگا جو دیگر جنگ کرنے والوں کا ہوگا۔اگرچہ

بعد میں وہ یہ دعویٰ کرتا رہے کہ میں تو مسلمان ہوں، یا یہ دعویٰ کرے کہ ''میں تمہارے خلاف جنگ میں شرکت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے تو زبردستی ہانک کر لایا گیا ہے۔'' اس قسم کا کوئی عذر لنگ جنگ کے بعد یا گرفتاری کے بعد قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں ،سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَصَابَ الْمُسْلِمُونَ رَجُلًا مِنْ بَنِي عَقِيلٍ فَأَتَوا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ مُسْلِمٌ ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَوْ كُنْتَ قُلْتَهَا وَ اَنْتَ تَمْلِكُ اَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ)) [1]

''مسلمانوں نے بنوعقیل قبیلہ کے ایک آدمی کو گرفتار کرلیا۔ وہ اس کو ساتھ لیے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نے کہا: میں تو مسلمان ہوں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات تو اس وقت کہتا جب تو اپنے آپ کا مالک تھا (جب تو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہوا تھا) تو تو مکمل طور پر بچ جاتا۔''[2]

---

[1] صحیح مسلم= کتاب النذر:باب لَا وَفَاء لنذر فی معصیة اللّٰہ و لا فیما لا یملك العبد ، الحدیث : ۱۶۴۱

[2] اس حدیث کا سیاق وسباق کچھ یوں ہے:

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قبیلۂ بنی ثقیف اور قبیلہ بنی عقیل میں جنگی معاہدے کے تحت باہمی دوستی تھی۔ بنوثقیف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو افراد کو قید کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بنی عقیل میں سے ایک شخص کو گرفتار کرلیا۔ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو بھی پکڑ لیا (جو کافروں کے قبضہ میں چلی گئی ہوئی تھی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنوعقیل کے جس فرد کو گرفتار کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ وہ اس وقت بندھا ہوا تھا۔

بنوعقیل کا وہ قیدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی بے اختیار بولا: یا محمد! یا محمد!۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بالکل قریب چلے گئے اور پوچھا تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ اس قیدی نے کہا: مجھے بتایئے ! آپ کے صحابہ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے اور حاجیوں کے سردار (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غضباء اونٹنی) کو کس جرم میں پکڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت بڑا جرم ہے جس کی بنا پر تجھے قید کیا ہے۔ میں نے تجھے تمہارے حلیف اور دوست بنوثقیف کے جرم میں پکڑا ہے۔ (کیونکہ انہوں نے ہمارے دو آدمی اپنے قبضے میں لیے ہوئے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ذرا دور ہٹنے لگے تو پھر بلند آواز میں کہنے لگا: یا محمد! یا محمد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم —————— (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس موضوع پر دوسری دلیل وہ ہے جو سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی گرفتاری سے متعلق ہے اور جو چند صفحات کے بعد آگے آ رہی ہے۔

ایک لشکر جو کعبۃ اللہ پر چڑھائی کرے گا:

اب ہم اس موضوع پر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک طویل اقتباس عربی عبارت کے بغیر فقط ترجمہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اس میں بیان کردہ احادیث کی اصل عبارت کو نقل کر کے ترجمہ دے دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

جس شخص کو زبردستی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے مجبور کیا گیا ہو اور اسے لا کر کفار کی صفوں میں کھڑا کر دیا گیا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس کو کافروں نے اپنے ساتھ زبردستی نکالا ہوا گر وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں قتل بھی ہو جائے تو قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ جبکہ ہمارے ذمہ یہ بات ہے کہ ہم اس سارے لشکر سے جنگ کریں جو ہمارے خلاف برسر پیکار ہے۔ اس میں ارادہ وقصد سے آئے ہوئے اور زبردستی لائے ہوئے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ اس بارے امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے بہت ہی نرم دل اور مہربان تھے۔ آپ اس کی طرف پھر واپس آئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ وہ قیدی کہنے لگا: میں مسلمان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بات تو اس وقت کہتا جب تو اپنے آپ کا مالک تھا (اور ابھی تو گرفتار نہیں ہوا تھا) تو یہ بات کہنے سے تو بالکل نجات پا جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات کا جواب دے کر پھر دور جانے لگے تو اس نے پھر بلند آواز سے پکارنا شروع کر دیا: یا محمد! یا محمد! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر قریب آئے اور پوچھا: ہاں! تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ وہ کہنے لگا: میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلائیے! میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل ضرور۔ یہ آپ کا (انسانی) حق اور (بشری) ضرورت ہے۔ یہ کچھ آپ کو ضرور فراہم کیا جائے گا۔ بعد ازاں اس قیدی کو دو مسلم قیدیوں کے بدلے آزاد کر دیا گیا جن کو بنو ثقیف نے گرفتار کیا ہوا تھا۔

((يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَآءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ)) : قَالَتْ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ)) [1]

''قیامت کے قریب ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچے گا تو انہیں اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اس لشکر کو شروع سے آخر تک کیونکر دھنسایا دیا جائے گا۔ جبکہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر والوں میں (خوشی خوشی شامل نہیں ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا پھر ان کی نیتوں کے مطابق ان کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔''

یہ حدیث اور بھی بہت ساری اسناد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ [2]

---

[1] صحيح البخاري=كتاب البيوع:باب ما ذكر في الاسواق، الحديث:٢١١٨، وكتاب الحج:باب هدم الكعبة ، صحيح النساء=كتاب مناسك الحج/المواقيت : باب حرمة الحرم ، الحديث:٢٦٩٥ عن أبي هريرة رضي الله عنه ، الجامع الترمذي=ابواب الفتن باب ماجاء في الخسف، الحديث :٢١٨٤

[2] اسی حدیث کو امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔ وہاں الفاظ یوں مروی ہیں:

((ذكر النبي صلى الله عليه وسلم الجيش يخسف بهم ، فقالت أم سلمة: يارسول الله ! لعل فيهم المكره ، قال : انهم يبعثون على نياتهم)) نبی اکرم ﷺ نے اس لشکر کا تذکرہ فرمایا: جو زمین میں دھنس جائے گا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو زبردستی لایا گیا ہو۔ (کیا وہ بھی زمین میں دوسرے لشکر کے ساتھ ہی دھنس جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی ان کے ساتھ دھنس جائے گا مگر) قیامت کے روز اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔'' (صحیح ابن ماجۃ = کتاب الفتن: باب جیش البیداء، الحدیث: ۳۲۸۶، الجامع الترمذی = ابواب الفتن: باب حدیث الخسف بجیش البیداء، الحدیث: ۲۱۷۱) اسی حدیث کو امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے سیدہ صفیہ سے بھی درج ذیل الفاظ سے روایت کیا ہے:

((لاينتهي الناس عن غزو هذا البيت حتى يغزو جيش۔ حتى اذا كانوا بالبيداء، (أو بيداء من الارض)خسف باولهم و آخرهم ولم ينج اوسطهم) قلت:فان كان فيهم من يكره ؟ قال:((يبعثهم الله على ما في انفسهم))

کافر لوگ اس گھر (یعنی کعبۃ اللہ) کی طرف لشکر کشی کرنے اور جنگ کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اس واقعہ کو الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اپنی صحیح میں متعدد سندوں سے بیان کیا ہے۔صحیح مسلم میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَعُوذُ عَائِذٌ بِالْبَيْتِ فَيُبْعَثُ اِلَيْهِ بَعْثٌ ، فَاِذَا كَانُوا بِبَيْدَآءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ)) قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! كَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا ؟ قَالَ : يُخْسِفُ بِهٖ مَعَهُمْ وَلٰكِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهٖ)) [1]

''ایک پناہ پکڑنے والا خانہ کعبہ کی پناہ لے گا (مراد امام مہدی ہیں) پھر اس کی طرف ایک لشکر (مسیح دجال کا) بھیجا جائے گا۔جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے۔سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو شخص زبردستی اس لشکر میں شامل کیا گیا ہوگا۔اس کے بارے میں کیا معاملہ ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ بھی ان کے ساتھ ہی زمین میں دھنس جائے گا لیکن قیامت کے دن اپنی نیت پر اٹھے گا۔'' [2]

مکہ والوں کے خلاف ضرور نبرد آزما ہوں گے۔یہاں تک کہ ایک لشکر جنگ کے لیے مکہ کی طرف بڑھے گا۔جب وہ مقام بیداء میں (یا زمین کے وسیع میدان میں) پہنچیں گے تو اول تا آخر سارا لشکر زمین میں دھنس جائے گا اس کے درمیان والے بھی نہیں بچیں گے۔سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر کوئی شخص زبردستی اس میں شامل کیا گیا ہو۔وہ خوشی خوشی نہ آیا ہو؟ کیا وہ بھی ساتھ ہی زمین میں دھنس جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں البتہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ارادوں اور نیتوں کے مطابق زندہ کرے گا جو ان کے دلوں میں تھے۔''

صحيح ابن ماجة=كتاب الفتن :باب جيش البيداء، الحديث:٣٢٧٥، الجامع الترمذى=أبواب الفتن:باب ماجاء فى الخسف ، الحديث:٢١٨٤

[1] صحيح مسلم=كتاب الفتن وأشراط السّاعةِ : باب الخسف بالجيش الّذى يوم البيت، الحديث؛٢٨٨٢

[2] (ا) اس معنی کی حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ کے ساتھ بھی روایت کی ہے۔سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا:

ليؤمن هذا البيت جيش يغزونه حتى اذا كانوا ببيداء من الارض يخسف بأوسطهم ينادى اولهم آخرهم ، ثم يخسف بهم ، فلا يبقٰى الا الشريد الذى يخبر عنهم)) فقال رجل : اشهد عليك انك لم تكذب على حفصة وأشهد على حفصة انها لم تكذب على النبى صلى الله عليه وسلم۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کرنے والے یکدم ہلاک ہوں گے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث بھی ذکر فرمائی ہے۔سیدہ عائشہ فرماتی ہیں:

((عَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنَامِهِ فَقُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! صَنَعْتَ شَيْئًا فِيْ مَنَامِكَ لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ فَقَالَ :((الْعَجَبُ اِنَّ نَاسًا مِنْ أُمَّتِيْ يُؤُمُّوْنَ الْبَيْتَ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ لَجَأَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ)) فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّ الطَّرِيْقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ ۔ قَالَ: ((نَعَمْ! فِيْهِمُ الْمُسْتَبْصِرُ ، وَالْمَجْبُوْرُ، اَبْنُ السَّبِيْلِ يَهْلِكُوْنَ مَهْلَكًا وَاحِدًا وَ يَصْدُرُوْنَ

''البتہ ایک لشکر اس خانہ کعبہ سے لڑائی کا ضرور قصد کرے گا۔جب وہ زمین کے صاف اور وسیع میدان میں پہنچیں گے۔اس لشکر کا درمیانی حصہ(قلب الجَيش)زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔پھر اس لشکر کا آگے والا حصہ(مقدمة الجيش)زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔پھر اس لشکر کا آگے والا حصہ(مقدمة الجيش)لشکر کے پیچھے والے حصہ(ساقه الجيش)کو آواز دے گا۔پھر یکا یک اگلے اور پچھلے سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے۔ان میں سے کوئی شخص باقی نہیں بچے گا۔صرف ایک ان میں سے چھٹا ہوا شخص باقی بچے گا جو ان کی اس عذاب کی کیفیت کو بیان کرے گا'' حدیث کے راوی عبداللہ بن صفوان سے یہ حدیث سن کر ایک شخص بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹ نہیں باندھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا (یعنی اس روایت کی سند بالکل صحیح اور متصل ہے) (صحيح مسلم=كتاب الفتن:باب الخسف بالجيش الذى يوم البيت ، الحديث:٢٨٨٣، صحيح ابن ماجة=كتاب الفتن، باب جيش البيدآء ، الحديث : ٣٢٨٤، صحيح النسائى=كتاب الحج/المواقيت:باب حرمة الحرم ، الحديث:٢٦٩٧،مسند احمد:٦/٣١٨

(۲)اسی معنی کی ایک اور حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے ام المومنین (سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا) سے بایں الفاظ بھی روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سيعود بهذا البيت ---- يعنى الكعبة ---- ليست لهم منعة ولا عدد ولا عدة ۔ يبعث اليهم جيش حتى اذا كانوا ببيدآء من الارض خسف بهم)) اس گھر کی پناہ ایسے لوگ لیں گے،جن کے پاس اپنے کافر دشمن کو روکنے کی طاقت نہ ہوگی، نہ ان لوگوں کے پاس افرادی قوت زیادہ ہوگی اور نہ ہی ان کے پاس سامان جنگ کی تیاری ہوگی۔ان بے بسوں اور بے سروسامانوں کی طرف ایک لشکر یلغار کے لیے بھیجا جائے گا۔وہ لشکر جب زمین کے ایک صاف میدان میں پہنچے گا تو اس لشکر کے افراد کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔''

نوٹ= (یاد رہے کہ کعبہ کی طرف پناہ پکڑنے والے بے بس لوگوں سے مراد امام مہدی کے ساتھی ہیں۔کعبہ کی یلغار کے لیے آنے والے لشکر سے مراد مسیح دجال کا لشکر ہے اور یہ واقعہ قرب قیامت وقوع پذیر ہوگا)

مَصَادِرَ شَتّٰی ۔ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ عَلٰی نِیَّاتِهِمْ)) ❶

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے سوئے سوئے اپنے ہاتھ اور پاؤں کو حرکت دی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج آپ نے حالتِ نیند میں وہ کام کیا ہے جو پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک شخص کے لیے خانہ کعبہ پر چڑھائی کریں گے۔ جس شخص کے لیے وہ کعبہ کی طرف چڑھائی کریں گے وہ قریشی ہوگا۔ وہ بیت اللہ کی پناہ حاصل کرے گا۔ بیت اللہ کی طرف چڑھائی کرنے والے لوگ جب مقامِ ''بیداء'' پہنچیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے۔'' سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! راستہ میں تو ہر قسم کے لوگ چلتے ہیں۔ (کیا وہ سب دھنس جائیں گے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قصداً آئے ہوئے ہوں گے، ان میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہوں گے جو زبردستی آئے ہوئے ہوں گے اور ان میں سے کچھ راہ چلتے مسافر بھی ہوں گے۔ لیکن یہ سب کے سب یکبارگی اور یکدم ہلاک ہوجائیں گے۔ پھر قیامت کے روز مختلف نیتوں پر اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کرے اور اٹھائے گا۔''❷

❀❀❀❀❀

❶ صحیح مسلم=کتاب الفتن:باب الخسف بالجیش الّذی یوم البیت ، الحدیث:٢٨٨٤

❷ سابقہ ذکر کردہ تمام احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو لشکر خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے آئے گا۔ اس لشکر میں موجودہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے حق دار ٹھہریں گے۔ چاہے وہ دل کی خوشی اور قصد وارادہ سے لشکر میں شامل تھے یا زبردستی اس لشکر میں شامل کیے گئے تھے۔ سب ہی ''زمین میں دھنس جانے'' کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالموں، فاسقوں اور فاجروں سے دور رہنے ہی میں بچاؤ ہے۔ برے لوگوں کی صحبت اور معیت ہلاکت اور تباہی کا باعث بن جاتی اور بن سکتی ہے۔ ؎

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

جنگ میں زبردستی لایا ہوا شخص اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی گرفتاری:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: اللہ رب العالمین اس سارے لشکر کو قیامت کے قریب تباہ و برباد کر دے گا جو بیت اللہ کی حرمت کو پامال کرنے اور اس کی بے حرمتی کے ناپاک ارادے کے ساتھ اس کی طرف بڑھے گا۔ اس لشکر میں اگر کوئی دل کی خوشی سے شامل ہو گا وہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس لشکر میں سے زبردستی لائے ہوئے کی دوسرے شخص سے چھانٹی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے جملہ ظاہری اور باطنی حالات سے آگاہ و آشنا ہے۔ اس کے باوجود اللہ ان سب کو تباہ کر ڈالے گا اور ان کو زمین میں دھنسا دے گا، پھر روز قیامت ان کو ان کی نیتوں کے مطابق زندہ کرے گا۔

اللہ رب العزت جب زبردستی لائے گئے افراد کو دیگر افراد سے الگ نہیں کرے گا جب کہ وہ کر بھی سکتا ہے۔ تو مومنوں پر یہ پابندی اور شرط کیسے عائد کی جا سکتی ہے کہ وہ زبردستی لائے ہوئے افراد کی دوسروں سے چھانٹی کر کے جنگ و قتال کریں۔ حالانکہ مسلمانوں کے بس میں یہ معاملہ نہیں کیونکہ مومن تمام لوگوں کے اندرونی اور بیرونی علانیہ اور در پردہ حالات سے بے خبر ہیں۔ بلکہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد قیدی بن جانے کی حیثیت میں یہ دعویٰ بھی کرے گا کہ میں آنے پر آمادہ نہیں تھا مجھے تو زبردستی لایا گیا ہے۔ اس شخص کا زبردستی لائے جانے کا محض دعویٰ کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ جس طرح سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث میں مروی ہے۔ جنگ بدر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب انہیں گرفتار کر کے قیدی بنا لیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! مجھے زبردستی ساتھ لایا گیا تھا۔ تو جواباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَمَّا ظَاهِرُكَ فَكَانَ عَلَيْنَا وَ أَمَّا سَرِيْرَتُكَ فَإِلَى اللّٰهِ)) [1]

''آپ کی ظاہری حالت تو ہمارے خلاف ہی نظر آتی ہے۔ جہاں تک آپ کا پوشیدہ یعنی دل کا معاملہ ہے وہ اللہ کے سپرد ہے۔'' (اس واقعہ کی مزید تفصیل صفحہ: پر دیکھیں)

برسر پیکار کفار کی صفوں میں اگر نیک لوگ ہوں تو:

اگر بالفرض مجاہدین اور مسلمانوں کے مخالفین کی صفوں میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو بہت ہی بھلے مانس اور نیک لوگ ہوں اور کافران لوگوں کو اپنے آگے رکھ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں اور سورت حال یہ نظر آ رہی ہو کہ ان نیک وصالح مسلمانوں کو قتل کیے بغیر چارہ ہی کوئی نہیں اس کے بغیر کافروں سے جنگ ہی ناممکن ہے تو پھر ان بھلے مانس مسلمانوں کو اضطراراً قتل کر دیا جائے گا۔

ائمہ اسلام اور علماء دین اس بات پر متفق اور متحد ہیں کہ اگر کافر مسلمانوں کے ذریعہ اپنا بچاؤ اور دفاع کر رہے ہوں اور کافروں نے مسلمانوں کو اپنی ڈھال بنا رکھا ہو تو مسلمانوں کو اس بات کا خطرہ درپیش ہو کہ جنگ کی صورت میں ہمارے اپنے مسلمان بھائیوں کی جان کو خطرہ لاحق ہے۔ مزید یہ کہ کافروں کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے اور ان کی ڈھال اور بچاؤ کا ذریعہ بنے ہوئے مسلمان مجاہدین اسلام سے جنگ بھی نہیں کر رہے۔ تو ایسی نازک صورت حال میں ہم مجاہدین اسلام کے لیے جائز ہے کہ وہ ان مسلمانوں پر فائر کھولیں اور ان پر اسلحہ استعمال کریں جبکہ ہمارے دل میں نیت کافروں کو قتل اور ختم کرنے کی ہو۔

---

❶ اس حدیث کو امام حاکم نے اپنی الـمُسْتَـدْرَكُ عَـلَـى الصَّحِيْحَيْن میں نقل فرمایا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ "صحیح الاسناد ولم یخرجاہ" اس حدیث کی سند صحیح ہے جبکہ امام بخاری ارو امام مسلم رحمہما اللہ نے اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں نقل نہیں کیا۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ البتہ اس روایت کو بیان کرنے میں الفاظ کا معمولی فرق ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس کو فتح الباری: ۷/۳۲۲ میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے مفہوم سے کچھ ملتی جلتی بات امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحیح البخاری کی کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۴۰۱۸ کے تحت بیان فرمائی ہے۔

بعض علماء کا یہ موقف بھی ہے کہ اگر بالفرض کافروں کی طرف سے مسلمانوں کی اپنی جان کو خطرہ نہ بھی لاحق ہو تب بھی ان یرغمال بنے ہوئے مسلمانوں پر فائر کھولا جاسکتا ہے۔

فتنے کے دور میں اپنی تلوار کند کرنے کا حکم:

اس مسئلہ کو واضح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''جب یہ بات کلیئر(Clear) ہے کہ جہاد کو جاری رکھنا واجب اور فرض ہے اس کی خاطر چاہے کتنے ہی مسلمان قتل ہو جائیں لہٰذا جو مسلمان کافروں کی صفوں میں ہوں انہیں ''جہاد فی سبیل اللہ'' کی ضرورت اور حاجت کی بناء پر اضطراراً قتل کرنا جہاد کو موقوف کرنے اور ختم کرنے کے جرم سے بڑا جرم نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ وفساد والی جنگ میں زبردستی لائے ہوئے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تلوار توڑ ڈالے۔ کسی مسلمان کے خلاف جنگ کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہے، چاہے وہ خود قتل ہی ہو جائے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل روایت نقل فرمائی ہے ۔سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّهَا سَتَكُونُ فِتَنٌ ، أَلَآ ثُمَّ تَكُونُ فِتَنٌ ، أَلَآ ثُمَّ تَكُونُ فِتَنٌ ، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيرٌ مِنَ الْمَاشِيُ وَالْمَاشِيُ فِيهَا خَيرٌ مِّنَ السَّاعِيُ ، أَلَآ فَاِذَا نَزَلَتُ أَوُ وَقَعَتُ فَمَنُ كَانَ لَهُ اِبِلٌ فَلْيَلْحَق بِاِبُلِهٖ وَمَنُ كَانَ لَهُ غَنَمٌ فَلْيَلْحَق بِغَنَمِهٖ ، وَمَنُ كَانَتُ لَهٗ أَرُضٌ فَلْيَلْحَقُ بِأَرُضِهٖ)) قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ : يَارَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأيتَ مَنُ لَمُ يَكُنُ لَّهُ اِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا أَرُضٌ؟ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَ سَلَّمَ :((يَعُمِدُ اِلٰى سَيفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنُجُ اِنُ اسُتَطَاعَ النَّجَاءَ ۔ أَللّٰهُمَّ هَلُ بَلَّغتُ ، أَللّٰهُمَّ هَلُ بَلَّغتُ ، اللّٰهُمَّ هَلُ بَلَّغتُ)) فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيتَ اِنُ أُكُرِهُتُ حَتّٰى

يُنْطَلَقَ بِيْ إِلَى إِحْدَى الصَّفَّيْنِ أَوْ إِحْدَى الْفِئَتَيْنِ فَيَضْرِبُنِي رَجُلٌ بِسَيْفِهِ أَوْ يَجِيءُ بِسَهْمٍ فَيَقْتُلُنِي؟ ، قَالَ:((يَبُوءُ بِإِثْمِهِ وَ إِثْمِكَ فَيَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ)) [1]

''بے شک (میرے بعد) کئی فتنے ہوں گے، خبردار! ان فتنوں کے بعد پھر فتنے پیدا ہوں گے، ان کے بعد پھر فتنے ہوں گے ان فتنوں میں بیٹھنے والا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ خبردار! جب وہ فتنہ وفساد اترے یا واقع ہوتو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے مگن ہو جائے، جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس کے پاس (کھیتی باڑی کے لیے) زمین ہو وہ اپنے کھیتوں اور کھلیانوں میں چلا جائے (یعنی مسلمانوں کی باہمی جنگوں اور فتنہ وفساد سے جتنا ہو سکے دور رہے)

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! جس آدمی کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں ہوں اور نہ ہی زمین ہو۔ (وہ آدمی ان ناگفتہ بہ حالات میں کیا کرے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص اپنی تلوار پکڑے اور پتھر کے ساتھ اس تلوار کی دھار کند کرڈالے۔ (یعنی لڑنے کی کوئی چیز تلوار، تیر، پسٹل یا کلاشنکوف وغیرہ کوئی اسلحہ پاس نہ رکھے تاکہ وہ اسلحہ اس کو جنگ پر آمادہ نہ کر سکے) پھر اپنا بچاؤ اختیار کرنے میں جتنی جلدی کر سکتا ہے اتنی ہی جلدی اپنا بچاؤ کرے۔ یااللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا ہے؟ یااللہ! کیا میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچا دیا ہے؟ یااللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے؟

[1] صحيح مسلم= كتاب الفتن:باب نزول الفتن كمواقع القطر ،الحديث:٢٨٨٧، صحيح البخارى= كتاب المناقب:باب تكون فتنة القاعد فيها خير من القائم، الحديث:٧٠٨١،٧٠٨٢، عن ابى هريره رضى الله عنه۔

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتایئے! اگر کچھ لوگ مجھ پر زبردستی کریں ۔یہاں تک کہ مجھے دو صفوں میں سے کسی ایک صف کے درمیان (یا دو گروہوں میں سے کسی ایک گروہ کے درمیان لے جا کر کھڑا کر دیں) وہاں ایک شخص اپنی تلوار کے ساتھ مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے اور مجھ پر وار کرتا ہے یا میری طرف کوئی تیر آتا ہے اور مجھے قتل کر ڈالتا ہے۔(ایسی صورت میں میرا کیا معاملہ ہوگا اور مجھے قتل کرنے والے کا کیا معاملہ ہوگا؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے گناہ بھی اپنے ذمہ لے گا اور تیرا گناہ بھی اپنے ذمہ لے گا۔ دونوں گناہ کو سمیٹتا ہوا وہ جہنم رسید ہو جائے گا۔‘‘

مظلوم ہوتے ہوئے شہید ہو جانا:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فتنہ وفساد کے حالات میں جنگ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ۔ بلکہ جس شخص کو زبردستی اور مجبور کر کے ساتھ لے جایا گیا ہو۔اسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ وہ جنگ وقتال سے جتنا ہو سکے دور رہے اور اپنے اسلحے کو بیکار کر ڈالے، جس اسلحہ کے ساتھ اس نے جنگ کرنی تھی یا جو اسلحہ اسے جنگ پر حوصلہ دلا سکتا تھا۔ اسلحہ کو کند اور بے کار کر دینے کا حکم تو تمام افراد کے لیے ہے۔ چاہے زبردستی جنگ میں دھکیلا گیا ہو یا اس کے علاوہ ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ میدان جنگ میں زبردستی لایا ہوا شخص اگر بالفرض مظلومیت کی حالت میں شہید بھی ہو جاتا ہے تو اس کے قاتل کے ذمہ قاتل کا اپنا گناہ بھی ہوگا اور اس مقتول کا گناہ بھی ہوگا۔اس موقف کی تائید قرآن مجید کے بیان کردہ اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔❶ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ''سابقہ بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ فتنہ وفساد کی حالت میں جس شخص کو زبردستی جنگ میں لایا گیا ہو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اسلحہ کو ضائع کر ڈالے۔ اور اس پر لازم ہے کہ وہ صبر وبرداشت کا مظاہرہ کرے۔ یہاں تک کہ اس کو مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیا جائے۔ وہ مظلومیت کی حالت میں قتل ہونا برداشت کر لے مگر جنگ میں شرکت نہ کرے۔

مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے:

اس بات سے اندازہ لگالیں کہ جس شخص کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے زبردستی میدان کارزار میں لایا گیا ہو اور وہ شخص میدان جنگ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اترا ہو جو اسلام کے شعائر اور ارکان سے نکلے ہوئے ہیں: مثلاً زکوٰۃ روکنے والے اور اسلام سے پھر جانے والے لوگ یا ان جیسے دیگر لوگ۔

اس بارے میں کوئی شک وشبہ والی بات نہیں کہ فتنہ کے حالات میں اگرچہ کسی شخص کو زبردستی میدان جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے لایا گیا ہو پھر بھی ایسے شخص پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ شخص جنگ میں حصہ نہ لے خواہ وہ مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔ بلکہ قتل ہونا برداشت کر لے۔ یہ بالکل ایسے ہے کہ مثلاً کسی مسلمان کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں

---

❶ سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے:

''آدم (علیہ السلام) کے دونوں بیٹے (ہابیل اور قابیل) کا کھرا کھرا حال بھی انہیں سنا دو۔ ان دونوں نے اپنی اپنی قربانی پیش کی۔ ان میں سے ایک کی قربانی تو قبول ہوگئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہ ہوئی۔ تو وہ (جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی) کہنے لگا میں تجھے مار ہی ڈالوں گا۔ اس (جس کی قربانی قبول ہوگئی تھی) نے کہا: اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔ گو تو میرے قتل کے لیے دست درازی کرے لیکن میں تیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے اور جہنم والوں میں شامل ہو جائے اور ظالموں کا بدلہ ہی یہی ہے۔ پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس نے اسے قتل کر ہی ڈالا۔ جس سے نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا؟ پھر تو (بڑا ہی) پشیمان اور شرمندہ ہوگیا'' [المائدۃ=۵:۲۷-۳۱]

کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ایسی صورت میں اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا شروع کردے۔

اس بات کو اس مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مثلاً ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں بے قصور اور معصوم مسلمان کو قتل کرڈال۔اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مجبور کیے جانے کے باوجود کسی مسلمان شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرڈالے۔اگرچہ مجبور کرنے والا کتنا ہی مجبور کرے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجبور کرنے والا شخص یہ دھمکی دیتا ہے کہ اگر تو اس بے گناہ اور معصوم مسلمان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کرڈالوں گا اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پھر بھی اس کو چاہیے کہ خود قتل ہونا برداشت کرلے مگر اپنے معصوم اور بے گناہ مسلمان بھائی کے قتل کے درپے نہ ہو۔کیونکہ اپنے آپ کو بچاتے ہوئے کسی بے گناہ مسلمان کی جان لے لینا کسی طور پر بھی قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔لہٰذا ایسے مجبور کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ خود قتل ہونے کے خوف سے کسی مسلمان کو قتل کرڈالے۔[1] (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے طویل اقتباس کا ترجمہ یہاں ختم ہوا)

کفار سے مسلمانوں کی طرف ایمان افروز پینترا:

جس شخص کو کفار ومشرکین مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر زبردستی مجبور کررہے ہوں اور اس کے پاس اتنی طاقت اور قوت نہ ہو کہ وہ ان کے سامنے اسٹینڈ (Stand) لے سکے۔ایسے شخص پر کم ازکم یہ ضروری ہے کہ وہ کافروں کے لشکروں اور افواج میں حاضر ہونے کے باوجود اہل اسلام سے جنگ نہ کرے۔بلکہ اپنے اسلحہ اور ہتھیار کو بیکار اور ضائع کردے۔اس کے برعکس ایسے شخص کے لیے بڑی عظمت اور عزیمت اور شرف ومرتبہ والی بات ہوگی کہ وہ پینترا بدلتا ہوا

---

[1] مجموع الفتاوی:۲۸/۵۳۵-۵۴۰

مسلمانوں کی صف میں آ کر شامل ہو کر کافروں کے خلاف برسر پیکار ہو جائے۔ اس طرح کا ایک واقعہ کفر واسلام کے سب سے پہلے اور باقاعدہ معرکے "غزوہ بدر" میں پیش آیا تھا۔ سہیل بن عمرو کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن سہیل اندر سے سچے مسلمان تھے۔ جب وہ میدان جنگ میں پہنچے اور کفار کی صفوں میں تھے تو موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے لشکر میں آ شامل ہوئے اور کفار مکہ سے جنگ شروع کر دی۔ [1]

قیامت کے روز فیصلے نیتوں کے مطابق ہوں گے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کفار کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وَقَدْ يُقَاتِلُوْنَ وَ فِيهِمْ مُؤْمِنٌ يَكْتُمُ اِيمَانَهٗ يَشْهَدُ الْقِتَالَ مَعَهُمْ وَلَا يُمْكِنُهُ الْهِجْرَةَ ، وَ هُوَ مُكْرَهٌ عَلَى الْقِتَالِ وَ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهٖ ، كَمَا فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ((يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ)) قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ وَ فِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَّيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: ((يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ)) الحديث. وَهٰذَا فِي ظَاهِرِ الْأَمْرِ وَ اِنْ قُتِلَ وَ حُكِمَ عَلَيْهِ بِمَا يُحْكَمُ عَلَى الْكُفَّارِ فَاللّٰهُ يَبْعَثُهُ عَلٰى نِيَّتِهٖ ، كَمَا أَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ مِنَّا يُحْكَمُ

[1] بعض مورخین نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو (یہ وہی قریشی سردار ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذاکرات کرنے آیا تھا۔ بعد میں یہ مسلمان بھی ہو گیا تھا) نے اس وقت اپنے قابو کر لیا تھا۔ جب سیدنا عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ سے واپس لوٹے تھے۔ اس کے بعد ان کو قید میں ڈال دیا۔ جب کفار مکہ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے نکلے تو انہوں نے سیدنا عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کو زبردستی ساتھ لے لیا۔ میدان بدر میں جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئیں تو سیدنا عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف چلے آئے اور کفار مکہ کے خلاف نبرد آزما ہو گئے۔ اس بناء پر مؤرخین اسلام نے ان کو بدری صحابہ میں شامل کیا ہے۔ بعد ازاں یہ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی حاضر ہوئے تھے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لَهُمْ فِي الظَّاهِرِ بِحُكْمِ الإِسْلَامِ ، وَ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ وَ الْجَزَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَا فِي الْقُلُوْبِ لَا عَلٰى مُجَرَّدِ الظَّوَاهِرِ ، وَ لِهٰذَا رُوِيَ عَنِ الْعَبَّاسِ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنْتُ مُكْرَهًا ، قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم : ((أَمَّا ظَاهِرُكَ فَكَانَ عَلَيْنَا وَأَمَّا سَرِيْرُتُكَ فَإِلَى اللّٰهِ))

''کافروں سے جنگ کرتے کرتے کبھی ایسی صورت حال بھی پیش آسکتی ہے کہ ان کافروں کی فوج اور لشکر میں کوئی بندۂ مومن بھی شامل ہو جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے ہو اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں حاضر ہو گیا ہو۔ کافروں کے علاقے سے ہجرت کر کے کسی مسلم علاقے کی طرف جانا بھی اس کے بس سے باہر ہو۔ اب ایسی صورت حال میں اس کو زبردستی جنگ میں لایا گیا ہو۔ ایسے افراد کے خدشے سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کو ان کی نیتوں کے مطابق قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔ جس طرح کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان روایت کیا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''قیامت کے روز ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچے گا تو انہیں اوّل سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔'' سیدہ عائشہ

یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے اپنے باپ کے لیے فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جان کی پناہ طلب کی تھی ۔ اسی وجہ سے سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد کہا کرتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے اسلام میں میرے بیٹے کے لیے بہت زیادہ بھلائی عطا فرمائی ہے۔'' سیدنا عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غزوات میں شامل ہوئے اور بڑے بڑے واقعات میں شریک تھے۔ عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے خلاف ہونے والی مشہور و معروف جنگ ''یمامہ'' میں اعزازِ شہادت سے سرفراز ہوئے ۔ بوقت شہادت ان کی عمر مبارک اڑتیس (۳۸) سال تھی ۔ سیدنا عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کے جنگ بدر میں شامل ہونے اور مسلمانوں کی طرف پلٹ آنے کا واقعہ سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ لِلذَّهْبِي:۱/ ۱۹۳، أَلإِصَابَةُ فِي تَمييزِ الصحابة لابن حجر:٤/ ۱۲٤، الاستيعاب لابن عبدالبر:۳/ ۹۲۵ میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لشکر کو اوّل تا آخر کیونکر دھنسا دیا جائے گا ،جبکہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور ان میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو ان لشکر والوں میں (خوشی خوشی شامل)نہیں ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا۔پھر ان کی نیتوں کے مطابق ان کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری معاملہ میں ایسا ہی ہوگا کہ بیت اللہ پر چڑھائی کرنے والے لشکر میں زبردستی لایا گیا شخص بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔اس پر وہی حکم لاگو ہوگا جو کفار کا حکم ہوگا۔لیکن اللہ تعالیٰ اس زبردستی لائے ہوئے مجبور شخص کو اس کی نیت اور دل کے معاملہ میں اچھی صورت حال کے مطابق ہی قیامت کے دن اٹھائے گا۔

بالکل ایسے کہ جیسے منافقین بظاہر ہم مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ظاہراً ان پر اسلام کا ہی حکم لگتا ہے ۔لیکن قیامت کے روز اپنے دل کی بری صورت حال کے مطابق ہی اٹھائے جائیں گے۔۔لہٰذا یہ کلیہ اور قانون معلوم ہوا کہ (قیامت کے روز)جزاءوسزا کا اعتبار دل کے اندرون خانہ خفیہ معاملات کے مطابق ہوگا۔محض ظاہری حالات ،واقعات اور شخصیات کے مطابق جزاءوسزا کا معاملہ نہیں ہوگا۔

اس بناء پر سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس میں یہ بات وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :''یا رسول اللہ (ﷺ) میں تو زبردستی اور مجبوراً غزوۂ بدر میں ساتھ لایا گیا ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جہاں تک آپ کی ظاہری حالت کا معاملہ ہے تو وہ ہمارے خلاف ہے اور جہاں تک

آپ کی خفیہ اور در پردہ حالت کا معاملہ ہے وہ اللہ کے سپرد ہے۔'' ❶

فتح الباری کی دو روایات:

زبردستی میدان جنگ میں لائے ہوئے شخص کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس موضوع پر حرف آخر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو قیدی بنانے اور گرفتار کرنے کے متعلق جو روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے کِتَابُ الْمَغَازِی، بَابُ شُهودِ المَلَائِكَةِ بَدرًا، بَابُ مِنْهُ میں حدیث نمبر: ۴۰۱۸ کے تحت بیان کی ہے، اس کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ابن اسحاق کے حوالے سے دو روایات ذکر کی ہیں:

پہلی روایت:

ابن اسحاق نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز اپنے صحابہ سے فرمایا:

((قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ رِجَالًا مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ قَدْ أُخْرِجُوا كُرْهًا فَمَنْ لَقِيَ اَحَدًا مِنْهُمْ فَلَا يَقْتُلْهُ))

''مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو ہاشم کے کچھ افراد مجبوراً اور زبردستی میدان بدر میں لائے گئے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی فرد کسی کو مل جائے یا ان میں سے کسی شخص کے بارے میں کسی کو پتہ چل جائے تو وہ اس کو قتل نہ کرے۔'' ❷

دوسری روایت:

---

❶ مجموع الفتاوی لابن تیمیة: ۱۹/ ۲۲۴، ۲۲۵

❷ فتح الباری=کتاب المغازی:باب شهود الملائكة بدراً/باب منه الحدیث: ۴۰۱۸ کی شرح

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ چند سطروں کے بعد امام ابن اسحاق سے دوسری روایت نقل کرتے ہیں ۔ یہ روایت بھی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((یَا عَبَّاسُ! اِفْدِ نَفْسَكَ وَابْنَ أَخَوَيْكَ عَقِيلَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ نَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ وَ حَلِيفَكَ عُتْبَةَ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّكَ ذُومَالٍ قَالَ إِنِّي كُنْتُ مُسْلِمًا وَ لٰكِنَّ الْقَوْمَ اسْتَكْرَهُونِي ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا تَقُولُ ، إِنْ كُنْتَ مَا تَقُولُ حَقًّا إِنَّ اللّٰهَ يُجْزِيكَ وَلٰكِنْ ظَاهِرُ أَمْرِكَ أَنَّكَ كُنْتَ عَلَيْنَا۔" [1]

''اے عباس بن عبدالمطلب (میرے چچا جان!) آپ اپنا بھی فدیہ ادا کریں، اپنے دونوں بھتیجوں، عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی ادا کریں، نیز اپنے جنگی دوست عتبہ بن عمرو کا فدیہ بھی ادا کریں۔ اس لیے کہ آپ ایک کھاتے پیتے آدمی ہیں ۔سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا : میں درحقیقت مسلمان ہو چکا تھا۔لیکن میری قوم (یعنی قریش مکہ) نے مجھے ساتھ آنے پر بہت زیادہ مجبور کیا۔اس لیے میں اپنی قوم کے ساتھ آ گیا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو بات آپ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں اصل حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔اگر تو وہ بالکل سچ ہے جو آپ کہہ رہے ہیں تو فدیہ ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہتر جزا دے گا۔لیکن جہاں تک آپ کے ظاہری معاملہ کا تعلق ہے تو یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ ہمارے خلاف برسرِپیکار تھے۔'' (لہٰذا اگرچہ آپ کو قتل نہیں کیا جائے گا مگر دیگر احکام آپ پر لاگو ہوں گے۔)

[1] فتح الباری= کتاب المغازی:باب شھود الملائکة بدراً/باب منه الحدیث:٤٠١٨ کی شرح

پیشہ ورانہ مجبوریوں کی بناء پر کافروں کا ساتھ دینا:

غور فرمالیجیے! گزشتہ اوراق میں بیان کردہ اقتباس میں سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا درج ذیل بیان کتنا واضح اور جامع ہے۔ جس میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس مسئلہ کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

''اس بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اگرچہ کسی شخص کو زبردستی مسلمانوں کے خلاف میدانِ جنگ میں لایا گیا ہو مگر ایسے شخص پر لازم ہے اور ضروری ہے کہ وہ شخص جنگ میں حصہ نہ لے۔ خواہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جائے، بلکہ قتل ہونا برداشت کرلے۔ یہ بات بالکل ایسے ہے کہ مثلاً کسی مسلمان کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ ایسی صورت میں اس کے لیے بالکل جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنی شروع کردے۔ اس بات کو اس دوسری مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی کسی دوسرے مسلمان آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں بے قصور اور معصوم مسلمان کو قتل کردے۔ اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس مجبور کیے جانے والے شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اس بے گناہ اور معصوم کو قتل کرڈالے۔ اگرچہ مجبور کرنے والا کتنا ہی مجبور کرے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجبور کرنے والا شخص یہ دھمکی لگاتا ہے کہ اگر تو اس بے گناہ اور معصوم مسلمان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کرڈالوں گا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ مجبور کیا جانے والا شخص خود قتل ہونا برداشت کرلے۔ مگر بے گناہ مسلمان بھائی کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ اپنی جان کو بچاتے ہوئے کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرڈالنا کسی طور پر بھی قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے مجبور کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ خود قتل ہونے کے خوف سے کسی مسلمان کو قتل کرڈالے۔ [مجموع الفتاوی:۲۸/ ۵٤۰]

اس واضح اور جامع بیان سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ موجودہ دور میں جو لوگ کفر کے سرداروں اور عالمی طاغوتوں کے ہمراہ و ہمرکاب ہوکر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے کرنے کے لیے نکل رہے ہیں۔ وہ لوگ یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ہمارا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ ہم اس موقع پر حکومت وقت کے آگے اسٹینڈ نہیں لے سکتے۔ اس لیے کہ ہم اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ ہماری انہی ملازمتوں پر ہماری روزی کا انحصار ہے۔

لہٰذا ہم تو مجبوراً اور زبردستی ان کفر کے اماموں اور طاغوتوں کے لشکر میں شامل ہیں۔ ان کے پاس سب سے بڑا بہانہ یہی ہے کہ اگر ہم اس موقع پر چوں چراں کرتے ہیں یا حکومت کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کو کس طرح ہینڈل کریں گے؟ اپنے دنیوی مفادات کو کیسے حاصل کریں؟ جس طرح کہ دیگر دنیادار بھی اپنے یہی عذر پیش کرتے ہیں۔

دنیا کی عارضی چمک کی خاطر مسلمانوں کو قتل کرنے والے کافر ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بیان سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والے لوگ ملت اسلامیہ سے خارج اور کافر ہیں۔ اس لیے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین ''اسلام'' کو ختم کرنے کے لیے جنگ کررہے ہیں۔ کافروں کا ساتھ دینے والے اس گروہ سے کفر کا حکم جدا نہیں ہوگا نہ وہ اس حکم سے بری قرار دیے جائیں۔ اس لیے کہ یہ سب لوگ محض دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر کافروں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ نیز اس لیے بھی کہ ان لوگوں کے کفر کا بڑا سبب ان کا دنیا سے ٹوٹ کر محبت کرنا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا بھی ہے۔ اسی وجہ سے ایسے لوگوں پر کفر کے فتوٰی سے یہ اسباب واعذار رکاوٹ اور مانع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ [النحل=١٦:١٠٧]

''(ایمان کے بعد کچھ لوگوں کے کفر کرنے کا بڑا سبب یہی ہے کہ)انہوں نے دنیا کی زندگی کوآخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کوراہِ راست نہیں دکھاتا۔''

اسلام کی تعلیمات تو ہمیں کہتی ہیں کہ اگر کسی شخص کوکسی مسلمان کےقتل کرنے پر مجبور کیا جائے جبکہ اس مسلمان کوقتل کرنا جائز نہ ہوتو ایسی صورت میں کسی مسلمان کوقتل کرنا جائز نہیں ہے نہ ہی کسی مسلمان پر جسمانی تشدد کرنا مباح ہے۔اگرچہ اس کے بدلے حالت جبر میں اس کوخود قتل ہونا پڑے وہ اپنا قتل ہونا برداشت کرلے۔یا اپنے جسم پر تشدد برداشت کرنا پڑے تو برداشت کرلے ۔یہاں سے غور فرمالیں کہ محض دنیا کی معمولی اور عارضی چمک کی خاطر کسی مسلمان کوقتل کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔بلکہ تقوٰی و پرہیز گاری اور عقل وخرد کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے آپ کودنیوی مفادات اورلذتوں سے محروم رکھ لینا کسی بے گناہ مسلمان کوقتل کرنے ،اس کوتکلیف پہنچانے یا اس بارے کسی طاغوت کا ساتھ دینے سے حد درجہ بہتر ہے۔لہٰذا یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس طرح کے حالات میں اگر کچھ لوگ اس طرح کا گھناؤنا اور بہیمانہ کردار ادا کریں تو کافروں کے ایسے اتحادیوں اورساتھیوں کا بھی بالکل وہی معاملہ اور حکم ہوگا جو کفار اور مرتدین کا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اسلامی تعلیمات کی رو سے کسی مسلمان کوقتل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔اگرچہ کسی مسلمان شخص کو کسی مسلمان شخص کے قتل پر زبردستی مجبور کیا جائے ۔اس بارے مشہور ومعروف مفسر قرآن علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء کا اس مؤقف پر متفقہ فیصلہ ہے کہ جس شخص کومجبور کیا جائے کہ تو فلاں بے گناہ

مسلمان کو قتل کر دے۔ایسی صورت میں بھی مجبور کیے جانے والے شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرڈالے یا اس کی عزت کو پامال کرڈالے یا اس پر جسمانی تشدد کرے یا اس طرح کا کوئی اور کردار ادا کرے۔ بلکہ مجبور کیے جانے والے شخص پر لازم ہے کہ اگر اس پر عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا ہے ہے اور اس کو اذیتوں اور ابتلاؤں سے دوچار کیا جاتا ہے تو وہ ان پریشانیوں اور اذیتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہوا اپنے اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے۔ یہ قطعاً جائز نہیں کہ اپنی جان بچاتے بچاتے وہ کسی دوسرے مسلمان کی جان لے لے۔ویسے ہر قسم کے حالات میں اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی عافیت اور خیریت ہی مانگتے رہنا چاہیے۔''[1]

ایک نصیحت:

اپنی اس گفتگو کے آخر میں ہم یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام مسلم حکمرانوں، مسلح افواج ، پولیس فورسز اور حساس ایجنسیوں کے اہلکاروں پر واجب ہے کہ وہ فوراً توبہ کی طرف بھاگیں اور اپنے اللہ سے گناہوں کی معافی مانگیں، کافروں اور طاغوتوں سے دوستانہ مراسم ختم کریں اور ان کا تعاون کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں ۔مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوکر کافروں کے خلاف برسر پیکار ہو جائیں اور جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان اپنا فیصلہ فرمادے۔اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔



[1] تفسیر القرطبی: ۱۰/ ۱۸۳

باب:10

اگر مجاہدین کافروں اور ظالموں کے اوپر جوابی کاروائی کرتے ہوئے کوئی حملہ کریں اور اس میں بڑے بڑے چوٹی کے طاغوت اور ان کے فوجی ماریں جائیں تو ہمارے مسلمان حکمران اور حکمرانوں کے ترجمان اخبارات میں بیان جاری کردیتے ہیں کہ "یہ جوابی کاروائی فی سبیل اللہ نہیں ہے نہ ہی اسلام ان جیسی کاروائیوں کی اجازت دیتا ہے۔ یہ تو سراسر شدت پسندی ،انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی ہے۔"

دو مفید بحثیں

کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ اور تتمہ ہم دو اہم اور بحثیں پیش خدمت کر رہے ہیں۔ جن کا اس کتاب کے موضوع اور مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:

① ...... تقیہ

② ...... مدارات اور مداہنت میں فرق

۱۔ تقیہ کیا ہے؟

لفظ "التَّـقِيَّة" کا عربی زبان میں ہی آسان اور مترادف معنی "الحَـذر" ہے۔ "الحَـذر" کا معنی ہے "بچنا اور ڈرنا"۔ لہٰذا "التَّـقِيَّة" کا معنی ہے "بچنا اور بچاؤ اختیار کرنا"۔ ثلاثی مزید فیہ سے باب اِفْتَعَلَ کے وزن پر اس کا فعل ماضی "اِتَّقٰی" آتا ہے۔

اس باب کے دو مشہور مصدر ہیں: 1 ...... تَقِيَةً 2 ...... تُقًی

یہ دونوں مصدر ہی عربی قراءت میں مستعمل اور موجود ہیں۔ عربی زبان میں یہ جملہ بولا جاتا ہے کہ "اِتَّقَيْتُهُ تَقِيَّةً" اس کا معنی ہے کہ "حَذَرْتُهُ حَذْرًا" یعنی میں اس سے بال بال بچا۔"[1]

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے ہاں تقیہ کا معنی:

صحیح البخاری کے مشہور شارح اور فتح الباری کے مصنف علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لفظ "تقیہ" کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

" هِيَ الْحَذَرُ مِنْ اِظْهَارِ مَا فِي النَّفْسِ مِنْ مُعْتَقَدٍ وَ غَيْرِهٖ لِلْغَيْرِ "[2]

"کسی شخص کا دل میں جو عقیدہ و نظریہ وغیرہ ہو اس کا اظہار کسی دوسرے کے سامنے کرنے

---

[1] لسان العرب (مادة تُقًى)

[2] فتح الباری: ۱۲/۳۱٤ (کتاب الاکراہ، الحدیث: ٦٩٤٠)

سے ڈر محسوس کرنا اس کو تقیہ کہتے ہیں۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ تقیہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لفظ تقیہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

" وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ التُّقَاةَ لَيْسَتْ بِمُوَالَاةٍ ، وَ لٰكِنْ لَمَّا نَهَاهُمُ اللّٰهُ عَنْ مَوَلَاةِ الْكُفَّارِ اقْتَضٰى ذَالِكَ مُعَادَاتَهُمْ وَ الْبَرَاءَةَ مِنْهُمْ وَ مُجَاهَرَتَهُمْ بِالْعُدْوَانِ فِيْ كُلِّ حَالٍ اِذَا خَافُوْا مِنْ شَرِّهِمْ فَأَبَاحَ لَهُمُ التَّقِيَةَ ، وَلَيْسَتِ التَّقِيَّةُ بِمَوَالَاةٍ " [1]

''یہ بات تو بہرحال طے ہے کہ تقیہ ایک الگ چیز ہے اور موالات (یعنی کافروں سے دوستی) ایک الگ چیز ہے۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ جب اللہ رب العزت نے کافروں سے دوستانہ مراسم استوار کرنے سے منع کر دیا تو اس کا لازمی تقاضا تھا کہ کافروں سے دشمنی ہو۔ ان سے بیزاری اور نفرت کا اظہار ہو۔ ہر حالت میں ان سے علی الاعلان اور کھلے بندوں دشمنی کی جائے۔ لیکن کبھی حالات کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ علانیہ دشمنی کا اظہار کرنے سے کافروں کے شر سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے ''تقیہ'' کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ لیکن بہرحال ''تقیہ کرنے'' کا مطلب ''کافروں سے دوستی کرنا'' ہرگز نہیں ہے۔''

❀❀❀❀❀

---

[1] بدائع الفوائد لابن القیم: ٦٩/٣

تقیہ کی آڑ میں کیا خونِ مسلم بہانا جائز ہے؟

سابقہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ تقیہ کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ کافروں کی نفرت اور ان سے دشمنی کو دل میں مخفی رکھنا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تقیہ کی آڑ میں کافروں سے محبت اور دوستی شروع کر دی جائے۔ یا تقیہ کی آڑ میں کافروں کے کفریہ اور باطل عقائد ونظریات کو اختیار کرنا شروع کر دیا جائے۔ یا تقیہ کی آڑ لیتے ہوئے کافروں کے پروگراموں ،ایجنڈوں ،اقدامات اور مشنز (Missions) کو ہی درست قرار دے دیا جائے نہ ہی تقیہ کا یہ مطلب ہے کہ کافروں کے اتحادی بن کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شمولیت اختیار کر لی جائے۔جس شخص نے تقیہ کا یہ مطلب سمجھا ہے۔اس نے دین اسلام میں ایسی بات سمجھی اور کہی ہے جس کا فتنہ وفساد کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

یہ بات بھی ذہین نشین رہے کہ تقیہ کرتے ہوئے کسی مسلمان کا خون بہانا اور کسی کلمہ گو مسلمان کو موت کے گھاٹ اتارنا بھی جائز نہیں ہے۔تقیہ کرتے ہوئے نہ ہی کسی حرام کام کا ارتکاب کرنا جائز ہے۔تقیہ سے اصل مقصود یہ ہے کہ دل کی بات اور دل کے عقیدہ ونظریہ کو ظاہر کرنے سے بچنا اور احتیاط کرنا۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب سخت اذیت کا خوف دامن گیر ہو یا پھر قتل کر دیے جانے کا اندیشہ ہو اور دار الکفر سے نکلنے کی مومن کے پاس استطاعت بھی نہ ہو۔

امام قرطبی کے ہاں ’’تقیہ‘‘ کی وضاحت:

امام قرطبی رحمہ اللہ تقیہ کی وضاحت کرتے ہوئے چند مشہور ومعروف علماء امت کی توضیحات پیش کرتے ہیں:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((هُوَ أَنْ يَّتَكَلَّمَ بِلِسَانِهِ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَ لَا يَقْتُلُ وَ لَا مَأْثَمًا))[1]

''تقیہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان شخص کفار کے شر سے بچنے کے لیے اپنی زبان سے کوئی ایسی بات کہہ دے جس سے بچاؤ ممکن ہو۔اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔تقیہ کرتے وقت نہ تو کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کرنا جائز ہے۔''

(۲) عوف اعرابی رحمہ اللہ جناب حسن بصری رحمہ اللہ سے تقیہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں :

" التَّقِيَّةُ جَائِزٌ لِلْمُؤْمِنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ لَا يُجْعَلُ فِي الْقَتْلِ تَقِيَّةً "[2]

''تقیہ کرنے کی سہولت اور اجازت مومن کے لیے قیامت تک باقی ہے۔مگر کسی خونِ ناحق میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے۔''

(۳) امام قرطبی رحمہ اللہ نے کہنے والے کا نام ذکر کیے بغیر فرمایا ہے کہ تقیہ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے:

" اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ قَائِمًا بَيْنَ الْكُفَّارِ فَلَهُ أَنْ يُّدَارِ بِهِمْ بِاللِّسَانِ اِذَا كَانَ خَائِفًا عَلٰى نَفْسِهِ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَالتَّقِيَّةُ لَا تَحِلُّ اِلَّا مَع خَوْفِ الْقَتْلِ أَوِ الْقَطْعِ أَوِ الْإِيْذَاءِ الْعَظِيمِ "[3]

''کوئی مومن بندہ جب کفار و مشرکین کے درمیان رہائش پذیر ہو، اس کے لیے جائز ہے

---

[1] تفسیر القرطبی:٤/٥٧

[2] فتح الباری:١٢/٣١٤(کتاب الاکراہ ، الحدیث:٦٩٤٠

[3] تفسیر القرطبی:٤/٥٧

کہ وہ کافروں سے اپنی زبان کے ساتھ نرم وملائم گفتگو کرتے ہوئے زندگی بسر کرے ۔یہ اس صورت میں جائز ہے جب کسی مومن کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔تقیہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب کفار کی طرف سے قتل کا خطرہ ہو۔یا جب کافروں کی طرف سے یہ خطرہ ہو کہ وہ گردن کاٹ دیں گے۔یا کافروں کی طرف سے بہت بڑی اذیت کا خوف ہو۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے ہاں تقیہ کی وضاحت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لَايَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۝﴾[سورة آل عمران=۳:۲۸]

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں ۔مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

1. امام ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ بالا فرمانِ باری تعالیٰ کے الفاظ:﴿ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً﴾ کا مطلب اور تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اَی مَنْ خَافَ فِیْ بَعْضِ الْبَلْدَانِ وَ الْأَوْقَاتِ مِنْ شَرِّهِمْ فَلَهُ أَنْ يَّتَقِيَهُمْ بِظَاهِرِهٖ لَا بِبَاطِنِهٖ وَ نِيَّتِهٖ۔'' [1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر:۱/۳۵۷

''یعنی بعض اوقات اگر کوئی شخص زمین کے کسی ایسے علاقے یا ملک میں ہو جہاں کافروں کی کسی شرارت یا خباثت کا خوف پیدا ہو جائے تو ایسے حالات میں جائز ہے کہ ظاہری طور پر اور وقتی طور پر ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے کچھ میل جول ظاہر کر لیں۔ لیکن دل میں ان کی رغبت اور محبت نہ رکھیں۔''

② اس موقف کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے اِمَامُ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْمُجْتَهِدِيْنَ جناب محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ایک اثر نقل کیا ہے، سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِنَّا لَنَكْشِرُ فِيْ وُجُوْهِ اَقْوَامٍ وَ قُلُوْبُنَا تَلْعَنُهُمْ)) [1]

''بعض (ظالم اور فاسق قسم کے) لوگوں کے سامنے ہم ہنستے مسکراتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں۔ مگر ہمارے دل ان پر لعنتیں برسا رہے ہوتے ہیں۔''

③ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَتِ التَّقِيَّةِ بِالْعَمَلِ ، اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ" [2]

''(اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے) بظاہر دوستی کا اظہار کرنا پڑ ہی جائے تو وہ صرف قول و گفتار کی حد تک ہو۔ عمل و کردار سے نہ ہو۔''

④ اسی طرح ایک مشہور تابعی جناب عوفی رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے درج ذیل الفاظ نقل کرتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری=کتاب الادب:باب المدارة مع الناس ، الحدیث :٦١٣١ سے پہلے

[2] تفسیر ابن کثیر:٣٥٧/١

"اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ" [1]

''تقیہ صرف زبان کی حد تک جائز ہے (نہ کہ عملی کاروائیوں سے)

5 بالکل یہی موقف امام ابو عالیہ، امام ابوشعشاء، امام ضحاک اور امام ربیع بن انس رحمہم اللہ کا بھی ہے۔ [2]

6 امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"التَّقِيَّة اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَة" [3]

''قیامت تک تقیہ کرنے کی اجازت باقی ہے۔''

الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن (آل شیخ) فرماتے ہیں:

فضیلۃ الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن (آل شیخ) رحمہ اللہ تقیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وَ مَسْأَلَةُ اِظْهَارِ الْعَدَوَاةِ غَيْرُ مَسْأَلَةِ وُجُوْدِ الْعَدَاوَةِ ، فَأَوَّلُ : يُعَذَّرُ بِهٖ مَعَ الْخَوْفِ وَالْعَجْزِ ، وَالثَّانِیْ : لَا بُدَّ مِنْهُ ، لِأَنَّهُ يَدْخُلُ فِی الْكُفْرِ بِالطَّاغُوْتِ وَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ حُبِّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تَلَازُمٌ كُلِّیٌّ لَا يَنْفَعُكَ عَنِ الْمُؤْمِنِ۔" [4]

''ایک چیز ''اظہار عداوت'' ہے جبکہ دوسری چیز ''وجود عداوت'' ہے (یعنی زبان سے عداوت کا اظہار کرنا اور چیز ہے۔اور دل کے اندر عداوت رکھنا بالکل الگ تھلگ چیز

---

[1]، [2]، [3] تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۵۷

[4] الرسائل المفیدۃ للشیخ عبداللطیف آل شیخ: ۲۸٤

ہے) اگر کسی شخص پر دشمن کا خوف ہو یا وہ دشمن کے سامنے بے بس ہو تو ایسی صورت میں اگر کوئی پہلی صورت ''اظہار عداوت'' نہ بھی کر سکے تو اللہ کے ہاں مجرم نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے ہاں بھی اس کو معذور ہی سمجھا جائے گا۔ جب کہ دوسری چیز ''وجود عداوت'' یعنی کافروں کے بارے دل کے اندر عداوت اور دشمنی کے جذبات رکھنا لازمی اور ضروری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے۔ کیونکہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے ''طاغوت کا انکار'' لازمی ہے۔ ''طاغوت کے انکار'' اور ''اللہ ورسول ﷺ سے محبت'' کے مابین ''تلازم کلی'' کی نسبت ہے۔[1] ایک مومن شخص سے یہ نسبت کبھی بھی ختم اور جدا نہیں ہوتی۔''

مدارات اور مداہنت میں فرق:

رَئِیسُ الفُقَهَاءِ و المُجتَهِدِین امام بخاری رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں:

((اِسۡتَـأۡذَنَ رَجُلٌ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ:اِئۡذَنُوۡا لَهُ ـ بِئۡسَ أَخُو الۡعَشِیۡرَةِ [أَوۡ اِبۡنُ الۡعَشِیۡرَةِ])) فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الۡکَلَامَ قُلۡتُ: یَارَسُوۡلَ اللّٰهِ ! قُـلۡتَ الَّذِیۡ قُلۡتَ : ثُمَّ أَلۡنۡتَ لَهُ الۡکَلَامَ؟ قَالَ : ((أَیۡ عَائِشَةُ ! اِنَّ شَرَّ النَّاسُ أَوۡ وَدَعَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحۡشِهٖ)) [2]

---

[1] ''تَلَازُم کُلِّی'' کا مطلب ہے کہ مذکورہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ پہلی چیز ہوگی تو دوسری ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس دوسری چیز ہوگی تو پہلی ہوگی۔ یعنی اگر کسی کے دل میں ''طاغوت کا انکار'' ہوگا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ واقعتاً اس شخص کے دل میں اللہ ورسول کی محبت موجود ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی شخص کے دل میں ''طاغوت کے انکار'' کا عقیدہ وجذبہ بھی موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر ''طاغوت کا انکار'' نہیں ہوگا، طاغوت اور کفر سے نفرت اور دشمنی نہیں ہوگی تو ''اللہ اور رسول سے محبت'' کا دعویٰ کھوکھلا اور بے وزن ہوگا۔ اسی طرح اگر اللہ ورسول سے محبت نہیں ہوگی تو پھر لازماً وہاں طاغوت کے انکار، کفر سے نفرت اور کفار ومشرکین سے عداوت کے جذبات بھی نہیں ہوں گے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے شرف ملاقات کی اجازت چاہی ۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اسے اجازت دے دو' ویسے یہ اپنے قبیلے کا برا آدمی ہے۔'' وہ شخص اندر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے بڑی نرمی اور ملائمت کے ساتھ گفتگو کی ۔(جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو) میں نے عرض کیا :''یا رسول اللہ ! آپ نے اس شخص کے متعلق جو کہا سو کہا۔ پھر جب وہ اندر آ گیا تو آپ نے اس سے بڑی نرمی کے ساتھ اور حسن اخلاق کے ساتھ گفتگو فرمائی ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''عائشہ !لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جسے لوگ اس کی فحش کلامی ، بدکلامی اور بداخلاقی سے بچنے کی وجہ سے ملنا جلنا پسند نہ کریں۔'' ❶

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کی زبانی:

فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مندرجہ بالا حدیث کی تشریح بیان کرتے ہیں۔تشریح کرتے ہوئے وہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ کا وہ قول بیان کرتے ہیں جوانہوں نے قاضی عیاض رحمہ اللہ کی موافقت میں نقل کیا ہے۔علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدَارَاةِ وَالْمُدَاهِنَةِ ، أَنَّ الْمُدَارَاةَ بَذْلُ الدُّنْيَا لِصَلَاحِ الدُّنْيَا أَوِ الدِّيْنِ لِصَلَاحِ الدُّنْيَا. وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَذَلَ

---

❷ صحيح البخاری=كتاب الأدب:باب ما يجوز من اغتياب أهل الفساد ، الحديث:٦٠٥٤، صحيح مسلم=كتاب البر والاداب والصلة:باب مدارة من يتقى فحشه، الحديث:٢٥٩١

❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ نے ایک بدکلام شخص کی بدکلامی کے شر سے بچنے کے لیے بڑی نرم خوئی کی عادت حسنہ اختیار فرمائی ۔لہٰذا کسی بداخلاق اور بلا کلام شخص کے روبرو اس طرح کا خوش اخلاقی اور خوش گفتاری کا رویہ اختیار کرنے کو عربی زبان میں ''مداراۃ'' کہتے ہیں ۔لیکن اس کے برعکس کسی کافر و فاسق کے کفر وفسق کے سامنے بے غیرتی پر مبنی خاموشی ،چشم پوشی اور نرمی اختیار کرنا ''مداہنت'' کہلاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی اسی طرح متضاد ہیں جس طرح سخاوت اور فضول خرچی ۔قناعت اور کنجوسی، جہاد اور دہشت گردی یا فدائی کارروائی اور خودکشی ایک دوسری کی متضاد ہیں۔ یہ چیزیں بظاہر ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں لیکن حقیقت اور کیفیت کے اعتبار سے دونوں میں اتنا فرق ہے جتنا عروج وپستی میں، دھوپ اور چھاؤں میں اور اندھیرے اور اجالے میں فرق ہے۔

لَهُ مِنْ دُنْيَاهُ حُسْنِ عِشْرَتِهِ وَ الرِّفْقَ فِي مُكَالَمَتِهِ۔ وَ مَعَ ذَالِكَ فَلَمْ يَمْدَحهُ بِقَوْلٍ۔ فَلَمْ يُنَاقِصْ قَوْلُهٗ فِيهِ فِعْلَهٗ۔" [1]

''مدارات اور مداہنت میں یہ فرق ہے کہ:'' (یعنی کسی بداخلاق اور بدکلام شخص کے سامنے نرم گفتگو اور خوش گفتاری کی خصلت اختیار کرنا) سے کوئی شخص فقط اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے، اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے، اپنی دنیا کو سنوارنے کے لیے یا اپنے دین کو سنوارنے کے لیے یا دنیا اور دین دونوں کو بیک وقت اکٹھا سنوارنے کے لیے (اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے) یہ تو واضح اور بدیہی بات ہے کہ یہ رویہ اور خصلت نہ صرف جائز ہے بلکہ کبھی کبھار تو مستحب (پسندیدہ عمل) کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس مداہنت اختیار کرنے سے کوئی شخص اپنی دنیا کو سنوارنے کے لیے اپنے دین کی قربانی دیتا ہے۔ (لہٰذا دونوں رویوں اور خصلتوں میں فرق صاف واضح ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے شخص کے سامنے حسن معاشرت اور نرم دم گفتگو کا رویہ اختیار کر کے فقط اپنی دنیا کی ہی قربانی پیش کی تھی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین پر تو کوئی حرف نہیں آنے دیا تھا) مزید یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے فقط اپنی گفتگو میں نرمی پیدا کی تھی۔ اس کے آنے پر اس کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع نہیں کر دیئے تھے۔ لہٰذا اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہوسکتا کہ آپ نے اپنے قول و فعل میں تضاد ظاہر کیا تھا۔'' (علامہ قرطبی رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

علامہ ابن بطال کی زبانی:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ابن بطال رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

---

[1] فتح الباری: ۱۰/ ٤٥٤

الْمَدَارَاةُ مِنْ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ هِيَ خَفْضُ الْجَنَاحِ لِلنَّاسِ وَ لِيْنُ الْكَلِمَةِ وَ تَرْكُ الْإِغْلَاظِ لَهُمْ فِي الْقَوْلِ ، وَ ذٰلِكَ مِنْ أَقْوٰى أَسْبَابِ الْأُلْفَةِ ، وَ ظَنَّ بَعْضُهُمْ أَنَّ الْمَدَرَاةِ هِيَ الْمَدَاهِنَةُ مُحَرَّمَةٌ ، وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمُدَاهَنَةَ مِنَ الدِّهَانِ ، وَ هُوَ الَّذِي يُظْهَرُ عَلَى الشَّيْءِ وَ يُسْتَرُ بَاطِنُهُ ، وَ فَسَّرَهَا الْعُلَمَاءُ بِأَنَّهَا مُعَاشِرَةُ الْفَاسِقِ وَ اِظْهَارُ الرِّضَا بِمَا هُوَ فِيْهِ مِنْ غَيْرِ اِنْكَارٍ عَلَيْهِ ، وَالْمَدَارَاهُ هِيَ الرِّفْقُ بِالْجَاهِلِ فِي التَّعْلِيْمِ وَ بِالْفَسِقِ فِي النَّهْيِ عَنْ فِعْلِهِ ، وَ تَرْكُ الْإِغْلَاظِ عَلَيْهِ حَيْثُ لَا يُظْهِرُ مَا هُوَ فِيْهِ وَالْإِنْكَارِ عَلَيْهِ بِلُطْفٍ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْلِ لَا سِيَمَا اِذَا احْتِيْجَ اِلٰى تَأَلُّفِهٖ وَ نَحْوَ ذَالِكَ۔" [فتح الباری:١٠/٥٢٨]

"مدارات کا تعلق تو مومنوں کی اخلاقیات سے ہے۔ مدارات یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اپنا برتاؤ اور رویہ نرم رکھنا۔ نرم اور ملائم گفتگو کرنا اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے ترش گفتگو اور سخت کلامی نہ کرنا۔ یہ چیزیں محبت والفت پیدا کرنے کے بڑے بڑے اسباب ہیں۔ جن لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ "مدارات" تو ایک پسندیدہ عمل ہے جبکہ "مداہنت" حرام عمل ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ لفظ "مداہنت" لفظ "الدہان" سے تعلق رکھتا ہے۔ (الدّہان" کا معنی رنگ وروغن اور تیل وغیرہ ہے) کسی چیز پر وہان استعمال کرنے سے دہان (تیل اور رنگ وروغن) ظاہراً نظر آتا رہتا ہے اور اس چیز کا باطن اور اندرون پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ علماء کرام نے مداہنت کی تشریح یہ کی ہے کہ فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے اور جو کچھ وہ لوگ کر رہے ہو اور جو بھی ان کے نظریات ہیں، بغیر انکار کیے ان پر رضامندی ظاہر کرتے جانے کو "مداہنت" کہتے ہیں

۔اس کے بالمقابل علماء کرام نے ''مدارات'' کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ کسی جاہل کو (دین کی باتیں) سکھانے میں نرمی اختیار کرنے، کسی فاسق وفاجر کو کسی برے کام سے منع کرنے، کوئی فاسق جس برائی والی حالت پر ہے اس کو اس حالت سے باز رکھنے کے لیے شدت آمیز رویہ اختیار نہ کرنے اور کسی بدکردار وگنہگار کی بری حرکتوں اور کرتوتوں کا گفتار اور کردار کی نرمی کے ساتھ انکار کرنے کو ''مدارات'' کہتے ہیں۔ یہ اس وقت تو زیادہ ضروری ہے۔ جب کسی شخص میں الفت ومحبت وغیرہ کی تخم ریزی مقصود ہو۔''

(علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کے قول کا ترجمہ مکمل ہوا)

ایک جہنمی کا بیان اور مداہنت کی وضاحت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے، مندرجہ ذیل حدیث کے ایک راوی ابووائل کہتے ہیں:

((قِيلَ لِأُسَامَةَ لَوْ أَتَيْتَ فُلانًا فَكَلَّمتَهُ ، قَالَ: إِنَّكُم لَتَرَوْنَ أَنِّي لَا أُكَلِّمُهُ إِلَّا أُسْمِعُكُمْ ـ إِنِّي أُكَلِّمُهُ فِي السِّرِّ دُونَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ ـ وَلَا أَقُولُ لِرَجُلٍ -- أَنْ كَانَ عَلَيَّ أَمِيرًا --- إِنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا : وَمَا سَمِعْتَهُ يَقُولُ؟ قَالَ : سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ ـ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ ـ فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ : أَيْ فُلَانُ ! مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُم بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ وَ أَنْهَاكُم عَنِ الْمُنْكَرِ وَ آتِيهِ)) . [1]

---

[1] صحيح البخاری= كتاب بدء الخلق:باب صفة النار مخلوقة ، الحديث:٣٢٦٧، وكتاب الفتن:باب الفتنة التى تموج كموج البحر ، الحديث:٧٠٩٨ـ صحيح مسلم= كتاب الزهد والرقاق باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله ، الحديث :٢٩٨٩

''سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ بہت اچھا ہوا گر آپ فلاں صاحب (مراد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں) کے پاس جائیں اور ان سے جا کر (اس بارے) گفتگو کریں (کہ وہ کسی طرح فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کا سدباب کریں اور ان کو لگام ڈالیں) سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم کیا سمجھتے ہو کہ میں ان سے اس بارے میں بات چیت نہیں کرتا ہوں۔تم صرف اس گفتگو کو گفتگو سمجھتے ہو جو تمہیں سنا کر کی جائے۔بلکہ میں ان سے اس بارے خلوت اور تنہائی میں (لوگوں سے گفتگو مخفی رکھتے ہوئے) گفتگو کرتا رہتا ہوں۔اس معاملہ کو ایک ایشو (issue) کے طور پر کھڑا کر کے فساد کا کوئی دروازہ نہیں کھولنا چاہتا۔میں نہیں چاہتا کہ کسی فساد کے دروازے کو میں ہی سب سے پہلے کھولنے والا بن جاؤں۔نہ ہی کسی شخص (کی خوشامد اور بے جا تعریف کرتے ہوئے چاپلوسی کے طور پر) کے بارے میں یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تو سب لوگوں سے بہترین آدمی ہے۔ہر چند کہ وہ میرا امیر ہی کیوں نہ ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سننے کے بعد ایسی بات کہنے کی میں بالکل جرأت نہیں کرسکتا۔ان کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی، ان سے کہنے لگے: ہمیں بھی بتایئے کہ وہ کونسی حدیث ہے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت فرمائی ہے؟ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے:

''قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔دیگر جہنمی اس کے قریب آکر جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے: اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کے

لیے نہیں کہا کرتے تھے اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ شخص کہے گا: جی ہاں! میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ میں تمہیں برے کاموں سے منع بھی کیا کرتا تھا مگر میں خود وہ برے کام کیا کرتا تھا۔"[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی زبانی فرق:

مندرجہ بالا حدیث کی تشریح وتوضیح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:

" فِيْـهِ ذَمُّ مُـدَاهِـنَـةِ الْأُمَـرَاءِ فِى الْحَقِّ وَاِظْهَارِ مَا يُبْطِنُ خِلَافَهُ كَالْمُتَعَلِّقِ بِـالْبَـاطِـلِ، فَـأَشَـارَ أُسَـامَةُ رَضِـىَ الـلّٰـهُ عَـنْـهُ اِلَى الْمُدَارَاةِ الْمَحْمُوْدَةِ وَالْـمُـدَهِـنَـةِ الْـمَـذْمُـوْمَةِ ، وَضَـابَطَ الْمُدَارَاةَ أَنَّ لَا يَكُوْنَ فِيْهَا قَدْحٌ فِى الـدِّيْـنِ ، وَالْمُدَاهِنَةُ الْمَذْمُوْمَةُ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْهَا تَزِيِيْنُ الْقَبِيْحِ وَ تَصْوِيْبُ الْبَاطِلِ وَ نَحْوِ ذَالِكَ۔ "[2]

"اس حدیث میں گویا امراء اور حکام کے متعلق مداہنت کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے

---

[1] سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ میرے متعلق تم یہ گمان ہرگز نہ کرو کہ میں موجودہ بحرانی صورتِ حال میں باغیوں اور فسادیوں کی بغاوت کو دبانے کے لیے امیر المومنین کو مشورہ نہیں دیتا یا انہیں کوئی نیک اور درست بات سمجھانے میں مداہنت اور سستی کرتا ہوں۔ میرے بارے میں یہ بھی نہ سمجھنا کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خوشامد اور چاپلوسی کرتا ہوں اور ان کی بے جا تعریفیں کرتا ہوں، اس وجہ سے کہ وہ خلیفۂ وقت ہیں۔ بلکہ انہیں جو بات کہنے والی ہوتی ہے وہ کہتا ہوں جو سمجھانے والی ہوتی ہے وہ سمجھاتا ہوں۔ ضروری نہیں کہ تمہیں سنا کر وہ بات کروں بلکہ مجھے جب موقع میسر آتا ہے۔ میں خلوت وتنہائی میں بات کرتا ہوں۔ اسے شوروغل کی کیفیت بھی نہیں پیدا ہوتی اور نہ ہی کسی فتنہ وفساد کا دروازہ کھلتا ہے۔
سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بعد میں جو حدیث رسول ﷺ بیان فرمائی ہے۔ اس حدیث میں ایک دوزخی شخص کا جو حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ بیان کرکے آخر میں اس کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ الغرض حدیث سنا کر اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھایا کہ تم میرے متعلق یہ نہ سوچنا کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نیک مشورہ دینے میں کوتاہی کرتا ہوں۔ کیا میں اپنا حال اس شخص کی طرح کرلوں گا جو انتڑیوں کو اٹھائے ہوئے گدھے کی طرح گھومے گا۔ یعنی اگر میں تم لوگوں سے یہ کہوں کہ بری بات اور قابل اصلاح بات دیکھنے پر منع کیا کرو اور جو کوئی بری روش اختیار کرے اس کو سمجھا کر بری روش سے باز کیا کرو، جبکہ میں خود ایسا نہ کروں۔ بلکہ برے کاموں کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرلوں تو میرا حال اس دوزخی کا سا ہوگا۔ (اَعَـاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذَالِكَ) اس روایت میں گویا سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے مداہنت کی بڑے اچھے انداز سے وضاحت کردی ہے۔

[2] فتح الباری: ۱۳/ ۵۲، ۵۳

۔یعنی امراء اور خلفاء کو حق بات کہنے سے گریز کرنا مداہنت ہے۔اسی طرح دل میں ایک بات ہو مگر زبان پر کوئی اور بات ہو، یہ بھی مداہنت ہے۔گویا باطل کے ساتھ چاپلوسی کرنا حق کے ساتھ مداہنت اختیار کرنا ہے۔سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جامع بیان میں گویا دونوں چیزوں کو واضح کر دیا ہے،قابل ستائش صفت ''مدارات'' کو بیان کر دیا ہے اور قابل مذمت ونفرت صفت ''مداہنت'' کو بھی بیان کر دیا ہے۔فتنہ وفساد کا دروازہ کھولے بغیر مناسب موقع پا کر امراء کو حق بات کہہ دینا مدارات ہے، یہ بھی واضح کر دیا کہ مدارات کی صورت میں دین داری پر حرف نہ آنے دینا چاہیے۔قابل مذمت مداہنت یہ ہے کہ بری بات کو خوبصورت بنا کر پیش کیا جائے اور باطل کو حق ثابت کرنے کی مذموم سعی کی جائے وغیرہ۔'' (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

عالمی طاغوتوں کو تقویت پہنچانا مدارات نہیں:

سابقہ گفتگو میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے بعد مدارات اور مداہنت کے بارے میں کسی اور وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی مدارات ایک قابل تعریف عمل ہے جب کہ مداہنت ایک قابل مذمت عمل ہے۔

اس بات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شخص کا مؤقف مبنی برفساد اور مبنی برضلال ہے جو آج دنیا کے بڑے بڑے عالمی طاغوتوں کی مدد کر رہا ہے اور اپنے قول وعمل سے انہیں تقویت دے رہا ہے۔بلکہ عالمی غنڈوں اور بین الاقوامی بدمعاشوں کے سامنے اطاعت وفرمانبرداری کی اعلانیہ بیعت کر چکا ہے۔ان تمام امور ومعاملات کے بعد وہ کیسے یہ دعوٰی کر سکتا ہے کہ میں کافروں کے شر سے بچنے کے لیے فقط ''مدارات'' کا اظہار کر رہا ہوں۔

یہ کہاں کی دانشمندی ہے؟

گذشتہ بحث میں اہل علم کے جو اقتباسات پیش خدمت کے گئے ہیں ۔ان سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار جنگ میں کافروں کے مشن اور ایجنڈے کو سراہنا اور ان پر خوشی کا اظہار کرنا مدارات سے ہرگز تعلق نہیں رکھتا ۔اس طرح جہاد کو دہشت گردی اور شدت پسندی کہنا بھی ہرگز مدارات نہیں ہے ۔مجاہدین کو غیر ملکی دہشت گرد اور تخریب کا وغیرہ کہنا بھی ہرگز مدارات نہیں ۔یہی وہ القاب ہیں جو کافروں کو مسلمانوں کے خلاف صف آراء اور برسر پیکار ہونے پر جرأت اور جواز بخشتے ہیں ۔علی ہذا القیاس اگر مجاہدین کافروں اور ظالموں کے اوپر جوابی کاروائی کرتے ہوئے کوئی حملہ کریں اور اس میں بڑے بڑے چوٹی کے طاغوت اور ان کے فوجی مارے جائیں تو ہمارے مسلمان حکمرانوں کے ترجمان اخبارات میں بیان جاری کر دیتے ہیں کہ ’’یہ (جوابی) کاروائی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے نہ ہی اسلام ان جیسی کاروائیوں کی اجازت دیتا ہے ۔یہ تو سراسر شدت پسندی ،انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی ہے۔‘‘ یہ بیانات صادر کرتے ہوئے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہیں ۔ہم بہترین کام سرانجام دے رہے ہیں وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم بہت زیادہ عقل ودانش کے مالک ہیں اور ہمارے ہاں زندگی کے بڑے گہرے تجربات موجود ہیں ۔(حالانکہ وہ سراسر گمراہی اور تباہی کی طرف جا رہے ہیں اور قوم کو بھی لے جا رہے ہیں)

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دشمنی ازلی ہے:

اس سے بڑھ کر اور جرم کیا ہوگا کہ کچھ ایسے نام نہاد مسلم حکمران موجود ہیں جو دنیا کے بڑے بڑے طاغوتوں اور سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر واضح الفاظ میں آمادہ کرتے ہیں

لوگوں کے سامنے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ مجاہدین اسلام اور قرآن وسنت پر عمل پیرا مسلمان فقط اپنے آپ کو دین اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ درحقیقت ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے (کیونکہ ان نام نہاد مسلمانوں کے ہاں آج دنیا داری، بے دینی، کافروں کی مشابہت اور ماڈرن ازم ہی "اعتدال پسند اسلام" بن چکا ہے)

حقیقت یہ ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں اور کافروں کے ساتھ دوستی اور محبت کی پینگیں بڑھانے والے حکمرانوں کی ساری کوششیں رائیگاں اور بیکار جائیں گی۔ اس لیے کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دشمنی اور عداوت کا معاملہ کوئی عارضی، وقتی اور حادثاتی نہیں۔ بلکہ ازلی، ابدی اور واقعاتی ہے۔ کفر کے اماموں اور اسلام کے مابین دشمنی زمانہ ماضی میں بھی تھی۔ زمانہ حال میں بھی ہے اور زمانہ مستقبل میں بھی جاری وساری رہے گی۔ (ان شاء اللہ)

ایک ایک کر کے مسلمانوں کو ٹارگٹ بنایا جارہا ہے:

دنیا کا ہر کافر دنیا کے ہر مسلمان کا دشمن ہے۔ کافروں کی اپنی ترجیحات ہیں اور ان کی اپنی ترتیب ہے۔ دنیا کے تمام کافر مسلمانوں کے خلاف ایک ملت کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں۔ یہ انتہاء پسندی اور شدت پسند محض میڈیا کا پروپیگنڈا ہے۔ دراصل ان کی حقیقت کچھ اور ہے۔ ہر وہ شخص جو اسلام کی طرف منسوب ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے وہ کافروں کا دشمن ہے۔ وہ اس کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں خواہ وہ دین پر مکمل عمل پیرا ہے یا فقط نام کی حد تک مسلمان ہے۔ کافروں کی سوچ اور پلاننگ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو اپنا یکدم دشمن نہ بنالیا جائے۔ ایک ایک کر کے ان کو اپنا ہدف (Target) بنایا جائے۔ تاکہ یہ سب مل کر اور متحد ہو کر ہم پر یکبارگی حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اس منصوبے کے تحت وہ پہلے کچھ مسلمانوں سے اپنی عداوت ظاہر کرتے ہیں اور ان پر خونخوار درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان مسلمانوں کا صفایا کرنے کے بعد وہ کسی

دوسرے مسلم ملک کو اپنا ہدف بنا لیتے ہیں۔

یہ کتاب دراصل ایک نصیحت ہے:

لہٰذا ہم ایک ناصح اور خیراندیش کے طور پر ان لوگوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں ، جو کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔کلمہ پڑھنے والے مسلمان اور جہاد کرنے والے خالص العقیدہ مومنوں کے سینے اپنی ہی گولیوں سے چھلنی کررہے ہیں۔ان لوگوں کے لیے یہ مختصر تحریر ہلکی سی کوشش ہے کہ وہ اپنے اس غلط ایجنڈے اور پالیسی سے واپس پلٹ کر دین اسلام کی طرف آجائیں اور دین اسلام اور قرآن وسنت کی بہت واضح پالیسی اور حکمت عملی ہے کہ فقط اللہ کی خاطر محبتیں ہوں اور فقط اللہ کی خاطر نفرتیں ہوں۔کافروں کے وفادار اور اتحادی بننے والے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رسی اور دین قیم کو مضبوطی سے تھام لیں۔کافروں کی پناہ پکڑنے کی بجائے ساری طاقتوں اور قوتوں کے مالک اللہ رب العالمین کی پناہ پکڑیں۔

اگر دنیا بھر کے مسلمان (عوام اور حکمران) سب سے سب اپنے برتر وعظیم اللہ رب العزت کی پناہ پکڑیں گے تو اللہ کی طرف سے نصرت وحمایت مسلمانوں کے ساتھ ہوگی (ان شاء اللہ) یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ اپنے مخلص ومومن اور قربانیاں دینے والے بندوں کی مدد ضرور فرماتا ہے۔اپنی مدد جلد نازل کرے یا مسلمانوں کی اچھی طرح پرکھ اور پڑتال کر ذرا دیر بعد نازل کرے بہرحال اللہ اپنے بندوں کو بے یار ومددگار نہیں چھوڑتا۔

اسی بات پر ہم دوستی اور دشمنی کے موضوع پر اپنی تحریر سمیٹتے (Wind-up) ہوئے مکمل کرتے ہیں۔

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ ۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ))

مراجع ومصادر......''دوستی اور دشمنی''

((تفاسیر القرآن وعلوم القرآن))

١۔ **القرآن الکریم**

٢ **تفسیر ابن جریر** (الجامع البیان) محمد بن جریر الطبری (سن وفات ٣١٠ھجری)

٣۔ **تفسیر ابن کثیر** (تفسیر القرآن العظیم) حافظ محمد اسماعیل بن کثیرالدمشقی(٧٧٤ھجری) مطبوعة جمعیة احیاء التراث الاسلامی۔

٤۔ **تفسیر الجامع لاحکام القرآن** ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی (٦٩١ھـ)(بیروت)

٥۔ **تفسیر روح المعانی**۔ علامہ محمود آلوسی (١٢٧٠ھـ) المنیریہ مصر

٦۔ **فتح القدیر**۔ محمد بن علی الشوکانی (١٢٥٠ھـ) بیروت

٧۔ **المفردات فی غریب القرآن**۔ حسین بن محمد الراغب الأصفهانی(٥٠٢ھـ)

٨۔ **احکام القرآن** الجصّاص

٩۔ **تفسیر ابی سعود**۔الشیخ ابوسعود

١٠۔**محاسن التاویل**۔الشیخ جمال الدین القاسمی

۱۱۔**احکام القرآن**۔ ابن العربی

۱۲۔**التفسیرالکبیر**۔امام فخرالدین الرازی

۱۳۔**صفوۃ الآثار والمفاهیم من تفسیر القرآن**۔ الشیخ عبدالرحمن الدوسری

((کتب الحدیث وعلوم الحدیث))

۱۴۔**الصحیح البخاری**۔ الامام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھـ) دارالسّلام للنشر والتوزیع ۔ الریاض

۱۵۔**صحیح مسلم**۔ الامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری (۲۶۱ھـ)

۱۶۔**الجامع الترمذی**۔ الامام محمد بن عیسی الترمذی(۲۷۹ھـ) مکتبة التربیة العربی للدول الخلیج۔

۱۷۔**سنن النسائی**۔ الامام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھـ) مکتبة التربیة العربی للدول الخلیج

۱۸۔**سنن ابی داؤد**۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعت السجستانی(۲۷۵ھـ)

۱۹۔**سنن ابن ماجة**۔ امام ابوعبداللّٰه محمد بن یزید بن ماجة القزوینی(۲۷۳ھـ) مکتب التربیة للدول الخلیج۔

۲۰۔**مسند الامام احمد**۔ الامام احمد بن حنبل (۲۴۱ھـ)

۲۱۔**صحیح ابن حبان بترتیب الاحسان**۔ امام محمد بن حبان بن احمد(۳۵۴ھـ)

۲۲۔**السنن البهیقی**۔ حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی البهیقی(۴۵۸ھـ)

بتحقیق محمد عبدالقادر عطاـ دارالمکتب العلمیة ـ بیروت

۲۳ـ **مسند البزار**ـ الامام البزار

۲٤ـ **فتح الباری شرح صحیح البخاری**ـ حافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲هـ)دارالمعرفة ـ بیروت ـلبنان

۲۵ـ **معالم السنن شرح ابی داؤد**ـ الامام محمد بن علی الشوکانی (۱۲۵۰هـ)

۲٦ـ **نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار**ـ الامام محمد بن علی الشوکانی (۱۲۵۰هـ)

۲۷ـ **شرح النَّووی علی صحیح مسلم**ـ الامام یحیٰی بن شرف النووی(٦۷٦هـ) دارالکتب العلمیةـ بیروت ـلبنان

۲۸ـ **مختصر سنن ابی داؤد**ـ الحافظ عبدالعظیم المنذری(٦۵٦هـ)المکتبة الأثریة ـ سانگله هل ـ پاکستان

۲۹ـ **المستدرك علی الصحیحین**ـ امام حاکم

((کتاب العقائد وعلماء العرب))

۳۰ـ **الفصل فی الملل والأهواء والنحل**ـ الامام ابن حزم الظاهری(٤۵٦هـ)

۳۱ـ **الفرقان بین اولیاء الرحمن وأولیاء الشیطان**ـ امام احمد بن عبدالحلیم بن تمیة(۷۲۸هـ)

۳۲ـ **الایمان (ارکانه،حقیقته ونواقضه)**ـ الدکتور محمد نعیم یاسینـ دار عمر بن الخطاب للطباعة والنشر والتوزیغ الاسکندریه

۳۳۔**الدررالسنية فى الأجوبة النجدية** (طائفة من علماء العرب)

۳۴۔**الولاء والبراء فى الاسلام**۔ صالح الفوزان

۳۵۔**الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد**۔ الشيخ سليمان بن عبدالله بن محمد بن عبدالوهاب

۳۶۔**مجموعة التوحيد**۔ (طائفة من علماء العرب)

۳۷۔**المورد العذب الزلال فى كشف شبهة أهل الضلال**۔ الشيخ عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوهاب

۳۸۔**الرسائل الشخصية**۔ مجدد الدعوة محمد بن عبدالوهاب

۳۹۔**رسالة كشف الشبهات فى التوحيد من مجموعة التوحيد**۔ محمد بن عبدالوهاب

۴۰۔**الرسائل النجدية**۔ (طائفة من علماء العرب)

۴۱۔**الرسالة السابعة من بِضعَ رسائل اخرى**۔ (لاحفاد شيخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب (بضع رسائل)

۴۲۔**الدفاع عن اهل أهل السنة والاتباع**۔ للشيخ حمد بن عتيق النجدى

۴۳۔**رسالة بيان النجاة والفكاك من موالاة المرتدين واهل الاشراك من مجموعة التوحيد** (طائفة من علماء العرب)

۴۴۔**مجموع الفتاوٰى ومقالات متنوعة**۔ الشيخ ابن باز

۴۵۔**الرسائل المفيدة**۔ الشيخ عبداللطيف آل شيخ

۴۶۔**فتاوٰى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء** (طائفة من علماء العرب)

٤٧۔**دیوان عُقُود الجواھر المنضدة الحسان**۔ الشیخ سلیمان بن سمحان

((**کتب الفقه واللغات**))

٤٨۔**لسان العرب**۔ ابن منظور

٤٩۔**النهاية فی غریب الحدیث**۔ ابوالسعادات المبارك بن الأثیر(٦٠٦ھ)

٥٠۔**المحلّی**۔ الحافظ علی بن احمد بن حزم(٤٥٦ھ)

٥١۔**المغنی مع المتخلص**۔ عبداللّٰه بن احمد بن قدامة المقدسی(٦٣ھ) عالم الکتب۔بیروت

((**کتب السیرة والرجال والمختلفة**))

٥٢۔**الجواب الکافی**۔ امام ابن قیم الجوزیة

٥٣۔**مجموع الفتاوٰی**۔ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیة(٧٢٨ھ)

٥٤۔**زادالمعاد فی هدی خیر العباد صلی اللّٰه علیه وسلم**۔ امام ابن قیم الجوزیة (٧٥١ھ) (بتحقیق شعیب و عبدالقادر الارناؤوط)

٥٥۔**البدایة والنهایة**۔ الحافظ ابن کثیر الدمشقی(٧٧٤ھ) دار الاحیاء التراث العربی۔ بیروت

٥٦۔**الرحیق المختوم**۔ الشیخ صفی الرحمن مبارکپوری۔ المکتبة السلفیه، شیش محل روڈ لاهور

٥٧۔**الصارم المسلول علی شاتم الرسول**۔ احمد بن عبدالحلیم بن

تیمیه(۷۲۸هـ)

۵۸۔سیرۃ النبی کامل۔ ابو محمد عبدالملك بن هشام (۲۱۳هـ) شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔ لاھور

۵۹۔الجواب الصحیح فیمن بدّل دین المسیح۔ احمد بن عبدالحلیم بن تیمة(۷۲۸هـ)

٦۰۔سیر أعلام النبلاء۔ الحافظ محمد بن احمد الذهبی(۷٤۸هـ)

٦۱۔الاصابة فی تمییز الصحابة۔ الحافظ ابن حجر العسقلانی۔(۸۵۲هـ)

٦۲۔الاستیعاب فی أسماء الأصحاب۔ الحافظ ابن عبدالبر القرطبی(٤٦۳هـ)

٦۳۔بدائع الفوائد۔ امام ابن قیم الجوزیة(۷۵۱هـ)



مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان